(یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا)

محبوبانہ خطاب

ارحم الراحمین

کا اپنے پیارے بندوں کے نام



مؤلفہ

ام مطہر فصیح بنتِ عطاء الرحمٰن

محبوبانہ خطاب

ارحم الراحمین کا

اپنے پیارے بندوں کے نام

(یٰٓاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا)

مؤلفہ

ام مطہر فصیح بنتِ عطاء الرحمٰن

نام کتاب:　　محبوبانہ خطاب

مؤلفہ:　　ام مطہر فصیح بنتِ عطاء الرحمٰن (ایم اے اردو عالمہ فاضلہ و متخصصہ فی التفسیر (ابراہیم آن لائن اکیڈمی) و علم الفرائض (دارالاحیاء میراث کراچی)

ترتیب و تصحیح:　　مفتی راشد محمود عفی عنہ　(فاضل: جامعہ اشرفیہ لاہور، متخصص: جامعۃ الرشید، کراچی)

اشاعتِ دوم:　　ستمبر 2025ء

الکہف ایجوکیشنل فاؤنڈیشن

AL-KAHAF EDUCATIONAL FOUNDATION

ہیڈ آفس پتا: الکہف ایجوکیشنل فاؤنڈیشن پلاٹ #12، سیکٹر B.1، بلاک 1، عقب سٹی سٹار ٹاور، ٹاؤن شپ، لاہور

فیس بک

فیس بک پر براہِ راست بیانات کے کلپس اور احادیث حاصل کریں۔

fb.com/ishqeilahi1

whatsapp

واٹس ایپ پر حضرت شیخ حافظ محمد ابراہیم نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ کے ویڈیو کلپس اور اصلاحی امیج کے لیے درج ذیل نمبروں پر رابطہ کریں:

+92　300　1052423　or +92 3224379434

Twitter

حضرت شیخ حافظ محمد ابراہیم نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ کا آفیشل ٹویٹر اکاؤنٹ Follow کرنے کے لیے:

HafizM_Ibrahim

Youtube

عشقِ الٰہی یوٹیوب چینل پر حضرت شیخ حافظ محمد ابراہیم نقشبندی دامت برکاتہم کے بیانات دیکھیں:

youtube.com/ishqeilahi01

WWW.ishqeilahi.com

Email:info.ishqeilahi@gmail.com

انتساب

اپنے والد ماجد میاں عطاء الرحمٰن کی خدمت میں

جن کی ذات میں ایک بے مثال باپ، ایک ہمہ جہت استاد اور مربی کی شفقتیں جمع ہیں۔ حفظہ اللہ تعالیٰ

والد صاحب بچپن سے ہی دینی ذوق رکھتے تھے۔ پشاور سے انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی اور وہیں پر اعلیٰ حضرت مولانا اشرف علی رحمہ اللہ سے بیعت کا تعلق قائم کیا جو شیخ مولانا سلیمان ندوی رحمہ اللہ سے بیعت تھے۔ ہفتہ وار مجلس میں پابندی سے حاضری، اسلامی تفاسیر و کتب کا مطالعہ، تبلیغی اسفار اور علماء و صلحاء کی صحبت سے فیض یاب ہونے کی سعی ان کی دین سے محبت کی دلیل ہے۔ اپنے اس دینی سفر میں والد محترم کو مولانا عبدالوہاب رحمہ اللہ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ، مولانا عمر پالن پوری رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ بھی کئی بڑے بڑے علمائے کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

والد صاحب کی خواہش تھی کہ ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' کے موضوع پر ایک کتاب تحریر کی جائے جو عوام و خواص کے لیے یکساں مفید ہو۔ طویل علالت اور ضعف کی وجہ سے کتاب کی تکمیل تاخیر کا شکار ہوئی۔ اب اللہ کے فضل و کرم سے تکمیل تک پہنچ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین!

باپ زینہ ہے جو لے جاتا ہے اونچائی تک
ماں دعا ہے جو سدا سایہ فگن رہتی ہے

ام مطہر فصیح
بنتِ عطاء الرحمٰن

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	فہرست	4
	دیباچہ	9
	کلمات بابرکت	12
1	نبی کریم ﷺ سے گفتگو کے آداب	13
2	صبر، نماز اور معیت الٰہی کا وعدہ	15
3	رزق حلال کھانے کا حکم اور شکر کی تلقین	17
4	قصاص کے احکام	19
5	روزے کی فرضیت	22
6	دینِ اسلام میں مکمل داخلہ	25
7	انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب	27
8	احسان کر کے نہ جتلانے کی ترغیب	29
9	انفاق فی سبیل اللہ کی شرائط	31
10	سود کے بارے میں احکام	33
11	ادھار لین دین کے اصول وضوابط	36
12	اہل کتاب کی چالوں سے بچنے کی تاکید	42
13	تقویٰ اور خوفِ خدا کی تلقین	46
14	غیر کے ساتھ رازداری سے ممانعت	48

51	سود کی ممانعت	15
53	منکرین سے ہوشیار رہنے کی تاکید	16
55	منافقین کی باتوں سے شک میں نہ پڑو	17
57	فلاح کی امید،صبر، رباط اور تقویٰ	18
60	عورتوں کو زبردستی میراث میں لینا	19
64	ناحق مال کھانے سے بچو	20
66	نماز کے آداب کی تاکید	21
71	باہمی اختلاف کا بہترین حل	22
74	احیائے دین کے لیے جہاد کا حکم	23
76	بلاتحقیق قتل کرنے کی ممانعت	24
79	عدل وانصاف پر قائم رہنے کی تاکید	25
82	ایمان کی پختگی کی تاکید	26
84	کفار سے دلی محبت اور دوستی کی ممانعت	27
86	عہد کو پورا کرو اور حرام سے بچو	28
90	شعائر اللہ کی تعظیم اور انصاف کی تاکید	29
95	وضو،غسل اور تیمم کی تعلیم	30
99	عدل وانصاف،تقویٰ کے حصول کا ذریعہ	31
102	تقویٰ،توکل اور شکر گزاری کی تاکید	32
105	تقویٰ، اطاعت اور جہاد کی ترغیب	33
107	یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ	34
110	ارتداد سے بچنے کی تاکید	35
113	اہلِ کتاب، کفار اور مشرکین سے ہوشیار رہو	36

115	حلال کوحرام نہ بناؤ	37
119	شراب، جوا، انصاب اوراز لام سے اجتناب	38
123	شکار سے ممانعت کے مواقع	39
123	حالت احرام میں شکار ممنوع	40
127	فضول اور بے جا سوالات ممنوع	41
130	اصلاحِ خلق کی فکر کرنے والوں کو تسلی	42
133	حالتِ سفر میں وصیت اور وصی کے احکام	43
137	میدان جہاد سے بلا شرعی عذر بھاگنا گناہ	44
139	اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم	45
141	اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا تاکیدی حکم	46
144	اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیانت نہ کرنے کا حکم	47
146	تقویٰ کے انعامات کا ذکر	48
148	میدانِ جہاد میں ثابت قدمی اور ذکرِ الٰہی	49
151	کفار رشتہ داروں سے دوستی کی ممانعت	50
153	کفار و مشرکین کا حدودِ حرم میں داخلہ ممنوع	51
157	احبار و رہبان کی مذمت	52
161	جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب	53
166	صادقین کی معیت اختیار کرنے کی تلقین	54
168	جہاد کی ترتیب کا ذکر	55
171	اعمالِ خیر، خصوصاً نماز کی ترغیب	56
174	شیاطین کی پیروی سے اجتناب کی تاکید	57
176	کسی کے گھر میں داخل ہونے کے آداب	58

179	آدابِ خانہ داری کی تعلیم	59
182	اطاعت کے لیے فضل واحسان کی یاددہانی	60
184	ذکراللہ کی تلقین	61
186	طلاق کا عام حکم	62
189	آدابِ معاشرت کے احکام	63
193	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کا حکم	64
197	اہلِ کتاب کی روش اختیار کرنے سے بچنا	65
197	تقویٰ اور درست بات کہنے کی تاکید	66
200	مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب	67
202	اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم	68
204	آدابِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم	69
207	آدابِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم	70
210	فاسق کی خبر کی تحقیق کا حکم	71
213	آپس میں مذاق اور طعنہ زنی سے اجتناب کا حکم	72
216	گمان اور غیبت سے بچنے کا حکم	73
219	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کا حکم اور دوہرا اجر	74
221	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی اور سرگوشی کرنے کی ممانعت	75
223	مجلس کے آداب کی تعلیم	76
226	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملاقات سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم	77
229	تقویٰ اور آخری انجام کی فکر کی تاکید	78
232	کفار سے ترکِ تعلقات کا حکم	79
235	مہاجر عورتوں کی آزمائش اور بیعت کا حکم	80

238	یہود سے دوستی کرنے کی ممانعت	81
239	اپنے دعوے کو پورا کرنے کا حکم	82
241	جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب	83
243	دینِ اسلام کی نصرت کی ترغیب	84
246	نمازِ جمعہ کے احکام	85
248	مال واولاد کی وجہ سے غفلت سے ہوشیار رہنے کا حکم	86
250	اولاد اور بیوی کے فتنے سے بچنے کی تاکید	87
253	جہنم کی آگ سے اپنے آپ اور اہل وعیال کو بچانے کی تاکید	88
25	توبۃ النصوح کا حکم اور ترغیب	89
258	مناجات	90
259	نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	91
260	حوالہ جات کتب	92

دیباچہ

الحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ علی النبی الکریم

امابعد!

عرض ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اپنے بندوں سے بہت محبت ہے۔ ساٹھ ہزار (60,000) سے زائد مخلوقات کے خالق نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور ساری کائنات کو حضرت انسان کے لیے مسخر کیا۔ انسان کو علم دیا اور اپنی محبت کے لیے خاص کر دیا۔ شکر اس عظیم رب کا جس نے ہمیں انسان پیدا کیا۔ الحمدللہ!

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار (1,24,000) پیغمبر بھیجے اور سب سے آخری پیغمبر کو امام الانبیاء کا اعزاز دیا۔ سب سے لاڈلے حضرت محمد ﷺ کی لاڈلی امت کو تمام امتوں سے افضل قرار دیا۔ کتنی بڑی سعادت ہے کہ ہمیں اس افضل امت کا فرد بنایا اور ایمان کی دولت سے نوازا۔ الحمدللہ!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک بار براہ راست خطاب فرمایا تھا جس کی وجہ سے بنی اسرائیل فخر وغرور کرتے کہ ہم اللہ کے بہت لاڈلے ہیں۔ اللہ کریم کا احسان وکرم ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں امت احمد ﷺ کو 89 مرتبہ محبوبانہ خطاب فرمایا۔ جو ایک طرف تو قابلِ ناز ہے اور دوسری طرف اس محبت کا حق ادا کرنے کے بارے میں فکرمندی بھی بہت ضروری ہے۔ اور فکرمندی کے لیے ان محبوبانہ خطابات کے حوالے سے علم وآگہی بھی ضروری ہے۔

زیرِ نظر کتاب محبوبانہ خطاب ’’یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ‘‘ میں اسی آگہی کو عام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ پہلے ہر ہر آیت کے الفاظ اور ان کا ترجمہ لکھا گیا، پھر آیتِ مبارکہ کا شان نزول یا پسِ منظر واضح کیا گیا، پھر آسان تفسیر بیان کی گئی، پھر پیار بھری نصیحت کے نام سے آیت مبارکہ کے مضمون کو دہرایا گیا ہے۔ اس کے بعد آیت مبارکہ کے محبوبانہ خطاب کے حوالے سے اللہ کے حضور دعا مانگی گئی ہے۔

قرآن پاک کی کل 20 سورتوں میں اللہ رب العزت کی طرف سے مؤمنین کو براہ راست 89 مرتبہ محبت بھرا خطاب فرمایا گیا

ہے جس کی تفصیل درجہ ذیل ہے:

1۔سورۂ بقرہ کی 11 آیاتِ مبارکہ

104,153,172,178,183,208,254,264,267,278,282

2۔سورۂ آلِ عمران کی 7 آیاتِ مبارکہ

100,102,118,130,149,156,200

3۔سورۃ النساء کی 9 آیاتِ مبارکہ

19,29,43,59,71,94,135,136,144

4۔سورۃ المائدۃ کی 16 آیاتِ مبارکہ

01,02,06,08,11,35,51,54,57,87,90,94,95,101,105,106

5۔سورۃ الانفال کی 6 آیاتِ مبارکہ

15,20,24,27,29,45

6۔سورۃ التوبۃ کی 6 آیاتِ مبارکہ

23,28,34,38,119,123

7۔سورۃ الحج کی 1 آیتِ مبارکہ

77

8۔سورۃ النور کی 3 آیاتِ مبارکہ

21,27,58

9۔سورۃ الاحزاب کی 7 آیاتِ مبارکہ

09,41,49,53,56,69,70

10۔سورۂ محمد کی 2 آیاتِ مبارکہ

07,33

11۔سورۃ الحجرات کی 5 آیاتِ مبارکہ

01,02,06,11,12

12۔سورۃ الحدید کی 1 آیتِ مبارکہ

28

13۔سورۃ المجادلۃ کی 3 آیاتِ مبارکہ

09,11,12

14۔سورۃ الحشر کی 1 آیتِ مبارکہ

18

15۔سورۃ الممتحنۃ کی 3 آیاتِ مبارکہ

01,10,13

16۔سورۃ الصّف کی 3 آیاتِ مبارکہ

02,10,14

17۔سورۃ الجمعۃ کی 1 آیتِ مبارکہ

09

18۔سورۃ المنافقون کی 1 آیتِ مبارکہ

09

19۔سورۃ التغابن کی 1 آیتِ مبارکہ

14

20۔سورۃ التحریم کی 2 آیاتِ مبارکہ

06,08

اللہ پاک سے دعا ہے کہ تمام معاونین و معاونات خصوصاً حضرت جی حافظ محمد ابراہیم نقشبندی مدظلہ، ان کی اہلیہ محترمہ اور ہماری اماں جان، میری بہن ام عجوہ، محترم طاہر معاویہ نقشبندی صاحب اور خاندان کے دیگر افراد کو اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائے اور دنیا و آخرت میں خیر کثیر عطا ہو۔

ان تمام بزرگ ہستیوں پر بھی اللہ کریم کی کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں جن کی معرکۃ الآرا تفاسیر و تصانیف کی روشنی میں آیات مبارکہ کو بالترتیب جمع کرنا سہل ہو گیا۔

اللہ پاک زیر نظر کتاب کو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان محبت کا پل بنا کر ہم عاجزوں کی بخشش کا ذریعہ بنا۔ آمین!

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

محتاجۃ الدعا

بنتِ عطاء الرحمٰن عفا اللہ عنھا

کلماتِ بابرکت

عزیزانِ گرامی! سورۃ القمر آیت نمبر 17 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ''اور بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ''خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ'' (صحیح بخاری)

''تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔''

قرآن مجید پوری انسانیت کی رہنمائی کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ اس میں ہر شخص کے لیے دنیا و آخرت کی فلاح و کامرانی کا سامان مہیا کیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم میں 89 مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ''يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' کے ذریعے ہم مسلمانوں کو خطاب فرمایا ہے۔ ان خطابات میں سے بعض آیات میں کسی خیر والی بات کا حکم دیا گیا ہے، بعض آیات میں کسی برائی سے منع کیا گیا ہے۔ بعض آیات میں خوشخبری دی جا رہی ہے تو بعض آیات میں کسی خطرے سے ڈرایا گیا ہے۔ گویا کہ ان خطاب والی آیات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسی تعلیمات دی ہیں جو ان کے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہیں اور دینی و دنیاوی ہر قسم کے نقصان سے بچانے والی ہیں۔

ان خطابات کے ذریعہ یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اسلام لانے کے ساتھ اپنے رب کے باقی تمام احکامات کی بھی مکمل اطاعت کرنی ہوگی تب ہی حقیقی معانی میں ہم پکے اور سچے مسلمان کہلانے کے لائق ہوں گے۔

مؤلفہ نے بہت محنت کے ساتھ اس کتاب میں قرآنی خطابات کا آسان ترجمہ و عام فہم تشریح کے ساتھ ساتھ ضروری احکام بھی جمع کر دیے ہیں۔ یہ کتاب قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کا مفید سلسلہ بھی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہر خاص و عام کے لیے نفع مند بنائے۔ مؤلفہ کو اور ان کی تمام خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اس کارِ خیر میں جس جس کا حصہ شامل ہوا ان سب کی محنتوں کو قبول فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین

دعا گو و دعا جو

حافظ محمد ابراہیم نقشبندی

19 رمضان المبارک 1445ھ

30 مارچ 2024ء

نبی کریم ﷺ سے گفتگو کے آداب

01۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقُوۡلُوۡا رَاعِنَا وَقُوۡلُوا انۡظُرۡنَا وَاسۡمَعُوۡا ‌ؕ وَلِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ O (سورۃ البقرۃ:104)

''اے ایمان والو! تم ''رَاعِنَا'' مت کہا کرو اور ''انۡظُرۡنَا'' کہہ دیا کرو اور سن لو، اور کافروں کو سزا دردناک ہوگی۔''

(درسِ قرآن:1/107)

شانِ نزول

یہودِ مدینہ نے ایک شرارت ایجاد کی تھی کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے حضور میں آ کر لفظ ''رَاعِنَا'' سے آپ ﷺ کو خطاب کرتے۔ لفظ ''رَاعِنَا'' کے معنی عبرانی زبان میں بے وقوف اور شیخی باز کے تھے مگر عربی زبان میں ''رَاعِنَا'' کا مطلب ہے کہ ہماری طرف متوجہ ہوں یا ہماری رعایت کیجیے۔ اس لیے عربی دان اس شرارت کو نہ سمجھ سکتے تھے۔ شرارتاً یہود کبھی زبان دبا کر ''رَاعِيۡنَا'' کہتے جس کے معنی ہوئے ہمارا چرواہا۔ مسلمانوں کو اس فاسد معنیٰ اور یہود کی اس گندی ذہنیت کا علم نہ تھا بلکہ انہوں نے یہ سمجھ کر کہ علمائے اہل کتاب حضرات انبیاء علیہم السلام کے آداب اور تعظیم سے بخوبی واقف ہیں، لہٰذا یہ اچھا ادب والا لفظ ہوگا اس لیے خود بھی اس لفظ کا استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اس سے ان شریر یہود کو اور گنجائش ملی۔ آپس میں بیٹھ کر ہنستے کہ اب تک تو ہم ان کو خفیہ ہی برا کہتے تھے اب علانیہ کہنے کی ایسی تدبیر ہاتھ آ گئی کہ مسلمان بھی اس میں شریک ہو گئے۔ حق تعالیٰ نے اس گنجائش کے قطع کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی اور اہل ایمان کو محبت بھرا براہ راست خطاب فرما کر یہ لفظ کہنے سے منع فرمایا اور اس کی جگہ ضرورت کے لیے دوسرا لفظ بھی تجویز کیا۔ (درسِ قرآن:1/107)

تفسیر

آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو لفظ '''رَاعِنَا'' کے استعمال کی ممانعت فرمائی اور ضرورت کے تحت ''انۡظُرۡنَا'' (لفظ) کے استعمال کی ہدایت فرمائی۔ ساتھ ہی ''وَاسۡمَعُوۡا'' کا حکم فرمایا جس کے لفظی معنی ہیں: ''اور سن لو۔''

اس سے مراد بعض مفسرین نے یہ لیا ہے کہ یہ حکم جو اس آیت میں دیا جا رہا ہے اس کو اچھی طرح سن لو اور یاد رکھو۔

اور بعض مفسرین نے ''وَاسْمَعُوْا'' سے یہ مراد لیا ہے کہ آنحضرت ﷺ جو ارشاد فرمائیں اس کو نہایت غور و توجہ سے سنو کہ تم کو طلبِ سوال اور طلبِ رعایت کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

آگے فرمایا: کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یعنی یہ یہود جو دلوں میں کینہ اور دشمنی رکھتے ہیں اور جو آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرتے ہیں یہ اپنی اس حرکت کی وجہ سے کافر ہیں اور ان کی سزا کے لیے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' کے الفاظ سے براہ راست 89 مرتبہ خطاب فرمایا۔ سابقہ آسمانی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کا خطاب صرف انبیاء کرام سے ہوتا تھا کہ اپنی امت کو یہ احکام پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو براہِ راست محبت بھرا خطاب کر کے شرف عطا فرمایا۔ (درسِ قرآن: 1 / 108)

پیار بھری نصیحت

اگر کوئی فعل فی ذاتہ جائز ہو لیکن اس کی وجہ سے دوسروں کے ناجائز کام میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو جائز کام سے بھی احتراز کرنا چاہیے۔ فقہائے کرام کی اصطلاح میں اسے ''سدّ ذریعہ'' کہا جاتا ہے، جس کے معنی ہیں: ذریعہ کا راستہ بند کرنا۔

دعا

یا اللہ! کفار و مشرکین جو مسلمانوں کے کبھی خیر خواہ نہیں ہو سکتے، حق تعالیٰ ہمیں ان کی مشابہت اور متابعت سے بچائے رکھنا۔ اور ہمیں جو احکام قرآن و حدیث کے پہنچیں ان پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین!

صبر، نماز اور معیت الٰہی کا وعدہ

02۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (سورۃ البقرۃ:153)

''اے ایمان والو صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو، بلاشبہ حق تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (درسِ قرآن:1/158)

پسِ منظر

تحویلِ قبلہ پر جو مخالفین کی طرف سے اعتراض تھا اس کے دو اثر تھے:

(1) ایک مذہب اسلام پر کہ مذہبِ اسلام کے سچے ہونے میں شبہ پیدا ہو جائے۔

(2) دوسرا اہل اسلام کی طبیعتوں پر اس اعتراض کی وجہ سے اہل اسلام کے قلوب میں رنج اور صدمہ پیدا ہوا۔

اس آیت سے ماقبل میں پہلے اثر کو اُس اعتراض کا جواب دے کر دفع کیا گیا اور اس آیت مبارکہ میں اس اعتراض پر بے جا اصرار کی وجہ سے اہلِ اسلام کے قلوب میں جو رنج اور صدمہ پیدا ہوا تھا تو یہاں تخفیفِ حزن کا طریقہ صبر و نماز کو بتا کر اس دوسرے اثر کو بھی ختم کر دیا گیا۔ (معارف القرآن:1/393)

تفسیر

اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ مسلمانوں کو ذکر و شکر کے حاصل کرنے اور کفرانِ نعمت سے بچنے کے لیے ایک خوبصورت طریقہ تعلیم فرماتے ہیں۔

چنانچہ مسلمانوں کو محبت بھرا خطاب کر کے نماز اور صبر کے ذریعے سے مدد حاصل کرنے کی تلقین کی گئی۔ یعنی اگر نفس پر احکام شرعیہ شاق اور گراں ہوں تو ان کے آسان ہونے کا ایک علاج صبر ہے، دوسرا علاج نماز ہے۔ گویا یہ نسخہ اکسیرِ قرآنی دو جزو سے مرکب ہے۔ ایک صبر اور دوسرا نماز۔ اور یہ بھی ہے کہ مشکلات و مصائب کے ہجوم کے وقت بھی حقیقی مشکل کشا یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ سے برابر تعلق جوڑے رہو۔ اس پر بھروسہ رکھو اور اسی کے آگے جھکتے رہو۔

صبر: صبر کے اصلی معنیٰ اپنے نفس کو روکنے اور اس پر قابو پانے کے ہیں۔ قرآن اور سنت کی اصطلاح میں صبر کے تین شعبے ہیں:

(1) اپنے نفس کو حرام اور ناجائز چیزوں سے روکنا۔

(2) نفس کو اطاعت وعبادات الٰہیہ اور شرعی احکام کی پابندی پر مجبور کرنا۔

(3) مصائب اور آفات پر صبر کرنا یعنی جو مصیبت آ گئی اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا اور اس کے ثواب کا امیدوار رہنا۔

یہ تینوں شعبے صبر کے فرائض میں داخل ہیں اور ہر مسلمان پر تینوں طرح کے صبر کا پابند ہونا لازم ہے۔ قرآن وحدیث کی اصطلاح میں صابرین انہی لوگوں کا لقب ہے جو تینوں طرح کے صبر میں ثابت قدم ہیں۔

صبر کے فضائل قرآن وحدیث میں بکثرت ہیں۔ جس کسی نے ترقی حاصل کی ہے اس صبر ہی کی بدولت حاصل کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عام معیت تو کافر وفاسق، مومن وصالح سب کو حاصل ہے لیکن یہاں خصوصی معیت مراد ہے اور اسی خصوصی معیت کا احساس تھا کہ جس نے صحابہ کرام کو بے پناہ قوت وجرأت کا مالک بنا دیا تھا۔

ابھی ''اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ ''میں صبر کی فضیلت آ چکی تھی مگر معیت کا اظہار کر کے اس فضیلت کو اور زیادہ مؤکد کر دیا۔

(درسِ قرآن: 1/158)

پیار بھری نصیحت

ہر مسلمان کو ہر وقت صبر کے اسلحہ سے مسلح رہنا چاہیے۔

دعا

یا اللہ! ہمیں نماز وصبر کی اہمیت کو سمجھنے اور اس اسلحہ سے مسلح ہونے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں بھی اپنے صابر بندوں میں شامل فرما۔ آمین!

رزقِ حلال کھانے کا حکم اور شکر کی تلقین

03۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (سورۃ البقرۃ:172)

''اے ایمان والو جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں رزق کے طور پر عطا کی ہیں ان میں سے جو چاہو کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر واقعی تم صرف اسی کی بندگی کرتے ہو۔'' (معارف القرآن:1/414)

پسِ منظر

اس آیتِ مبارکہ سے قبل یہ بیان تھا کہ حلال کو حرام مت کرو، آگے ذکر کیا گیا ہے کہ حرام کو حلال مت سمجھو جیسا کہ مشرکین اس میں مبتلا تھے۔ مثلاً مردار جانور یا ایسے جانور جن کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، مشرکین ان کو بھی کھایا کرتے تھے۔ اس سے منع کیا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فلاں فلاں جانور حرام ہیں۔ ان کے سوا دوسرے جانوروں کو اپنی طرف سے حرام قرار دینا غلطی ہے۔ (معارف القرآن:1/415)

تفسیر

آیتِ مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیے رزق کو کھاؤ اور شکر کرو۔

پاکیزہ اور حلال کھانے کا حکم پہلے گزر چکا ہے لیکن چونکہ مشرکین شیطان کی پیروی سے باز نہیں آتے اور حق بات سمجھنے کی صلاحیت ہی کھو بیٹھے ہیں اس لیے اب انہیں چھوڑ کر مسلمانوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم پاکیزہ کھانے کھاؤ اور یہ پاکیزہ رزق ہمارا ہی دیا ہوا ہے اس لیے اسے کھا کر ہمارا ہی شکر ادا کرو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایمان والوں سے محبت بھرا خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے کہ شریعت کی رو سے جو پاک چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں ان میں سے جو چاہو کھاؤ، برتو اور اس اجازت کے ساتھ یہ حکم ہے کہ حق تعالیٰ کی شکر گزاری کرو زبان سے بھی، ہاتھ پاؤں سے خدمت وطاقت بجالا کر بھی اور دل سے ان نعمتوں کو من جانب اللہ سمجھ کر بھی اگر تم خاص اسی کے ساتھ غلامی کا تعلق رکھتے ہو۔ یعنی اگر واقعی تم دل وجان سے صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہو تو اس بات کا عملی

ثبوت بھی دو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حلال چیزوں کا ایک شکر یہ بھی ہے کہ انہیں نافرمانی کا ذریعہ نہ بنائے اور حلال کو حرام اور حرام کو حلال اپنی طرف سے نہ بنایا جائے جیسا کہ مشرکین نے بنا رکھا تھا کہ بعض حلال جانوروں کو اپنی طرف سے حرام کر رکھا تھا۔

حرام مال کی نحوست

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر کوئی بندہ حرام کماتا ہے اور پھر اس سے صدقہ کرے تو اس کا صدقہ قبول نہیں ہے اور اس میں سے خرچ کرلے تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں ہوتی اور اگر اس کو اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا تو یہ مال اس کے لیے دوزخ میں جانے کا ذریعہ ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس نے دس درہم کا کپڑا خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نماز قبول نہیں کرے گا۔ (درسِ قرآن: 1/ 174)

پیار بھری نصیحت

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ایمان والوں کو محبت بھرے انداز میں مخاطب کر کے پاکیزہ رزق کھانے کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی شکر کرنے کی بھی تلقین کی گئی۔

دعا

یا اللہ! ہمیں حلال، پاکیزہ اور بابرکت رزق عطا فرما۔ حرام اور مشتبہ سے محفوظ فرما۔ ہمارا کھانا، پینا پہننا، رہنا سب رزقِ حلال سے ہو۔ آمین!

قصاص کے احکام

04۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (سورۃ البقرۃ:178)

’’اے ایمان والو! تم پر قصاص فرض کیا جاتا ہے مقتولین کے بارے میں آزاد آدمی آزاد آدمی کے بدلے میں اور غلام غلام کے عوض میں اور عورت، عورت کے عوض میں ہاں جس کو اس کے فریق کی طرف سے کچھ معافی ہو جائے تو معقول طور پر مطالبہ کرنا اور خوبی کے ساتھ اس کے پاس پہنچا دینا یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تخفیف ہے اور ترحم ہے پھر جو شخص اس کے بعد زیادتی کا مرتکب ہو تو اس شخص کو بڑا دردناک عذاب ہوگا۔‘‘ (درسِ قرآن:1/183)

پسِ منظر

مذکورہ آیت سے پہلے کی آیات میں اجمالی طور پر نیکی اور خوبی کے اصول بتلا دیے گئے ہیں۔ اب آگے ان کی جزئی تفصیلات آئیں گی جن کو ’’ابواب البر‘‘ کہا جا سکتا ہے۔ آگے انہی ابواب البر کے کچھ احکام کا بیان ہوتا ہے جو ضرورت اور حالات و واقعات کے تابع بیان ہوئے ہیں ان میں پہلا حکم قصاص کا ہے۔ (درسِ قرآن:1/183)

شانِ نزول

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عرب کے دو قبیلوں کے درمیان قتل و قتال ہوا اور آپس میں ہر ایک کے ذمہ بہت سے خون ہوئے۔ پس وہ کہتے کہ ہم اپنے غلام کے بدلے میں تمہارا آزاد اور عورت کے بدلے میں تمہارا مرد قتل کریں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول:56)

تفسیر

قصاص کے لفظی معنیٰ مماثلت کے ہیں۔

شرعی اصطلاح میں قتل کرنے اور زخم لگانے کی اس سزا کو جس میں مماثلت اور مساوات کی رعایت کی گئی ہو قصاص کہا جاتا ہے۔

قصاص کا حکم

مذکورہ آیت میں قصاص کا حکم ہے یعنی برابر کا بدلہ لیا جائے۔ ایام جاہلیت کی طرح ایک کے عوض دو یا چار یا زیادہ کو قتل نہ کیا جائے، نہ ہی امیّ، غریب، شریف، رذیل کی کچھ رعایت کرنی چاہیے۔ گویا جان کے لحاظ سے سب آپس میں ایک دوسرے کے برابر ہیں۔

قابلِ لحاظ نکات

1۔ مقتولین میں فقط قصاص یعنی جان لینے کے اعتبار سے برابری اور مساوات ہے۔ قتل کی کیفیت میں مساوات اور برابری نہیں ہے۔ یہ جائز نہیں کہ آگ سے جلا کر مار ڈالنے والے کو آگ ہی میں جلا کر مارا جائے۔

2۔ قصاص لینے کا اختیار صرف حاکم کو ہے۔ اگر ہر شخص بطور خود اپنے آپ اس پر عمل کرلے تو اس سے فتنہ وفساد بڑھنے کا اندیشہ ہے۔

3۔ جب قاتل عمداً یعنی جان بوجھ کر ارادے سے قتل کرے گا تب قصاص کا حکم لگایا جائے گا۔

4۔ قتل خطا پر قصاص نہیں ہے البتہ خون بہا (دِیَتُ) ضرور دینی پڑتی ہے۔

قاتل کے لیے معافی کا ضابطہ

اگر قاتل کو وارثان مقتول بالکل معاف کردیں یا چند وارثوں میں سے بعض بالکل معاف کردیں یا بعض کسی قدر معاوضہ مالی یا دیت شرعی لے کر قصاص سے دستبردار ہو جائیں تو قاتل کو چاہیے کہ وہ معاوضہ خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کردے خواہ مخواہ طول دینے یا پیچیدگی پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے۔ نیز یہاں اللہ تعالیٰ امت مسلمہ پر اپنا احسان اور مہربان ہونا بیان فرماتے ہیں کہ قتل عمد میں چاہے قصاص لو چاہے خون بہا یعنی دیت شرعی لو چاہے معاف کردو، یہ اللہ تعالی کی طرف سے سہولت اور مہربانی ہے۔ یہ اجازت اور مہربانی قاتل اور وارثان مقتول دونوں پر ہے۔ یہ اجازت اور مہربانی پہلی امتوں پر نہ تھی۔

یہود پر خاص قصاص مقرر تھا اور نصاریٰ پر دیت یا عفو مقرر تھا۔ اسلام میں اللہ تعالیٰ نے قاتل کو قتل کی انتہائی جانی سزا کے ساتھ

یہ تخفیف کا طریقہ مقرر کیا جو اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر مہربانی ہے۔

مسلمانوں کو تنبیہ

آخر میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ اس تخفیف اور رحمت کے بعد بھی اگر کوئی خلاف ورزی کرے گا اور دستور جاہلیت پر چلے گا یا معافی اور دیت قبول کرنے کے بعد قاتل کو قتل کرے گا تو اس کے لیے آخرت میں سخت عذاب ہے۔(درسِ قرآن:1/ 183)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے پیار بھرے انداز میں مسلمانوں کو حکم دیا کہ قتل کی سزا میں قصاص اور دیت کے احکام پر عمل کریں تاکہ زندگی بے قدر اور سستی نہ رہے۔

دعا

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے جرم و گناہ سے محفوظ رکھے اور ہمیں ہر معاملے میں شرعی احکام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

روزے کی فرضیت

05۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

(سورۃ البقرۃ:183)

''اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا اس توقع پر کہ تم متقی بن جاؤ۔''

(درسِ قرآن:1/187)

پسِ منظر

امت محمدیہ ﷺ پر دو ہجری شعبان کے آخری دنوں میں روزے کی فرضیت کا حکم نازل کیا گیا۔ اسلام کی بنیاد جن پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے ان میں تیسرا رکن روزہ ہے۔

تفسیر

روزہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر امت پر فرض رہا ہے البتہ تعداد اور تعینِ ایام روزہ میں اختلاف رہا۔
جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ہر مہینے میں تین روزے رکھتے تھے اور یوم عاشورہ یعنی دس محرم کا روزہ بھی رکھتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر رمضان کے روزے امت مسلمہ پر فرض کر دیے۔

صوم کے لغوی معنی

صوم کے لغوی معنی رکنا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل نہ ہونا ہے۔ خاموشی کو بھی صوم کہا جاتا ہے۔

صوم کا شرعی معنی

شرع میں روزہ کا معنیٰ طلوع فجر سے سورج کے غروب ہونے تک نیت کے ساتھ روزہ کو توڑنے والی چیزوں سے رکنا ہے اور اس کا اہتمام اور کمال ممنوعات چیزوں سے اجتناب کرنا اور محرمات میں واقع نہ ہونا ہے۔

روزے کی فرضیت کا ابتدائی حکم

شروع اسلام میں یہ حکم تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو باوجود طاقت کے روزہ نہ رکھے وہ فدیہ دے دے۔

دوسرا حکم

پھر دوسری تبدیلی آئی جب یہ آیت اتری: فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ
یعنی جو شخص اس ماہ رمضان میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہیے۔

تیسرا حکم

روزے کی فرضیت کے حکم میں تیسری تبدیلی یہ ہوئی کہ ابتدا میں کھانا پینا اور عورتوں سے قربت سونے سے پہلے جائز تھی۔ سو گیا تو پھر گو رات ہی میں جاگے لیکن کھانا پینا اور جماع اس کے لیے منع تھا۔ گویا سونے سے دوسرا روزہ شروع ہو جاتا تھا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: اُحِلَّ لَكُمۡ لَيۡلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآءِ كُمۡ
اور پھر مغرب کے بعد سے لے کر صبح صادق کے طلوع ہونے تک رمضان کی راتوں میں کھانے پینے اور مجامعت کی رخصت دے دی گئی۔

روزے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ جب وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو وہ اسے جزا دے گا تو خوش ہوگا اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاک ہے اور روزہ ڈھال ہے بندہ اس کے ذریعے آگ سے بچاؤ کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے لیکن روزہ، یہ میرے لیے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت کے آٹھ دروازے ہیں ایک ان میں سے ایسا دروازہ ہے جسے ''ریان'' کہا جاتا ہے۔ قیامت کے روز اس میں صرف روزہ دار داخل ہوں گے اور جس نے رمضان کا ایک روزہ رکھا اور تین چیزوں کے شر سے محفوظ رہا تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں اور وہ تین چیزیں: زبان، پیٹ اور شرمگاہ ہیں۔''

شعب الایمان میں حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں

نے اپنے بندوں پر روزے فرض کیے ہیں اور وہ رمضان کا مہینہ ہے۔اے موسی جو قیامت کے دن آئے گا اور اس کے نامہ اعمال میں 10 رمضان ہوں گے تو ابدال میں سے ہوگا اور جس کے نامہ اعمال میں 20 رمضان ہوں گے تو وہ محبین میں سے ہوگا اور جس کے نامہ اعمال میں 30 رمضان ہوں گے تو میرے نزدیک از روئے ثواب شہیدوں سے افضل ہوگا۔(درسِ قرآن:1 / 187)

پیار بھری نصیحت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انتہائی پیار بھرے انداز میں فرمایا کہ اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی مشکل بات نہیں کیونکہ تم سے پہلے بھی لوگ روزے رکھتے رہے ہیں، لہٰذا اے میرے محبوب ﷺ کی امت تم پریشان نہ ہونا تھوڑی سی مشقت ہے لیکن اس کا انعام بہت بڑا ہے اور وہ انعام یہ ہے کہ تم صاحب تقوی بن جاؤ گے۔ روزے کی برکت سے میرے دوست بن جاؤ گے، ولی اللہ بن جاؤ گے، میں تمہاری غلامی پر اپنی دوستی کا تاج رکھ دوں گا۔ اور یہ انعام اتنا بڑا ہے کہ اس کے مقابلے میں روزے کی مشقت بہت تھوڑی معلوم ہوتی ہے۔

ایک حکمت روزے کی یہ ہے کہ جب تم ایک مہینہ تک جائز نعمتوں سے اور ہماری جائز مہربانیوں سے اپنے نفس کو بچاؤ گے تو امید ہے کہ بعد رمضان تم حرام چھوڑنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

دعا

یا اللہ! ہمارے دلوں میں فرض روزوں کا کمال احترام اور ذوق وشوق نصیب فرما اور اس کے ذریعے ہم کو تقویٰ و پرہیزگاری عطا فرما۔

یا اللہ! آپ نے جو شرعی رخصتیں اپنے کرم سے ہم کو عطا فرمائی ہیں اس کی قدر ہمارے دلوں میں عطا فرما اور ان پر صحیح شکر گزاری کی توفیق نصیب فرما۔ آمین!

دینِ اسلام میں مکمل داخلہ

06۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ

(سورۃ البقرۃ:208)

''اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر مت چلو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

(ریاض القرآن:33)

شان نزول

حضرت عطاء رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب یہ حضرات مسلمان ہوئے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے دین و شریعت پر بھی اپنے ایمان کو برقرار رکھا، ہفتہ کے دن کی تعظیم اور اونٹوں کے گوشت اور اونٹنیوں کے دودھ کو حرام سمجھتے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ تورات بھی تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس پر بھی عمل کرنے کی اجازت دے دیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول:72)

تفسیر

یہ آیت عبداللہ بن سلام اور دیگر علمائے یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جنہوں نے اسلام لانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ ان کو احکام اسلامیہ کی تعمیل کے ساتھ اس کی بھی اجازت دی جائے کہ شریعت موسویہ کے مطابق ہفتہ کے دن کی تعظیم اور اونٹ کے گوشت اور دودھ سے پرہیز کرتے رہیں اور تورات کی بھی تلاوت کرتے رہیں اس میں خدا تعالیٰ کی زیادہ اطاعت اور دین کی زیادہ رعایت معلوم ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال کی اصلاح فرمائی۔ (درسِ قرآن:1/213)

دینِ اسلام میں مکمل داخلہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم دین اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور عقائد سے لے کر اعمال تک اور عبادات سے لے کر اخلاق و معاملات تک اسلام کی تمام ہدایات پر عمل کرو اور ظاہراً و باطناً اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرو۔ یہ نہیں کہ جس حکم کو دل نے چاہا مان لیا ورنہ نہیں۔ یا اسلامی احکام کی جگہ جاہلانہ رسوم وغیرہ کی پابندی کرنا یا اسلام میں داخل ہونے کے بعد دینِ سابق یعنی یہودیت ونصرانیت کی کوئی رعایت کرنا، ایسا کرنا گویا شیطان کی پیروی کرنا ہے اور شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

مسلمانوں کو تنبیہ

اس آیت کے تحت علمائے مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس میں ان لوگوں کے لیے بھی بڑی تنبیہ ہے جنہوں نے اسلام کو صرف مسجد اور عبادت کے ساتھ مخصوص کر رکھا ہے اور معاملات اور معاشرت کے احکام کو گویا دین کا جزو ہی نہیں سمجھتے۔

پیار بھری نصیحت

اسلام نام ہے اس مکمل نظام حیات کا جو قرآن وسنت میں بیان ہوا ہے خواہ اس کا تعلق عقائد وعبادات سے ہو یا معاملات و معاشرت سے ہو یا حکومت وسیاست سے ہو یا تجارت سے، حق تعالیٰ نے جو شرف وفضیلت اور عزت وعظمت اس امت مسلمہ کو عطا فرمایا تھا وہ محض قرآن وسنت کو زندگی کا مکمل دستور العمل بنانے پر عطا فرمایا تھا۔ اس لیے ایمان والوں کو مکمل طور پر اسلام کے احکامات پر عمل کرنے کا حکم فرمایا گیا۔

دعا

اے اللہ پاک! جب آپ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو ایمان واسلام کی دولت عطا فرمائی ہے تو ہم کو اس نعمت کی قدردانی کی بھی توفیق نصیب فرما اور ہم کو جملہ احکامِ اسلامیہ کی پابندی نصیب فرما۔ آمین

انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب

07۔

يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ(سورۃ البقرۃ:254)

''اے ایمان والو! خرچ کروان چیزوں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید وفروخت ہے اور نہ دوستی اور نہ ہی سفارش اور جو منکر ہیں وہی ظلم کرنے والے ہیں۔''(ریاض القرآن:43)

پس منظر

اس آیت سے پہلے جہاد کی تائید اور تقویت کے لیے طالوت اور جالوت کا قصہ ذکر فرمایا گیا تھا جس میں ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب دی گئی اور جہاد کے لیے ہتھیار، آلات اور جنگ کا سامان چاہیے ہوتا ہے، جس کے لیے مال وزر کی بھی ضرورت ہوتی ہے اس لیے اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے۔(درسِ قرآن:1 / 277)

تفسیر

آیتِ مبارکہ میں ایمان والوں کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اے ایمان والو! نیکی کمانے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا موقعہ اس دنیا میں ہی ہے۔ دنیا میں کی ہوئی نیکی اور اس دنیا میں دی ہوئی خیرات وصدقات ہی آخرت میں کام آئیں گے۔ آخرت میں نہ تو تجارتی کاروبار ہوگا کہ عذاب سے بچنے کے لیے نیکی خریدی جا سکے یا کچھ مال وفدیہ دے کر بدی کی سزا سے بچ سکے۔ اس روز اگر ایک گناہ کے بدلے میں انسان تمام روئے زمین کے خزانوں کو دینا چاہے گا تو قبول نہ ہوگا اور نہ کسی کی دوستی کسی دوست کے کام آئے گی اور نہ کسی کی کوئی بغیر حکم الٰہی سفارش کر سکے گا۔(درسِ قرآن:1 / 277)

دنیا میں تو انسان کچھ لے دے کر یا دوستی آشنائی سے یا سفارش سے کام نکال لیتا ہے لیکن قیامت کے دن یہ تینوں راستے بند ہوں گے اور چوتھی صورت تو ناممکن ہی ہے کہ کوئی زبردستی عذاب الٰہی سے اپنے آپ کو بچا لے۔ صاحبِ بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہاں ''الکافرون'' سے مراد زکوٰۃ نہ دینے والے ہیں۔ ترکِ زکوٰۃ کی برائی کی شدت کو ظاہر کرنے کے لیے زکوٰۃ نہ دینے کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

متقین کی دوستی کا فائدہ

آیت سے مطلق دوستی اور سفارش یعنی شفاعت کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ جس دوستی اور سفارش کی یہاں نفی کی جا رہی ہے وہ خاص ہے کفار اور مشرکین کے لیے کیونکہ اہل ایمان کی اہل اللہ اور متقین سے دوستی آخرت میں قائم رہے گی اور کام آئے گی۔

پیار بھری نصیحت

اس آیتِ مبارکہ میں مسلمانوں کو زندگی میں نیک کاموں میں مال خرچ کرنے کا حکم اور ترغیب دی جا رہی ہے کہ جو نیکی اور خیر کا عمل کرنا ہے تو اس زندگی میں کرلو۔ آخرت میں کوئی چیز اعمالِ خیر کا بدل نہ ہو سکے گی، کیونکہ دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزاء ہے۔

دعا

اے اللہ پاک! جو کچھ آپ کی توفیق سے آپ کے راستے میں خرچ ہو جائے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر باعثِ اجر و ثوابِ آخرت بنا دیجیے۔ آمین!

احسان کر کے نہ جتلانے کی ترغیب

08۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰىۙ كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًاؕ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْاؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ (سورۃ البقرۃ:264)

''اے ایمان والو! احسان رکھ کر اور ستا کر اپنے صدقے کو ضائع نہ کرو۔ جس طرح وہ شخص جو اپنا مال دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا پس اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان ہو جس پر کچھ مٹی ہو، پھر اس پر زور کی بارش پڑے اور اس کو بالکل صاف کر دے۔ ایسے لوگوں کو اپنی کمائی کچھ بھی ہاتھ نہ لگے گی اور اللہ منکروں کو راہ نہیں دکھاتا۔'' (ریاض القرآن:45)

پسِ منظر

اس آیت مبارکہ میں صدقہ کے قبول ہونے کی دو منفی شرطیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ صدقہ دے کر احسان نہ جتائیں۔ دوسرے یہ کہ جس کو دیں اس کو عملاً ذلیل و خوار نہ سمجھیں اور کوئی ایسا برتاؤ نہ کریں جس سے وہ اپنی حقارت و ذلت محسوس کرے یا اس کو تکلیف پہنچے۔ (معارف القرآن:1/632)

تفسیر

اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان کو نہایت تاکید کے ساتھ ''منّ'' اور ''اذیٰ'' یعنی صدقہ کے بعد احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے سے منع فرمایا گیا کہ ایسا کرنے سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی ثواب نہیں رہتا۔ (درسِ قرآن:1/295)

مثال سے وضاحت

ایمان والوں کو منافق اور ریاکار کی مثال دے کر سمجھایا گیا کہ جس طرح ایک منافق شخص محض لوگوں کے دکھلاوے کے لیے

صدقہ وخیرات کرتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ پر اس کا ایمان ہے اور نہ آخرت کے دن پر یقین ہے تو ایسے منافق و ریاکار کی خیرات بالکل رائیگاں اور اکارت ہے اور اس کے لیے کوئی آخرت کا ثواب نہیں ہے۔

ریاکار کے صدقے کی مثال

جو شخص ریاکاری سے مال خرچ کرتا ہے اس کے عمل کے رائیگاں اور بے نتیجہ ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک چکنا پتھر ہو اور اس پر معمولی سی مٹی ہو پھر اس پر سخت زور کی بارش ہو جائے تو وہ پتھر مٹی سے بالکل صاف ہو جاتا ہے اور اس پر مٹی کا ایک ذرہ بھی نہیں ٹھہرتا تو ظاہر ہے کہ اس میں دانہ کیا اگے گا۔

حاصلِ کلام

یہی حال ریاکاروں کے غیر مخلصانہ اور ریاکارانہ خیرات کا ہے اور بالکل اسی طرح ریا اور نفاق صدقہ وخیرات کے ثواب کو بہا کرلے جاتا ہے اور ان پر کوئی ثواب نہیں ملتا اور آخرت کے لحاظ سے کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ یہاں سے واضح ہو گیا کہ جس صدقہ وخیرات کے بعد مستحقین پر احسان جتلانا ہو یا ان کو ایذاء پہنچانے کی صورت ہو تو وہ صدقہ باطل ہو جاتا ہے اور خیرات کا ثواب جاتا رہتا ہے۔ اسی طرح شہرت اور ناموری اور دکھلاوے کی نیت سے خرچ کرنا گویا مال کو ضائع کرنا ہے۔ آیت کے آخر میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راستہ نہ دکھائیں گے یعنی اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایات اور آیات جو سب انسانوں کے لیے عام ہیں، کافر جو ان ہدایات پر نظر نہیں کرتے بلکہ تمسخر اور استہزا کرتے ہیں، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ان کو توفیق سے محروم کر دیتے ہیں جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ کوئی ہدایت قبول نہیں کرتے۔ (معارف القرآن:1 / 633)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اخلاص نیت اور رعایتِ شرائط مذکورہ کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے اور مثال سے وضاحت کی کہ نیک نیت اور اخلاص کے ساتھ تھوڑا بھی خرچ کیا جائے تو وہ کافی اور موجبِ ثمراتِ آخرت ہے۔

دعا

اے اللہ پاک! نفاق اور ریاکاری کی خصلت سے ہمارے دلوں کو پاک رکھیے اور کوئی کام ہم سے نام ونمود، ریا اور شہرت کی نیت سے نہ ہونے دیجیے۔ آمین!

انفاق فی سبیل اللہ کی شرائط

09۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ(سورۃ البقرۃ:267)

''اے ایمان والو! خرچ کرو عمدات چیزوں کو اپنی کمائی میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین میں سے پیدا کیا ہے اور ارادہ نہ کرو خراب چیز کا، کہ اس میں سے خرچ کرو حالانکہ تم کبھی اس کو لینے والے نہیں مگر یہ کہ تم چشم پوشی کر جاؤ، اور جان لو کہ اللہ بے نیاز ہے، خوبیوں والا ہے۔'' (ریاض القرآن:46)

شانِ نزول

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے صدقہ فطر، ایک صاع کھجور کے حساب سے ادا کرنے کا حکم دیا تو ایک آدمی ردی کھجوریں لے کر آیا تو قران کی یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کھجوروں کے موسم میں انصار اپنی وسعت کے مطابق اپنے باغات سے کھجوروں کے خوشے لاکر مسجد نبوی کے دوستونوں کے درمیان لٹکی ہوئی رسی کے ساتھ لٹکا دیتے تھے جسے فقراء مہاجرین کھا لیتے تھے۔ اسی اثناء میں ایک آدمی نے (جسے صدقہ کی رغبت کم تھی) اس رسی کے ساتھ ردی کھجوروں کا ایک خوشہ لٹکا دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول:96)

تفسیر

جس شخص کے پاس عمدہ چیز ہو اور اس کے ہوتے ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکمی اور خراب چیزیں خیرات کے نام سے محتاجوں اور مسکینوں کو دے تو ایسا کرنا درست نہیں اور اس عمل کی برائی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اگر تمہیں کوئی ایسی ردی چیز دے تو کیا تم اس کو پسند کرو گے؟ اگر نہیں تو اپنے محتاج بھائی کے لیے کیوں پسند کرتے ہو بالخصوص جب کہ صدقات و خیرات ایک طرح سے حق تعالیٰ شانہ کو ہدیہ دینا ہے۔ ہاں اگر کوئی تنگدست ہو تو اس کے لیے ایسی چیزوں کے خیرات کرنے میں برائی نہیں۔

(درسِ قرآن:1/298)

ایمان والوں کو تنبیہ

اس آیت کے آخر میں ''وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیۡدٌ'' فرما کر مزید تنبیہ فرما دی کہ اس بات کا یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے صدقات کی ضرورت نہیں وہ ان سے بے نیاز ہے کیونکہ وہ غنی ہے۔
اس کے خزانہ میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ یہ احکام محض تمہاری بھلائی اور بہبودی کے لیے نازل کرتا ہے اور وہ حمید ہے یعنی صفات کمال سے متصف ہے اس لیے اس کامل کے نام پر عمدہ سے عمدہ اور پاکیزہ تر چیزیں قربان کرو۔

انفاق فی سبیل اللہ کی شرائط

انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ و خیرات کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہونے کی چھ شرائط ان آیات سے معلوم ہوتی ہیں۔

1۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جائے اس مال کا حلال ہونا۔

2۔ طریقِ سنت کے مطابق خرچ کرنا۔

3۔ صحیح مصرف میں خرچ کرنا۔

4۔ خیرات دے کر احسان نہ جتلانا۔

5۔ ایسا کوئی معاملہ نہ کرنا جس سے ان لوگوں کی تحقیر ہو جن کو یہ مال دیا گیا ہے۔

6۔ جو کچھ خرچ کیا جائے، اخلاص نیت کے ساتھ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ہو، نام و نمود کے لیے نہ ہو۔

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے پیار بھرے انداز میں ایمان والوں کو مثالوں سے سمجھا کر اور وضاحت کر کے ترغیب دی کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے عمدہ اور طیب مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقات و خیرات میں خرچ کریں۔ ایسا کرنے سے انہیں آخرت میں اجر و ثواب ملے گا۔

دعا

یا اللہ! آپ نے ہم کو جو دنیا میں عطا فرمایا ہے اس میں سے طیب مال کو اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما اور بخل سے ہمارے دلوں کی حفاظت فرما۔ اور جو کچھ آپ کی توفیق سے، آپ کے دیے ہوئے مال میں سے، آپ کے راستے میں خرچ ہو جائے اسے اپنی رحمت سے قبول فرمائیے اور اس کو ہمارے لیے آخرت میں باعث اجر و ثواب بنائیے۔ آمین!

سود کے بارے میں احکام

10۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (سورۃ البقرۃ:278)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم مؤمن ہو۔'' (ریاض القرآن:48)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ قبیلہ ثقیف کے بنوعمرو بن عمیر اور قبیلہ مخزوم کے بنومغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ زمانہ جاہلیت میں ان کے آپس میں سودی کاروبار تھے، جب اسلام کا ظہور ہوا اور مکہ معظّمہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن سارا سود ختم کر دیا اور سودی لین دین ممنوع قرار دے دیا۔ چنانچہ بنوعمرو اور بنومغیرہ کے لوگ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جو ان دنوں مکہ کے امیر تھے، بنومغیرہ کہنے لگے ہم سودی لین دین کر کے بد بخت نہیں ہونا چاہتے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ختم کر دیا ہے۔

قولِ ثانی

حضرت عطاء رحمہ اللہ اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ان دونوں نے کھجوروں کے متعلق ادھار کا معاملہ کر رکھا تھا جب کٹائی کا وقت آیا تو کھجوروں کے مالک نے ان دونوں سے کہا کہ جب تم دونوں اپنا سارا حصہ لے لیتے ہو تو میرے اہل وعیال کے لیے بقدر کفایت کچھ نہیں بچتا لہٰذا اگر تم دونوں نصف حصہ لے لو اور میں تم کو پھر دوگنا دے دوں گا؟ وہ دونوں تیار ہو گئے۔ جب میعاد پوری ہو گئی تو ان دونوں نے اضافہ کا مطالبہ کیا اور یہ بات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع کیا۔ پھر یہ آیت بھی نازل ہو گئی تو دونوں نے سمع وطاعت سے فرمان خداوندی کو قبول کیا اور اپنا اصل مال لے لیا۔

قولِ ثالث

امام سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔زمانہ جاہلیت میں دونوں شراکت دار تھے اور سودی لین دین کیا کرتے تھے۔پھر اسلام کا دور آیا اور ان کی سودی کاروبار میں بھاری رقمیں لگی ہوئی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''خبردار جاہلیت کے ہر قسم کے ربا کو ساقط قرار دیا جاتا ہے اور سب سے پہلے جو ربا ہے ساقط کرتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا ربا ہے۔''(آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول:99)

تفسیر

ایام جاہلیت میں عرب میں قبیلہ بنوثقیف سودی کاروبار میں سب سے زیادہ معروف تھا اور اسی قبیلے نے بحالت کفر کہا تھا: ''انما البیع مثل الربوا''کہ بیع بھی تو سود کی مثل ہے۔جب 9ہجری میں یہ مسلمان ہو گئے اور ایک دوسرا قبیلہ بنومغیرہ ان کا حریف تھا وہ بھی مسلمان ہو چکا تھا۔یہ اسلام قبول کرنے کے بعد سودی کاروبار تو سبھی نے چھوڑ دیا تھا لیکن پچھلے معاملات میں بنوثقیف کی سود کی رقم بنومغیرہ کے ذمہ لازم تھی۔انہوں نے اپنے بقایا سود کا بنومغیرہ سے مطالبہ کیا۔بنومغیرہ نے جواب دیا کہ مسلمان ہونے کے بعد ہم سود ادا نہیں کریں گے کیونکہ سود کا جس طرح لینا حرام ہے اسی طرح دینا بھی حرام ہے۔یہ جھگڑا مکہ مکرمہ میں پیش آیا اور مقدمہ امیر مکہ کی عدالت میں پیش ہوا۔چونکہ سابق معاملہ کی رقم سود کا مسئلہ اس وقت تک قرآن میں صاف مذکور نہ تھا اس لیے امیر مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ عریضہ لکھا اور اس معاملہ کے متعلق دریافت کیا کہ کیا فیصلہ کیا جائے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب یہ عریضہ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا فیصلہ ان آیات میں نازل فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد سود کی بقایہ رقم کا لین دین بھی جائز نہیں ہے چنانچہ سب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن کا یہ حکم سن کر اس کے مطابق اپنے مطالبات بھی چھوڑ دیے۔ان آیات مبارکہ میں سود چھوڑنے کے حکم کو''اتقوا اللہ''سے شروع کیا گیا ہے جس میں خوف خدا کا حوالہ دے کر سود چھوڑنے کے حکم کو آسان کرنے کی تدبیر فرمائی گئی۔(درسِ قرآن:1/309)

سود نہ چھوڑنے پر وعید

سود چھوڑ دینے کے حکم کے بعد بطور تاکید شدید کے فرمایا''ان کنتم مومنین''(اگر تم ایمان والے ہو)جس میں صاف اشارہ ہے کہ سود کی پچھلی رقم بھی وصول کرنا مسلمان کا کام نہیں۔اس کے بعد اس حکم کی ممانعت کرنے والوں کو سخت وعید سنائی گئی کہ اگر تم نے سود کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔یہ ایسی وعید شدید ہے کہ کفر کے سوا کسی بڑے

سے بڑے جرم و گناہ پر ایسی وعید کہیں قرآن وحدیث میں نہیں جس سے سودخوری کے گناہ کا انتہائی شدید اور سخت ہونا ثابت ہوا۔

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جو سود کا ایک درہم کھا جاتا ہے وہ 36 مرتبہ بدکاری کرنے سے زیادہ سخت گناہ ہے۔

پیار بھری نصیحت

مسلمانوں کو بطور تاکید شدید حکم دیا گیا ہے کہ مسلمان کی شان کے لائق یہ بات ہے ہی نہیں کہ وہ سود کا معاملہ کرے بلکہ سود کی حرمت کے ساتھ سود کی بقایا رقم کا لین دین بھی اس کے لیے جائز نہیں ہے۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اور تمام عالمِ اسلام کو بالکلیہ سودی کاروبار کے ترک کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمیں سود جیسی وبا سے محفوظ فرما اور ہمیں دین و دنیا کی تباہی و بربادی سے بچا لیجیے۔ آمین!

ادھار لین دین کے اصول وضوابط

11۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰٮهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰٮهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْــَٔمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ (سورۃ البقرۃ:282)

''اے ایمان والو! جب تم کسی مقررہ مدت کے لیے ادھار کا لین دین کرو تو اس کو لکھ لیا کرو، اور اس کو لکھے تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے، جیسا اللہ تعالیٰ نے اس کو سکھایا اسی طرح اس کو چاہیے کہ لکھ دے، اور وہ شخص لکھوائے جس پر حق آتا ہے اور وہ ڈرے اللہ سے جو اس کا رب ہے اور اس میں کوئی کمی نہ کرے، اور اگر وہ شخص جس پر حق آتا ہے ناسمجھ ہو یا کمزور ہو یا خود لکھوانے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو چاہیے کہ اس کا ذمہ دار انصاف کے ساتھ لکھوا دے، اور اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کو گواہ کر لو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو گواہوں میں سے، تاکہ اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری عورت اس کو یاد دلا دے، اور گواہ انکار نہ کرے جب وہ بلائے جائیں اور معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا میعاد کے تعین کے ساتھ اس کو لکھنے میں سستی نہ کرو۔ یہ لکھ لینا ہے اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کا طریقہ ہے اور گواہی کو زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ قرینِ قیاس ہے کہ تم شبہ میں نہ پڑو لیکن اگر کوئی سودا دست بہ دست ہو جس کا تم آپس میں لین دین کیا کرتے ہو تو تم پر کوئی الزام نہیں کہ تم اس کو نہ لکھو مگر جب یہ سودا

کروتو گواہ بنالیا کرو اور کسی لکھنے والے کو یا گواہ کو تکلیف نہ پہنچائی جائے اور اگر ایسا کرو گے تو یہ تمہارے لیے گناہ کی بات ہوگی اور اللہ سے ڈرو، اللہ تم کو سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔'' (ریاض القرآن:49)

پسِ منظر

آیتِ مذکورہ میں قانونِ معاملات (قانونِ معاہدات) کے اہم اصول کا بیان ہے اور اس کے بعد ضابطہ شہادت کے خاص اصول کا ذکر ہے۔

آج کل تو زمانہ لکھنے لکھانے کا ہے اور تحریر ہی انسان کی زبان کی قائم مقام بن گئی ہے، لیکن آپ 1400 سال پہلے زمانے کی طرف مڑ کر دیکھیے تو اس وقت دنیا کا سب کاروبار صرف زبانی ہوتا تھا لکھنے لکھانے اور دستاویز مہیا کرنے کا اصول نہ تھا۔ سب سے پہلے قرآن عظیم الشان نے اس طرف توجہ دلائی۔ (معارف القرآن:1/685)

تفسیر

یہ آیت قرآن کریم کی تمام آیتوں سے بڑی آیت ہے۔ اس پوری آیت میں دَین یعنی ادھار کے لین دین کے احکام کا ذکر ہے۔ اس کی کتابت اور اس پر شہادت وغیرہ کے احکام مذکور ہیں۔ گویا اس آیت میں امور معاشرت اور تمدن کی تکمیل، باہمی صلح اور میل ملاپ، دیانت اور سچائی اور بندوں کی مصالحت کا ایک بے بہا خزانہ مضمر ہے جو دنیا کا کوئی قانون آج تک پیش نہ کر سکا، نہ پیش کر سکتا ہے۔ یہ کمالات شریعت اسلامیہ ہی کے احکامات میں ہیں۔ مگر اس بدنصیبی کو کیا کہیے کہ آج خود مسلمانی کا دعویٰ کرنے والوں کو اس کی قدر و منزلت نہیں اور اتباع شریعت سے جس کا نام از روئے حقارت ''ملا پن'' رکھ لیا ہے دور بھاگتے ہیں۔ (درسِ قرآن:1/312)

ادھار لین دین کے اصول وضوابط

آیت کے اس جز سے ایک وقت مقررہ کے لیے ادھار کرنے کے معاملے کا جواز بیان کیا گیا۔ آیت مبارکہ میں ادھار کے معاملہ کے لکھنے کا جو حکم ہے تو جمہور علماء کے نزدیک یہ لکھنا مستحب ہے۔ اگر کوئی نہ لکھے لکھائے تو گناہ گار نہیں ہوگا۔

1۔ جب آپس میں ادھار کا کوئی معاملہ کسی معین مدت کے لیے کیا جائے تو اس کو لکھ لیا جائے۔

2۔ جب ادھار کا معاملہ کیا جائے تو اس کی میعاد ضرور مقرر کی جائے۔ غیر معین مدت کے لیے ادھار لینا دینا جائز نہیں کیونکہ اس سے جھگڑے اور فساد کا دروازہ کھلتا ہے۔

3۔ کاتب یعنی ادھار کا معاملہ لکھنے والے کو ہدایت کی گئی کہ انصاف کے ساتھ غیر جانبدار ہو کر لکھے اور لکھنے سے انکار نہ کرے۔

یہ کاتب کو لکھنے کا حکم اور انکار سے ممانعت بھی استحباب کے درجہ میں ہے۔اس لیے اگر کاتب لکھنے پر اجرت لے تو جائز ہے۔

4۔دستاویز کی کتابت کا ذمہ دار

دستاویز کی کتابت اس شخص کے ذمہ ہے کہ جس کے ذمہ ادھار ہے۔

5۔خفیف عقل کے ساتھ معاملہ کا طریقہ

اگر ادھار کا معاملہ کسی خفیف العقل سے ہے یعنی ادھار لینے والا اگر مجنون ہے کہ جو نیم پاگل ہو یا نابالغ بچہ ہو یا بہت بوڑھا ہو جو سٹھیا گیا ہو تو ایسی صورت میں ان کی طرف سے ان کے ولی یا سر پرست یا وکیل ومختار کو انصاف کے ساتھ معاملہ لکھنے یا لکھا دینے کا حکم دیا گیا۔ان لوگوں کے لیے ایسے معاملات شرعاً صحیح ونافذ ہونے کے لیے ولی شرعی کی اجازت درکار ہے۔

حاصل یہ ہے کہ چونکہ یہ لین دین کا معاملہ حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہے اس لیے ہر اس امر کی تعلیم دی جارہی ہے جو حقوق العباد کی خاطر خواہ ادائیگی میں معاون ہو۔اس سے حقوق العباد کی اہمیت بھی ظاہر ہے۔

گواہ سے متعلق چند مسائل

آیتِ مبارکہ میں بتلایا گیا کہ دستاویز کی صرف تحریر کو کافی نہ سمجھیں بلکہ اس پر گواہ بھی بنالیں۔ یہاں جو دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ بنانے کا حکم ہے یہ حکم استحبابی ہے۔

سوائے زنا کی حدود وقصاص میں دو مردوں کی گواہی کافی ہے مگر شرط یہ ہے کہ گواہ عورت نہ ہو کیونکہ حدود وقصاص میں عورت کی گواہی معتبر نہیں۔باقی ان کے سوا تمام معاملات میں خواہ مالی ہوں یا غیر مالی دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہے۔

گواہوں کی ذمہ داری

(1) شرعاً اصل مدار دعویٰ کا ثبوت یہی گواہ ہیں۔گو دستاویز نہ ہو اور خاص دستاویز بغیر گواہوں کے ایسے معاملات میں حجت اور معتبر نہیں۔دستاویز لکھنا صرف یادداشت کی آسانی کے لیے ہے کہ اس کا مضمون دیکھ کر یا سن کر طبعی طور پر اکثر تمام واقعہ یاد آجاتا ہے۔

(2) گواہوں میں یہ صفات ہونی چاہئیں:

اسلام، عقل، بلوغت، آزادی (غلام نہ ہونا)

عدالت (بوجہ دین داری کے معتبر ہونا)

(3) گواہ بننے کے لیے بلانے پر چلا جانا مستحب ہے، البتہ گواہ بن جانے کے بعد گواہی ادا کرنے کے لیے جانا یہ بعض صورتوں میں فرض ہے۔

(4) کاتب یا گواہ کو تکلیف دینا یا ضرر پہنچانا حرام ہے۔

اسلام کا مثالی نظامِ عدالت

اسلام نے اپنے نظام عدالت میں جس طرح گواہ کو گواہی دینے پر مجبور کیا ہے اور گواہی چھپانے کو سخت گناہ قرار دیا ہے اسی طرح اس کا بھی انتظام کیا کہ لوگ گواہی سے بچنے پر مجبور نہ ہو جائیں۔ اسی دوطرفہ احتیاط کا یہ اثر تھا کہ ہر معاملہ میں سچے اور بے غرض گواہ مل جائیں اور فیصلے جلد اور آسان ہو جائیں۔

آج کی دنیا نے اس قرآنی اصول کو نظر انداز کر دیا ہے تو سارا نظام عدالت برباد ہو گیا۔ واقعہ کے سچے اور اصلی گواہ ملنا تقریباً مفقود ہو گیا۔ ہر شخص گواہی سے جی چرانے پر مجبور ہو گیا۔ قرآن حکیم نے ان بنیادی ضروریات کو اہمیت کے ساتھ بتلا کر ان تمام خرابیوں کا انسداد فرمایا۔

معاملات کے لکھ لینے کا فائدہ

گواہ بنانے اور معاملہ لین دین کو لکھنے کے حکم کے بعد فرمایا گیا کہ یہ لکھ لینا انصاف کو زیادہ قائم رکھنے والا ہے اللہ کے نزدیک اور شہادت کا زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ سزاوار ہے اس بات کا کہ تم معاملہ کے متعلق کسی شبہ میں نہ پڑو، اس لیے لکھ لینا ہی اچھا ہے مگر یہ کہ کوئی سودا دست بہ دست رکھنے والا ہے جس کو تم باہم لیتے دیتے ہو تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی الزام اور نقصان نہیں اور اتنا اس میں بھی ضرور کیا کرو کہ اس کے خرید وفروخت کے وقت گواہ کر لیا کرو۔

نقد معاملہ ہو تو لکھنا ضروری نہیں

اگر سوداگری کا معاملہ دست بہ دست ہو، جنس کے بدلے جنس یا نقد کی طرح معاملہ ہو۔ مگر ادھار کا قصہ نہ ہو تو اب نہ لکھنے میں گناہ نہیں مگر گواہ اس وقت بھی بنا لینے چاہئیں کہ اس معاملہ کے متعلق کوئی جھگڑا آئندہ پیش آئے تو کام آئے اور لکھنے والا اور گواہ نقصان نہ کر لیں یعنی مدعی اور مدعی علیہ میں سے کسی کا بھی نقصان نہ کرے بلکہ جو حق بات بھی ہو وہ ہی ادا کریں۔

بیع کرتے وقت گواہ قائم کر لینا بہتر ہے

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ

یعنی جب تم باہم خرید وفروخت کرتے ہو تو ایسے موقع پر گواہی کرا لینا بہتر ہوگی یہاں گواہی کرا لینے کا جو حکم ہے یہ وجوب کے لیے نہیں صرف استحباب کے لیے ہے۔

لکھنے والے اور گواہ کو ہدایت

یہاں گواہ اور کاتب کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ جس طرح ہم نے اوپر کاتب اور گواہ کو منع کیا ہے کہ کتابت اور شہادت سے انکار نہ کرے۔ اسی طرح ہم تم کو بھی تاکید کرتے ہیں کہ تمہاری طرف سے بھی کسی کاتب کو تکلیف نہ دی جائے اور نہ کسی گواہ کو اور اگر تم ایسا کرو گے تو تمہیں گناہ ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈرو اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے وہ مت کرو اور اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ تم کو احکام مفیدہ کی تعلیم فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کے جاننے والے ہیں تو وہ مطیع اور عاصی کو بھی جانتے ہیں۔ ہر ایک کو مناسب جزا دیں گے۔

ڈر اور اس کی حکمت

آیت مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا: ''ڈرو اللہ سے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اصول صحیحہ کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ اس کا احسان ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔''

آیت کا خاتمہ خوف خداوندی پر کیا جیسا کہ قرآن حکیم کی خصوصیت ہے۔

آیت کے احکام کا خلاصہ

1۔ جب کسی میعاد کے لیے لین دین کیا جائے تو اس کے لیے لکھت پڑھت اور گواہی ہونی چاہیے۔
2۔ اگر کوئی فریق نابالغ یا ناسمجھ ہو تو اس کا کارندہ یا ولی اس کام یعنی کتابت وشہادت کو انجام دے۔
3۔ کاتب دیانت داری کے ساتھ اپنا فرض انجام دے۔
4۔ گواہی دینے سے انکار نہیں کرنا چاہیے اور شہادت کو چھپانا حرام ہے۔
5۔ اس کا بندوبست کرنا چاہیے کہ کاتب یا گواہ کو اہل معاملہ نقصان نہ پہنچا سکیں۔
6۔ گواہی کے لیے اگر دو مرد معتبر سلیقے کے دستیاب نہ ہو سکیں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنائی جائیں۔

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی آسانی، بھلائی اور خیر خواہی کے لیے ادھار کے لین دین کے ایسے درخشاں اصول وضوابط بتلا

دیے جس کی مثال دنیا کا کوئی قانون آج تک پیش نہیں کر سکا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مومنین پر احسان عظیم ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ایمان والوں سے محبت جھلک کر سامنے آ رہی ہے۔

دعا

اے اللہ پاک! ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرما۔ ہمارے دلوں کو ایمان وتقوی کے نور سے منور فرما۔ ہمیں ان قرآنی ہدایات کی قدر ومنزلت نصیب فرما۔ ہمیں صحیح معنوں میں دیانت داری اور ایمان داری کی توفیق نصیب فرما۔ ہمیں ظاہری اور باطنی امراض سے بچا۔ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرما۔ ہمیں قرآنی احکام کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما اور تمدن ومعاشرت کی جو تعلیم اس آیتِ مبارکہ میں دی گئی ہے اس پر ہمیں عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین!

اہل کتاب کی چالوں سے بچنے کی تاکید

12۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ

(سورۂ آلِ عمران:100)

''اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب میں سے ایک گروہ کی بات مان لو گے تو وہ تم کو ایمان لانے کے بعد پھر منکر بنا دیں گے۔'' (ریاض القرآن:63)

شانِ نزول

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ اوس وخزرج کے درمیان لڑائیاں رہتی تھیں۔ جب اسلام کا دور آیا تو ان کی آپس میں صلح ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی۔ ایک دن ایک یہودی ایسی مجلس میں بیٹھا تھا جس میں اس وقت اوس وخزرج کے لوگ موجود تھے اس نے کچھ اشعار پڑھے جو ان دو قبیلوں میں سے کسی قبیلے نے جنگ کے موقعہ پر پڑھے تھے۔ ان اشعار کو سن کر دوسرے قبیلے کے لوگوں نے کہا کہ ہمارے شاعر نے بھی فلاں فلاں لڑائی میں اس طرح اشعار کہے تھے۔ پھر کہنے لگے کہ آؤ ہم دوبارہ نئے سرے سے جنگ کریں جس طرح پہلے ہوتی تھی چنانچہ ادھر سے آواز آنے لگی: اے قبیلہ اوس والو! ادھر سے بھی آواز آئی: اے قبیلہ خزرج والو! سب اسلحہ وہاں ہتھیار لے کر جمع ہو گئے اور جنگ کے لیے صف بستہ ہو گئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر اس آیت کی تلاوت فرمائی اور اپنی آواز کو بلند کیا۔ جب ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو سنا تو خاموش ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات توجہ سے سننے لگے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات سے فارغ ہو گئے تو سب نے اپنے ہتھیار ڈالے اور باہم بغل گیر ہو کر زار و قطار رونے لگے۔ (آیات قرآنی کے شانِ نزول:127)

قولِ ثانی

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھا یہودی جس کا نام شاس بن قیس تھا۔ وہ زمانہ جاہلیت میں مسلمانوں کے

خلاف سخت بغض، حسد اور کینہ رکھتا تھا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جن کا تعلق اوس وخزرج سے تھا ایک مجلس میں بیٹھے آپس میں محو گفتگو تھے کہ اس یہودی کا ادھر سے گزر ہوا دیکھ کر بڑا جلا کہ دور جاہلیت میں تو یہ لوگ ایک دوسرے کے دشمن تھے لیکن اب اسلام کے زمانہ میں یہ آپس میں مل جل کر بیٹھتے ہیں باہمی اخوت ومحبت ہے اور صلح صفائی ہے۔ کہنے لگا کہ بنو قیلہ کے لوگ ان علاقوں میں جمع ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم! ان کے باہمی مل بیٹھنے سے ہمیں قرار حاصل نہیں ہو سکتا چنانچہ اس نے ایک جوان یہودی کو کہا کہ ان کے پاس جاؤ اور ان کو جنگ بعاث یاد دلاؤ اور اس جنگ میں جانبین سے جو اشعار کہے گئے تھے وہ ان کو یاد دلاؤ۔

جنگ بعاث میں دونوں قبیلوں اوس وخزرج کی لڑائی ہوئی تھی جس میں قبیلہ اوس کو خزرج کے مقابلہ میں کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ اس نوجوان یہودی نے ایسا ہی کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آپس میں جھگڑنے لگے اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں فخر کا اظہار کرنے لگے، یہاں تک کہ دو آدمی ان قبیلوں سے کود پڑے ایک کا نام اوس بن قیظی تھا جس کا تعلق اس کے قبیلہ بنو حارثہ سے تھا اور دوسرے کا نام جابر بن صخر تھا جس کا تعلق خزرج کے قبیلہ بنو سلمہ سے تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو للکارا اور کہنے لگے کہ اگر جی چاہے تو آؤ دوبارہ نئے سرے سے جنگ کریں۔ دونوں فریق غضبناک ہوئے اور کہنے لگے کہ جاؤ ہتھیار لاؤ، جاؤ ہتھیار لاؤ، (حرہ مقام میں) مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ سب لوگ وہاں پہنچ گئے اور اوس وخزرج کے لوگ دور جاہلیت کے نعروں پر متحد ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر ملی تو آپ مہاجرین کی ایک جماعت کے ہمراہ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو فرمایا: ''اے مسلمانوں کی جماعت! کیا تم جاہلیت کی یاد تازہ کرتے ہو حالانکہ میں تم میں موجود ہوں۔ بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اسلام کی بدولت باعزت بنایا تمہارے اندر سے جاہلیت کی باتوں کو ختم کیا اور تمہارے درمیان الفت ومحبت پیدا کی تم دوبارہ کافر بن رہے ہو۔ خدا کا خوف کرو، خدا کا خوف کرو۔''

جب لوگوں نے یہ بات سنی تو پہچان گئے کہ شیطان نے ہی ان کو ورغلایا تھا اور ان کے دشمن کی چال تھی۔ چنانچہ سب نے ہتھیار ڈال دیے، رونے لگے اور ایک دوسرے سے گلے ملنے لگے۔ پھر تابع وفرمانبردار بن کر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ واپس چلے آئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو! یعنی اے اوس وخزرج والو! اگر تم اہل کتاب کی اس جماعت کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں ایمان داری کے بعد کافر بنا دیں گے۔ اہل کتاب سے وہ بوڑھا یہودی شاس اور اس کے ساتھی مراد ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلے ہمیں حضور ﷺ سے زیادہ ناپسند کوئی نہ تھا لیکن جب حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ہماری طرف اشارہ کیا تو ہم باہمی قتل وقتال سے باز آ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ہماری اصلاح فرما دی۔ پھر حضور اقدس ﷺ سے زیادہ محبوب کوئی نہ تھا۔ میں نے کوئی دن پہلے دن سے زیادہ برا اور وحشت ناک نہیں دیکھا اور نہ ہی آج کے دن سے زیادہ خوبصورت کوئی دن کبھی دیکھا۔

تفسیر

ان آیات میں پہلے اہل کتاب کو ملامت کی جاتی ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد تمہارا عجب حال ہے کہ خود بھی قبول حق سے محروم ہو اور دوسروں کو بھی راہ حق سے ہٹانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہو۔ اسلام میں جھوٹے اور فرضی شکوک واوہام نکال نکال کر لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتے ہو کہ اسلام سیدھا راستہ نہیں۔ لیکن یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تمہاری ان سازشوں سے غافل نہیں۔

اہلِ کتاب کو ملامت

پہلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے واسطہ سے اہل کتاب کو خطاب فرمایا تھا، یعنی حضور ﷺ کو ارشاد ہوا تھا کہ آپ اہل کتاب سے ایسا ایسا کہہ دیجیے۔

اگرچہ ان آیات کا سبب نزول خاص ہے لیکن الفاظ کے عام ہونے سے اہل کتاب میں یہود ونصاریٰ دونوں شامل ہیں اور دونوں کو ملامت اور تنبیہ کی جا رہی ہے کہ جب تمہارے سامنے نیکی اور بدی کی راہیں کھول کر بیان کر دی گئیں۔ حق وصداقت کے دلائل واضح کر دیے گئے اور قرآن کریم کی سچی اور پکی باتیں سنا دی گئیں۔ اب تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اہل کتاب کہلانے کے باوجود برابر کلام اللہ یعنی قرآن مجید کے انکار پر تلے ہوئے ہو۔ پھر یہ جہالت وگمراہی کہ خود تو ایمان کی دولت حاصل کرنے سے محروم ہو اور اوپر سے یہ بھی چاہتے ہو کہ دوسروں کو بھی اللہ کے راستے سے روک دو جو لوگ مسلمان ہو چکے ہیں۔ تمہاری کوشش ہے کہ اسلام میں غلط اور جھوٹے عیب نکال کر انہیں دین اسلام سے واپس لے آؤ۔ اور تم یہ بری حرکتیں بے خبری اور لاعلمی میں نہیں کر رہے ہو بلکہ دیدہ ودانستہ جان بوجھ کر حق کو جھٹلانے کی کوشش کر رہے ہو۔ یاد رکھو! تمہارے سب اعمال اللہ کے سامنے ہیں وہ تمہاری نیتوں اور تدبیروں کو خوب جانتا ہے۔ جس وقت تمہیں پکڑے گا پورا پورا حساب لیا جائے گا اور وقت آنے پر تمہیں شدید سزا دے گا۔ (درسِ قرآن: 1/411)

مسلمانوں کو ہدایت وتلقین

اس کے بعد اہلِ اسلام کو عام ہدایت اور تلقین وتعلیم دی جاتی ہے کہ یہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ اسلام اور اہل اسلام کے ہمیشہ سے دشمن ہیں اور ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو دین اسلام سے پھیر کر کفر وشرک کی طرف لے آئیں۔ لہٰذا اگر مسلمان یہود ونصاریٰ کی صحبت اختیار کریں گے یا ان کے کہے پر چلیں گے یا ان کی باتیں مانیں گے تو رفتہ رفتہ ان کی خباثت و شیطانیت مسلمانوں میں بھی سرایت کر جائے گی، جس کا آخری درجہ کفر تک پہنچ جانا ممکن ہوسکتا ہے۔ یہ بھی خدشہ ہے کہ ایسا کرنے والے ایمان کی روشنی سے نکل کر کفر کے اندھیرے میں نہ جا گریں۔

کفر اعتقادی اور کفر عملی

یہاں اہلِ ایمان کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اگر تم اہل کتاب میں سے کسی فرقہ کا کہنا مانو گے تو وہ لوگ تم کو تمہارے ایمان لائے پیچھے کافر بنا دیں گے تو یہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ ایک معنی کفر کے تو متعارف اور مشہور ہیں اور وہ کفر اعتقادی ہے۔

اور ایک معنی یہ ہے کہ اعتقاداً تو مومن ہو مگر کام کافروں جیسے کرے اس کو بھی مجازاً کفر کہہ دیتے ہیں اور کفر عملی یہی ہے۔

حاصلِ آیت مبارکہ

اہل کتاب کی اطاعت سے کفر کا ڈر ہے۔ اگر عقائد میں کی گئی تو کفر اعتقادی ہوگا اور اگر اطاعت اعمال و معاصی میں کی جائے جیسا کہ اس خاص واقعہ میں انصار مدینہ یہود کے اشتعال دلانے سے آپس میں لڑنے کو تیار ہو گئے تھے تو یہ عمل بعض کافروں جیسا ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کی موجودگی کی وجہ سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہدایت اور تلقین کے لیے تو قرآن کی آیات نازل ہو گئیں مگر یہ ہدایت اور تلقین قیامت تک مسلمانوں کے لیے ہے جہاں بھی ہوں جس حال میں بھی ہوں یہود و نصاریٰ کی اطاعت نہ ہو۔

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے بہت محبت بھرے انداز میں ایمان والے مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ تم اہل کتاب یہود و نصاری کے دھوکہ میں مت آنا اور ان کی بات ہرگز مت ماننا ورنہ وہ تمہیں رفتہ رفتہ اسلام اور راہ ہدایت سے پھیر کر پھر کافر بنا دیں گے۔

دعا

اے اللہ پاک! دشمنانِ دین کی شرارتوں سے امت مسلمہ کو محفوظ فرما۔

اے اللہ! یہ یہود و نصاریٰ جو دین اسلام اور مسلمانوں کے ہمیشہ سے دشمن رہے ہیں ان کے مکائد و مفاسد سے امت مسلمہ کی حفاظت فرما۔ اور دشمنانِ دین کی چالوں کو ان ہی پر الٹ کر انہی کی تباہی و بربادی کا باعث بنا۔

اے اللہ! ہمیں دین اسلام کی سچی اور نہ مٹنے والی محبت نصیب فرما۔ آمین!

تقویٰ اور خوف خدا کی تلقین

13۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (سورۂ آلِ عمران:102)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہیے اور تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔

(ریاض القرآن:64)

پسِ منظر

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے باہمی قتل وقتال کو کفر سے تعبیر فرمایا۔ آئندہ آیت میں تقوی، اتفاق، اتحاد اور اسلامی مؤاخات کا حکم دیتے ہیں اور اتفاق واتحاد کا ایک دستور العمل بتایا کہ اول تقوی اور اسلام پر مداومت اور استقامت کا حکم دیا اور پھر حکم فرمایا کہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو۔

تفسیر

یہاں مسلمانوں کو تقویٰ اور خوف خداوندی اپنے دلوں میں پیدا کرنے کی تلقین کی گئی۔

تقویٰ اور اطاعت شعاری کا حکم

تقویٰ اسلام اور ایمان کی روح ہے۔ بغیر تقویٰ اور پرہیز گاری کے اسلامی خصوصیات اور پاکیزہ ایمانی زندگی کا پیدا ہونا محال ومشکل ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر معاملہ میں اپنی ذاتِ پاک سے ڈرنے کا حکم دیا اور وہ بھی اس طرح کے مرتے دم تک کوئی حرکت اسلام کے خلاف نہ ہو۔ جینا ہو تو خالص اسلام پر اور مرنا ہو تو خالص اسلام پر ہو۔ (درسِ قرآن:1/413)

یہاں آیت مبارکہ میں "اتَّقُوا اللّٰهَ" کے بعد "حَقَّ تُقٰتِهٖ" کا جو حکم دیا گیا ہے یعنی اللہ سے ڈرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔

"حَقَّ تُقٰتِهٖ" کی تفسیر میں صحابہ کرام اور علمائے مفسرین کے کئی اقوال منقول ہیں:

قولِ اول

ایک قول تو یہ ہے کہ حق تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہر کام میں کی جائے۔

قولِ ثانی

دوسرے قول کے مطابق حق تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی کی ملامت اور برائی کی پرواہ نہ کی جائے۔(تفسیرِ عثمانی:303)

پیار بھری نصیحت

مؤمنین کو اللہ تعالیٰ پیار بھری نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تقویٰ اختیار کرو۔یعنی ہر مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا پورا ڈر ہونا چاہیے کہ اپنی ہمت کے مطابق پرہیز گاری وتقویٰ کی راہ سے نہ ہٹے اور ہمیشہ اپنے رب سے استقامت کا طالب رہے۔ شیاطین چاہتے ہیں کہ تمہارا قدم اسلام کے راستہ سے ڈگمگا دیں۔تم کو چاہیے کہ انہیں مایوس کردو۔مرتے دم تک کوئی حرکت مسلمانی کے خلاف نہ کرو۔تمہارا جینا اور مرنا خالص اسلام پر ہونا چاہیے۔

دعا

اے اللہ پاک! ہمیں تقویٰ و اطاعت والی زندگی عطا فرما۔ہمیں اتحاد و اتفاق کی توفیق عطا فرما۔ ہر قسم کے انتشار اور تفریق سے ہمیں دور کردے۔آمین!

غیر کے ساتھ راز داری سے ممانعت

14۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (سورۃ آلِ عمران:118)

''اے ایمان والو! اپنے غیر کو اپنا راز دار نہ بناؤ، وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ ان کو خوشی ہوتی ہے تم جس قدر تکلیف پاؤ۔ ان کی عداوت و دشمنی ان کی زبانوں سے نکلی پڑی ہے اور جو ان کے دلوں میں چھپا ہے وہ اس سے بھی سخت ہے۔ ہم نے تمہارے لیے نشانیاں کھول کر ظاہر کر دی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔'' (ریاض القرآن:66)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو یہودیوں اور منافقوں سے قرابت داری، پرانے تعلقات، ہمسائیگی اور رضاعت کی وجہ سے محبت وخلوص سے ملتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے منافقانہ رویہ پر مطلع کرتے ہوئے مسلمانوں کو محتاط رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ (آیات قرآنی کے شانِ نزول:132)

تفسیر

اس آیتِ مبارکہ میں یہود اور منافقین دونوں جماعتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

یہودیوں کے بارے میں روایت

یہودیوں کے بارے میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ اسلام سے قبل جن مسلمانوں کے یہودیوں سے ہمسائیگی وغیرہ کی بناء پر دوستانہ تعلقات تھے وہ اسلام کے بعد بھی قائم تھے۔ ان یہود کی دوستی پر اعتماد کر کے مسلمان انہیں بعض رازدارانہ باتیں بھی بتا دیتے تھے۔

منافقین کے بارے میں روایت

منافقین کے بارے میں یہ روایت ہے کہ مسلمان عام طور پر انہیں مسلمان سمجھ کر ان سے پوری احتیاط نہ کرتے اور اپنی بعض

خفیہ باتیں ان کو بتا دیتے۔ اس طرح سے ان سے نقصان کا اندیشہ تھا۔ اہل ایمان کو یہود و منافقین کے شر سے بچانے کے لیے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (درسِ قرآن: 1/ 430)

رحمت بھری آگاہی

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو رحمت بھری آگاہی دی اور صاف صاف بتا دیا گیا کہ مسلمان مسلمانوں کے سوا کسی اور کو اپنا راز دار نہ بنائیں اور دوسرے مذہب والوں میں سے کسی کو برتاؤ میں صاحبِ خصوصیت نہ بنائیں۔ کیونکہ یہودی ہوں یا عیسائی، منافقین ہوں یا مشرکین، کوئی جماعت مسلمانوں کی خیر خواہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ لوگ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں۔ دینی اور دنیاوی خرابیوں میں مبتلا کریں۔ ان کی خوشی اسی میں ہے کہ مسلمان تکلیف اور مصیبت میں رہیں اور کسی نہ کسی تدبیر سے مسلمانوں کو ضرر پہنچ جائے اور جو دشمنی اور بغض ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت زیادہ ہے لیکن بسا اوقات عداوت و دشمنی کے جذبات سے مغلوب ہو کر کھلم کھلا ایسی باتیں کر گزرتے ہیں جو ان کی گہری دشمنی کا صاف پتہ دیتی ہیں۔ پس عقلمند مسلمان کا کام نہیں کہ ایسے خبیث باطن دشمنوں کو اپنا راز دار بنائے۔ اللہ تعالیٰ نے دوست اور دشمن کا پتہ بتا دیا اب جن میں عقل ہوگی ایسی باتوں سے بچنے کی پوری کوشش کریں گے۔

کافروں سے دوستی کی ممانعت

اگر چہ شانِ نزول ان آیات کا خاص ہے لیکن عمومِ الفاظ سے حکم عام ہے۔ اس طرح گویا تمام مسلمانوں کو غیر مذہب والوں سے خصوصی دوستانہ تعلقات سے منع کیا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک نصرانی کے لیاقت کی بہت تعریف کی گئی اور کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس کو اپنا میر منشی بنا لیں تو بہتر ہوگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہی آیات کی بنا پر انکار فرما دیا اور فرمایا اگر میں ایسا کروں تو مسلمانوں کو چھوڑ کر دوسرے ملت والے کو راز دار بنا لوں گا جو نصِ قرآن کے خلاف ہے۔

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے محبت بھرے انداز میں خطاب کیا اور یہودیوں، منافقین اور غیر مسلموں کی دشمنی اور بغض سے بچانے کے لیے ہدایات دیں:

1۔غیر مذہب والوں سے خصوصی دوستانہ اور محبت کے تعلقات نہ رکھو۔
2۔غیر مذہب والوں کو اپنا ہم راز نہ بناؤ۔
3۔غیر مذہب والوں کو اپنے قومی، ملکی اور ملی انتظامات میں دخیل نہ بناؤ۔

دعا

اے اللہ! ہمارے دلوں میں کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی تمام باتوں سے بیزاری جما دے اور ان کے طور طریقے و معاشرت وتہذیب سے ہم کو نفرت عطا فرما دے۔
اے اللہ! دشمنان دین کی چالوں کو انہی پر الٹ دے جوان کو ملیا میٹ کر دیں۔
اے اللہ! اسلام وایمان کی برکت سے ہم کو اپنے دشمنوں پر فتح ونصرت عطا فرما دے۔آمین!

سود کی ممانعت

15۔

يَاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَةً ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (سورۂ آلِ عمران:130)

''اے ایمان والو! سود کئی گنا بڑھا چڑھا کر نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو۔'' (ریاض القرآن:67)

پسِ منظر

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے سودی معاملات سے متعلق اہم احکام بیان فرمادیے ہیں۔

تفسیر

اس آیتِ مبارکہ میں سود کھانے کی حرمت وممانعت کے ساتھ ''اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَةً'' کا ذکر حرمت کی قید نہیں بلکہ سود کی قباحت کو واضح کرنے کے لیے ہے۔

سود کی ممانعت

پہلی بات یہ فرمائی گئی کہ سود دوگنا چوگنا یا دونے پر دونا مت لو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوگنا چوگنا تو نہ لو اور تھوڑا سود لے لیا کرو۔ بات یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں عربوں میں سود اسی طرح لیا جاتا تھا کہ سود بڑھاتے چلے جاتے تھے اور سینکڑوں کے ہزاروں وصول کرتے اسی صورت کو ''اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَةً'' یعنی دوگنا چوگنا فرمایا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سود تو مطلقاً حرام اور قبیح ہی ہے اور یہ صورت تو بہت ہی زیادہ قبیح ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ میاں مسجد میں گالیاں مت بکو، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسجد سے باہر گالیاں دینا یا گالیاں بکنے کی اجازت ہے، بلکہ مزید برائی اور قباحت کے موقعہ پر ایسے الفاظ بولے جاتے ہیں۔

یہ اس لیے عرض کیا گیا کہ آج کل بعض ہویٰ پرست اس آیت سے مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالتے ہیں کہ ممانعت تو دوگنا یا چوگنا سود لینے کی ہے۔ تو سود قلیل ہو یا کثیر سب حرام ہے۔ (درسِ قرآن:441)

سود میں سراسر نقصان ہے

دوسری بات یہ بتائی گئی کہ گو بظاہر سود سے مال بڑھتا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سود کھانے میں بھلا نہیں ہے، بلکہ تمہارا بھلا اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر سود کھانا چھوڑ دو ورنہ اس کی وعید و سزا بھی سنا دی گئی کہ سود خور جہنم کے اس طبقے میں رکھے جائیں گے جو خاص کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھرے انداز میں سود کی قباحت سے آگاہ کیا کہ بظاہر نظر آتا ہے کہ سود سے مال بڑھ رہا ہے لیکن حقیقت میں گھٹ رہا ہوتا ہے۔ سود چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ ہر صورت میں حرام ہے اور اہل ایمان کو سود سے ممانعت کی نصیحت کی گئی۔

دعا

اے اللہ! ہم کو ظاہر و باطن میں شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرما تا کہ دنیا و آخرت دونوں جہاں میں کامیابی نصیب ہو۔

اے اللہ! سود، جوا اور شراب جیسی حرام چیزوں سے اس ملک کو پاک فرما دے اور تقویٰ و طہارت کی دولت ہم کو عطا فرما دے۔ آمین!

منکرین سے ہوشیار رہنے کی تاکید

16۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ (سورۃ آلِ عمران:149)

’’اے ایمان والو اگر تم منکروں کی بات مانو گے تو وہ تم کو الٹے پاؤ پھیر دیں گے پھر تم ناکام ہو کر رہ جاؤ گے۔(ریاض القرآن:70)

پسِ منظر

غزوۂ احد میں مسلمانوں کی عارضی شکست اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کی افواہ گرم ہونے پر منافقین نے جب جنگ کا پانسا پلٹتے ہوئے دیکھا تو شرارت کا موقعہ مل گیا۔مسلمانوں سے کہنے لگے کہ جب آپ ﷺ ہی نہ رہے تو ہم اپنا ہی دین کیوں نہ اختیار کر لیں جس سے سارے جھگڑے مٹ جائیں۔اس سے منافقین کی خباثت اور مسلمانوں کا بدخواہ و دشمن ہونا ظاہر ہے۔اس لیے آیتِ مذکورہ میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ ان دشمنوں کی بات پر کان نہ لگائیں ان کو اپنے کسی مشورے میں شریک نہ کریں نہ ان کے کسی مشورہ کا اتباع کریں۔(معارف القرآن:2/202)

تفسیر

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو کافروں اور منافقوں کی چالوں سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔غزوہ احد میں مسلمانوں کے دل عارضی شکست کے باعث ٹوٹے ہوئے تھے اور جو شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا،اس سے سخت شکستہ خاطر تھے تو کافروں اور منافقوں نے موقع پایا۔مسلمانوں کو الزامات اور طعنے دینے لگے کہ دیکھو اگر تم سچے دین پر ہوتے تو تمہارے اتنے ساتھی نہ مارے جاتے۔بعض منافقین خیر خواہی کے پردے میں مسلمانوں کو سمجھانے لگے کہ کفار سے لڑنا دانشمندی نہیں،کیونکہ ان کے ہاتھوں تمہیں سخت نقصان پہنچتا ہے۔(درسِ قرآن:1/455)

ہوشیار رہنے کی تاکید

ہوسکتا تھا کہ بعض مسلمان ان کی چال بازیوں میں آجاتے اس لیے حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار فرمادیا کہ ان بدباطن،شریروں

کے کہنے میں مسلمان نہ آجائیں اور سمجھا دیا کہ دشمن کا فریب مت کھانا اور اگر خدانخواستہ ان کے چکموں میں آ گئے تو جس ظلمت سے خدا نے تمہیں نکالا ہے پھر الٹے پاؤں اسی ظلمت میں جا گرو گے اور دین حق کا دامن تمہارے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا جس کا نتیجہ دنیا و آخرت کے خسارہ کے سوا کچھ نہیں۔ان کافروں اور منافقوں کا اصل مقصد مسلمانوں کو ان کے دین سے ہٹانا اور اسلام سے بدگمان کرنا ہے کہ کفار تمہارے دوست اور خیر خواہ ہرگز نہیں اگرچہ وہ کیسا ہی دوستی کا اظہار کریں۔(معارف القرآن:2/203)

پیار بھری نصیحت

اے ایمان والو! کفار و منافقین کا اصل مقصد تمہیں دین سے ہٹانا اور بدگمان کرنا ہے وہ تمہارے دوست ہرگز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا دوست اور مددگار ہے۔اس لیے تمہیں صرف اللہ پر اعتماد کرنا چاہیے۔اگر یہ لوگ تمہارے نصرت و امداد کی کچھ تدبیریں بھی بتلائیں تو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے احکام کے خلاف ان پر عمل نہ کرو۔(درسِ قرآن:1/456)

دعا

اے اللہ پاک! آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے شرک و کفر سے بچا کر ہم کو اسلام و ایمان کی دولت سے نوازا۔
یا اللہ! ہمیں اسلام سے سچی محبت اور تعلق نصیب فرما اور ہمیں ایمان قوت عطا فرما۔
اے اللہ! ہمارے حامی، والی اور ناصر ہو جائیں اور آپ کی نصرت و امداد ہمارے شامل حال ہو جائے۔آمین!

منافقین کی باتوں سے شک میں نہ پڑو

17۔

یَآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ کَانُوْا غُزًّی لَّوْ کَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا لِیَجْعَلَ اللّٰہُ ذٰلِکَ حَسْرَۃً فِیْ قُلُوْبِھِمْ ط وَاللّٰہُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ط وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (سورۂ آلِ عمران:156)

''اے ایمان والو! تم ان لوگوں کے مانند نہ ہو جانا جنہوں نے انکار کیا۔ وہ اپنے بھائیوں کے بارے میں کہتے ہیں جبکہ وہ سفر پر جاتے ہیں یا جہاد میں نکلتے ہیں (اور ان کو موت آجاتی) کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ تاکہ اللہ تعالی اس کو ان کے دلوں میں حسرت کا سبب بنا دے اور اللہ ہی زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔'' (درسِ قرآن:71)

پسِ منظر

پچھلی آیتوں میں منافقین کا یہ قول بیان کیا گیا تھا کہ

''لَوْ کَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا ھٰھُنَا''

''اگر ہمارا کچھ اختیار ہوتا اور ہماری رائے مانی جاتی تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے۔''

اس کو آگے بھی نقل کیا گیا ہے۔ ایسے اقوال سننے سے یہ احتمال تھا کہ مخلص مسلمانوں کے دلوں میں کچھ شکوک وشبہات نہ پیدا ہو جائیں، اس لیے مذکورہ بالا آیات میں مسلمانوں کو ایسے اقوال واحوال سے پرہیز کرنے کی اور موت وحیات کو صرف تابع تقدیر ہونے کی ہدایات دی گئی ہیں۔ (معارف القرآن:2/214)

تفسیر

اس آیتِ مبارکہ میں اہل ایمان کو نصیحت اور تلقین فرمائی گئی ہے کہ وہ اقوال واحوال میں کفار ومنافقین کی مشابہت اور موافقت سے بچیں اور سمجھایا گیا کہ زندگی اور موت تو خدا ہی دیتا ہے یعنی مارنا اور جِلانا تو اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ بہت آدمی عمر بھر سفر کرتے

اورلڑائیوں میں جاتے ہیں مگر موت گھر میں بستر پر آتی ہے اور کتنے ہی گھر کے کونے میں پڑے رہنے کے خوگر ہیں لیکن آخر میں کوئی سبب ہوجاتا ہے کہ وہ باہر نکلیں اور وہیں مریں یا مارے جائیں تو بندے کی روک تھام سے یہ چیز بدلنے والی یا ٹلنے والی نہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو اسی غزوۂ احد میں مشرکین کی طرف سے مسلمانوں سے لڑ رہے تھے لیکن جب بعد میں اسلام لے آئے تو پھر نا معلوم کتنی جنگیں مسلمانوں کی طرف سے لڑیں۔ انہوں نے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ میرے بدن پر ایک بالشت جگہ تلوار یا نیزہ کے زخم کے نشان سے خالی نہیں مگر میں آج ایک اونٹ کی طرح گھر میں مر رہا ہوں۔ خدا کرے کہ یہ دیکھ کر نامردوں کی آنکھیں کھلیں۔ (درسِ قرآن: 1 / 463)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ منافقوں کے اس قول میں مشابہت اختیار نہ کریں کہ اگر لوگ ہمارے پاس رہتے اور سفر یا جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ غزوۂ احد کے واقعات و حالات کو تفصیل سے مسلسل بیان کیا گیا کیونکہ ان واقعات و احوال سے ہر زمانہ اور ہر دور میں بہت کچھ سبق و نصیحت حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ حق و باطل اور ایمان و کفر کا معرکہ و مقابلہ تو ہمیشہ موجود رہے گا۔

دعا

اے اللہ پاک! ہم کو اسلام اور ایمان کی سچی محبت عطا فرما اور کفر و شرک کی باتوں سے بیزاری اور نفرت عطا فرما۔

اے اللہ! ہم کو دین کا سچا اتباع ظاہراً و باطناً نصیب فرما اور کفار و مشرکین کے تشبہ سے کامل طور پر بچنے کا عزم و ہمت عطا فرما۔ آمین! (درسِ قرآن: 463)

فلاح کی امید، صبر، رباط اور تقویٰ کا حکم

18۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورہ آل عمران:200)

''اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو، اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

شانِ نزول:

داؤد بن صالح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھ سے بیان فرمایا کہ اے بھتیجے! کیا تم جانتے ہو کہ یہ آیت کس چیز کے بارے میں نازل ہوئی؟ میں نے کہا: نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا کہ اے میرے بھتیجے! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں سرحد تو ہوتی نہیں تھی کہ اس کی نگرانی کی جائے، اس ''رابطوا'' سے مراد ایک نماز سے دوسری نماز تک کا انتظار کرنا ہے۔

تفسیر:

یہاں اس آیت میں مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے چار باتوں کا حکم فرمایا ہے: ایک اصبروا، دوسرے صابروا، تیسرے رابطوا، چوتھے واتقوا اللہ۔

پہلا حکم اصبروا:

پہلا حکم فرمایا کہ صبر کرو۔ صبر کے لفظی معنیٰ روکنے اور باندھنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں نفس کو خلاف طبع پر جمائے رکھنے کو صبر کہا جاتا ہے۔ صبر کی تین قسمیں ہیں:

1۔ صبر علی الطاعات:

یعنی جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے ان کی پابندی اور بجا آوری میں جو کچھ مشقتیں پیش آئیں ان کو برداشت کرنا اور اپنے نفس کو ان طاعات پر جمائے رکھنا، مثلاً: روزہ میں بھوک پیاس، جہاد میں گرمی میں چلنا، دشمن سے لڑنا اور تبلیغ احکام میں وعظ و پند کی مشقت اٹھانا وغیرہ وغیرہ۔

2۔صبر عن المعاصی:

یعنی جن چیزوں سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے ان سے نفس کو روکنا، اگرچہ وہ نفس کے لیے کتنی ہی مرغوب اور لذیذ ہوں۔ گویا تمام منہیات شرعیہ سے بچنا اور اس میں جو مشقت پیش آئے اسے برداشت کرنا اور ان پر صبر کرنا۔

3۔صبر علی المصائب:

یعنی مصیبت و تکلیف مثل مرض، خوف، تنگدستی، قحط، موت وغیرہ پر صبر کرنا، حد سے زیادہ پریشان نہ ہونا اور سب تکلیف و راحت کو حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر نفس کو بے قابو نہ ہونے دینا۔

دوسرا حکم صابروا:

دوسرا حکم ''صابروا'' فرمایا یعنی دشمن کے سامنے ثابت قدم رہنا، کفار سے مقابلہ ہو تو مظبوطی اور ثابت قدمی دکھلانا یعنی جب کافروں سے تمہارا مقابلہ آ پڑے اور تکلیف میں تم اور وہ مشترک ہوں تو تم ان کے مقابلہ میں مضبوطی دکھلاؤ اور تمہارا صبر کافروں کے صبر پر غالب رہنا چاہیے۔

تیسرا حکم رابطوا:

تیسرا حکم ''رابطوا'' فرمایا۔ یہ ربط سے ہے۔ ربط کے معنیٰ ہیں: باندھنے اور نکالنے کے، خواہ دل کو محبت الٰہی سے باندھے یا جہاد کے لیے گھوڑے باندھے یا شب کو مخالفوں کے لیے پہرہ دینے پر دل باندھے یا انتظار صلاۃ میں دل لگا دے یا عزیز و اقارب سے واسطے قائم رکھے۔ اس لفظ میں ان سب معنوں کی گنجائش ہے اس لیے مفسرین نے ان میں سے ہر ایک معنیٰ اختیار کیے ہیں لیکن اصطلاح قرآن و حدیث میں یہ لفظ اکثر ذو معنیٰ کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اول اسلامی سرحدوں کی حفاظت جس کے لیے جنگی گھوڑے اور جنگی سامان کے ساتھ مسلح رہنا لازمی ہے تاکہ دشمن اسلام اسلامی سرحد کی طرف رخ کرنے کی جرات نہ کرے۔ چونکہ نزول قرآن کے وقت جنگ، نیزہ، تیر، تلوار، گھوڑوں سے ہوتی تھی اس لیے اس وقت کے جنگی سامان یہی تھے۔ اسی حکم میں اِس وقت کے جنگی سامان ہیں۔

دوسرے نماز جماعت کی ایسی پابندی ہے کہ ایک نماز کے بعد ہی سے دوسری نماز کے انتظار میں رہے۔

یہ دونوں چیزیں اسلام میں بڑی عبادت کا درجہ رکھتی ہیں۔ رباط یعنی اسلامی سرحد کی حفاظت کا انتظام یا نماز جماعت کی پابندی اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار دونوں کو حدیث میں رباط فی سبیل اللہ فرمایا ہے اور دونوں کے بڑے فضائل ارشاد

فرمائے گئے ہیں۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں دو چیزیں بتاتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرمادیں اور تمہارے درجات کو بلند کریں، وہ چیزیں یہ ہیں۔ وضو کو مکمل طور پر کرنا باوجود یہ کہ سردی یا کسی زخم درد وغیرہ کے سبب اعضاء وضو کا دھونا مشکل نظر آرہا ہو اور مسجد کی طرف کثرت سے جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ پھر فرمایا ذالکم الرباط یعنی یہی رباط فی سبیل اللہ ہے۔

چوتھا حکم واتقو اللہ:

چوتھا حکم ''واتقو اللہ'' فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اس کی نافرمانی نہ ہو، اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ ہو، ہر حال میں ہر وقت ہر معاملہ میں خوف خدا کیا کرو۔ (درس قرآن: 1 / 501)

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مقصد میں کامیاب اور بامراد ہونے اور دنیا و آخرت میں فلاح و نجات پانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے، تم میرا لحاظ رکھو، میرے خوف سے کانپتے رہو، میرے اور اپنے معاملے میں متقی رہو تو کل جب تم مجھ سے ملو گے تو نجات یافتہ اور بامراد ہو جاؤ گے۔ (تفسیر ابن کثیر: 536)

پیار بھری نصیحت:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پیار بھری نصیحت فرمائی۔ پہلے صبر کا حکم دیا گیا، دوسرا حکم مصابرہ کا جو کفار سے مقابلہ اور مقاتلہ کے وقت ہوتا ہے۔ تیسرا حکم رابطہ کا جو کفار سے مقابلہ کا احتمال اور خطرہ لاحق ہونے کے وقت ہوتا ہے اور سب سے آخر میں تقویٰ کا حکم ہے جو ان سب کی روح اور قبولیت اعمال کا مدار ہے۔ احکام کا یہ مجموعہ تقریباً تمام احکام شرعیہ پر حاوی ہے۔ (معارف القرآن: 2/276)

دعا:

یا اللہ! ہم کو دین اسلام پر استقامت و پختگی نصیب فرما اور ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار بن کر زندہ رہنا نصیب فرما۔ یا اللہ! مومنین مخلصین کی صفات ہم میں پیدا فرما۔ یا اللہ! دشمنان دین اور دشمنان اسلام کے تسلط سے ہم کو بچا لے اور ہم کو ایمان و اسلام پر جم جانے کی توفیق عطا فرما دے۔ (آمین) (درس قرآن: 1 / 472)

عورتوں کوزبردستی میراث میں لینا

19

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا (سورۃ النساء:19)

اے ایمان والو! تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم عورتوں کو زبردستی اپنی میراث میں لے لو، اور نہ ان کو اس غرض سے روکے رکھو کہ تم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس کا کچھ حصہ ان سے لے لو مگر اس صورت میں کہ وہ کھلی ہوئی بے حیائی کریں، اور ان کے ساتھ اچھی طرح گزر بسر کرو۔ اگر وہ تم کو ناپسند ہوتو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تم کو پسند نہ ہو مگر اللہ نے اس میں تمہارے لیے بہت بڑی بھلائی رکھ دی ہو۔ (ریاض القرآن:82)

شان نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی فوت ہوتا تو اس کے اولیاء اس کی بیوی کے زیادہ حق دار سمجھے جاتے تھے۔ اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اس سے شادی کر لیتا اور اگر چاہتا تو اور کسی سے اس کی شادی کر دیتا اور اگر چاہتا تو اس کی شادی نہ کرتا۔ بہر حال! وہ اس کی اہلیہ کے سب سے زیادہ حقدار خیال کیے جاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

قولِ ثانی

مفسرین فرماتے ہیں کہ دور جاہلیت اور اسلام کے ابتدائی دور میں اہلِ مدینہ کا حال یہ تھا کہ جب کوئی آدمی فوت ہو جاتا اور اس کی بیوی ہوتی تو اس کا دوسری بیوی سے بیٹا یا کوئی عصبی قرابت دار آتا اور اپنا کپڑا ہی اس عورت پر ڈال دیتا، جس سے وہ اس عورت کا سب سے زیادہ حق دار ہو جاتا۔ اگر اس سے خود شادی کرنا چاہتا تو بغیر مہر کے شادی کر لیتا۔ مہر صرف وہ ہوتا جو اس کے فوت شدہ خاوند نے اس کو بصورت مہر دیا ہوتا اور اگر چاہتا تو اس عورت کو روک لیتا اور اس کو ضرر پہنچاتا تا کہ وہ مال جو اسے میت کی طرف سے بطور وراثت ملا ہے اس پر فدا کر دے یا پھر اسی حال میں مر جائے اور وہ اس کا وارث بن جائے۔ چنانچہ ابو قیس بن اسلت انصاری کا

انتقال ہوا۔ انہوں نے پسماندگان میں بیوی چھوڑی جس کا نام کبیشہ بنت معن انصاریہ تھا۔ ابوقیس کا دوسری بیوی سے بیٹا ''حصن'' کھڑا ہوا۔ حضرت مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا نام قیس بن ابی قیس تھا۔ اس نے رسم کے مطابق اس پر اپنا کپڑا ڈال دیا۔ پس وہ اس سے نکاح کرنے کا وارث ہو گیا۔ اس نے اس سے نکاح کیا پھر اس کو چھوڑ دیا۔ نہ اس کے قریب آیا اور نہ اس پر خرچ کیا۔ اس کو تکلیف دینا شروع کر دی۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح وہ اپنا مال اس پر قربان کر دے گی۔ چنانچہ حضرت کبیشہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ابوقیس کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا میرے ساتھ نکاح کا وارث ہو گیا۔ وہ مجھے تکلیف دیتا ہے اور اسی حال میں طویل عرصہ گزر گیا ہے۔ نہ وہ مجھے خرچہ دیتا ہے اور نہ میرے ساتھ ہم بستری کرتا ہے اور نہ ہی مجھے آزاد کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اپنے گھر میں بیٹھو یہاں تک کہ اللہ کا حکم تیرے بارے میں نازل ہو۔

(راوی) کہتے ہیں کہ حضرت کبیشہ واپس چلی آئیں۔ مدینہ کی دوسری عورتوں کو پتہ چلا تو وہ بھی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں کہ ہماری حالت بھی کبیشہ جیسی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس سے بیٹے نے نکاح کیا ہے اور ہم سے ہمارے عم زاد بھائیوں نے نکاح کیا ہے۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول: 158)

تفسیر

اس آیتِ مبارکہ میں زمانہ جاہلیت میں عورتوں پر ہونے والے مظالم کا انسداد کیا گیا ہے۔ ایامِ جاہلیت میں منجملہ اور رسوم قبیحہ کے جو عورتوں کے باب میں رائج تھیں، ایک رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص مر جاتا تو اس کا وارث جس طرح اس کا مال لیتا اسی طرح اس کی بیوی کو بھی اپنی میراث اور مِلک سمجھتا۔ اگر دل چاہتا اس سے خود جبراً نکاح بغیر مہر کے کر لیتا اور اگر چاہتا تو دوسرے سے نکاح کر دیتا اور اس کا مہر خود لے لیتا۔ اور کبھی بے رغبتی کے سبب نہ خود نکاح کرتا اور نہ دوسرے سے اس لیے نکاح کرنے دیتا کہ اپنا مال و دولت اپنے ساتھ لے جائے گی۔ غرض اس کو یوں ہی مجبور اور محبوس رکھتا۔ اس پر یا تو وہ بیوی اس کو اپنا مال و متاع دے دیتی تب اس کی جان چھوٹتی یا وہ اس کے گھر مر جاتی تو اس کے مرنے پر اس کی چیز پر قبضہ کرتا اور میت کے مال میں سے بھی عورت کو کوئی حصہ نہ دیتے۔ یہ کارروائی تو وارث کیا کرتے تھے اور کبھی خود شوہر بلاقصور اپنی عورت کے ساتھ بے عنوانی کرتا اور محض اس لیے بیوی کو تنگ کیا جاتا کہ وہ خلع کرنے پر مجبور ہو جائے اور جو مال شوہر اس کو مہر میں دے چکا ہے وہ خلع کے بہانے سے پھر واپس لے لے۔

غرض یہ کہ اس طرح ایام جاہلیت میں طرح طرح کے مظالم ان عورتوں پر روا رکھتے۔ اسلام نے اس آیت اور آئندہ آیات میں ان تمام رسوم قبیحہ کی ممانعت فرما دی، چنانچہ اس آیت میں پہلے ارشاد ہوتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا

اے ایمان والو! تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے جان یا مال کے جبراً مالک ہوجاؤ۔

مال کا مالک ہونا تین طرح ہے:

ایک یہ کہ اس عورت کا جوحق شرعی میراث میں ہے اس کو خود لے لیا جائے اور بیوہ کو نہ دیا جائے۔

دوسرے یہ کہ اس کو نکاح نہ کرنے دیا جائے یہاں تک کہ وہ مرجائے، پھر اس کا مال لے لیں۔

تیسرے یہ کہ خاونداس کو بے وجہ مجبور کرے کہ وہ اس کو کچھ مال دے تب یہ اس کو چھوڑے اور جان کا مالک ہونا یہ تھا کہ مرنے والے کی عورت کو مردہ کے مال کی طرح اپنی میراث سمجھتے تو اس ایک جملہ میں ان سب امور کی ممانعت آ گئی۔

دوسرا ارشاد

وَلَا تَعۡضُلُوۡهُنَّ لِتَذۡهَبُوۡا بِبَعۡضِ مَاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ

اوران عورتوں کو اس غرض سے مقید مت کرو کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان کو دیا ہے اس میں سے کوئی حصہ بھی ان سے وصول کرو۔

اس میں بھی تین صورتیں آ گئیں:

ایک یہ کہ میت کا وارث اس میت کی بیوی کو نکاح نہ کرنے دیتا تھا کہ ہم کو یہ کچھ دے۔

دوسرے یہ کہ خاونداس کو مجبور کرتا کہ مجھ کو کچھ دے تب چھوڑوں۔

تیسرے یہ کہ خاوند طلاق دینے کے بعد بھی بدوں کچھ لیے اس کو نکاح نہ کرنے دیتا۔ ان سب امور کی اس جملہ میں ممانعت ہو گئی مگر بعض صورتوں میں ان سے مال لینا یا ان کو مقید کرنا جائز بتلایا گیا وہ یہ ہے:

اِلَّاۤ اَنۡ يَّاۡتِيۡنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ

مگر یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح ناشائستہ حرکت کریں۔

اس میں بھی تین صورتیں آ گئیں:

(1) ناشائستہ حرکت جیسے شوہر کی نافرمانی اور بدخلقی وغیرہ ہو تو خاوند کو جائز ہے کہ عورت کو بدون مال لیے ہوئے جو مہر سے زیادہ نہ ہو اس کو نہ چھوڑے۔

(2) اگر ناشائستہ حرکت زنا ہو تو ابتدائے اسلام میں نزولِ حدِ زنا سے پہلے خاوند کو جائز تھا کہ بطورِ سزا عورت کو گھر میں مقید رکھے، مگر پھر زنا کی حد نازل ہونے پر یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا۔

(3) یہ بھی ابتدائے اسلام میں قبل نزول حد زنا تھی کہ خاوند کو جائز تھا کہ عورت سے اگر حرکت زنا ثابت ہو تو اس جرمانہ میں اس

سے اپنا دیا ہوا مال واپس کرلے اور اس کو نکال دے۔ اب یہ حکم بھی منسوخ ہے۔ زنا سے مہر کا وجوب ساقط نہیں ہوتا۔

شوہروں کو حکم

آگے خاص شوہروں کو حکم ہے۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

''اوران عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو۔''

یعنی خوش اخلاقی اور نان ونفقہ کی خبر گیری کے ساتھ اور بمقتضائے طبیعت کوئی بات ناگوار ہوتو اس کو برداشت کرنے کی تلقین فرمائی جارہی ہے۔

فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا

اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت دنیوی یا دینی رکھ دے۔ (درسِ قرآن:1 / 528)

پیار بھری نصیحت

یہاں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ عورتوں کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں اخلاق اور سلوک سے معاملہ رکھو۔ جاہلیت میں جیسا ذلت اور سختی کا برتاؤ عورتوں کے ساتھ کیا جاتا تھا اس کو چھوڑ دو۔ پھر اگر تم کو کسی عورت کی کوئی خُو اور عادت خوش نہ آئے تو صبر کرو اور تحمل سے کام لو۔ شاید اللہ تعالیٰ اسی میں تمہارے لیے کوئی نفع کی بات رکھ دے مثلاً وہ تمہاری خدمت گزار خیر خواہ اور ہمدرد ہو یا ایسی ناپسند عورتوں سے تم کو اولادِ صالح عطا فرمادے یا کوئی اولاد بچپن میں پیدا ہوکر مر جاوے اور وہ ذخیرۂ آخرت ہوجاوے ورنہ کم از کم ناپسند چیز پر صبر کرنے کی فضیلت تو ضرور ہی حاصل ہوگی۔

دعا

یااللہ! اسلام نے جو احسانات عورتوں پر کیے ہیں اس کی قدردانی ہماری عورتوں کو نصیب فرما اور اسلام کی پوری پابندی کی ان کو توفیق عطا فرما۔ نیز اسلام نے جو حقوق عورتوں کے مردوں کے ذمے واجب کیے ہیں اللہ سب مردوں کو ان حقوق کو پوری طرح ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ یااللہ! ہماری عورتوں اور مردوں کو اسلام اور ایمان کی زندگی گزارنا نصیب فرما اور سب کو شریعت مطہرہ کی ظاہراً وباطناً پابندی نصیب فرما۔ آمین

ناحق مال کھانے سے بچو

20۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا (سورۃ النساء:29)

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے، اور خون نہ کرو آپس میں، بے شک اللہ تمہارے اوپر بڑا مہربان ہے۔''

پسِ منظر

شروع سورۃ النساء میں تمام انسانوں کا ایک ماں باپ سے پیدا ہونا اور سب کا ایک رشتۂ اخوت میں جکڑے رہنا بیان فرما کر عام انسانوں کے حقوق کی حفاظت اور ان کی ادائیگی کی طرف اجمالی اشارہ فرمایا۔ پھر یتیموں اور عورتوں کا تفصیلی بیان آیا، پھر میراث کے احکام کا بیان ہوا، جس میں یتیموں اور عورتوں کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کی بھی تاکید آئی۔ اس کے بعد نکاح کے احکام آئے کہ کس عورت سے نکاح حلال ہے کس سے حرام، کیونکہ نکاح ایک ایسا معاملہ اور معاہدہ ہے جس سے عورت کی جان اور مال میں تصرف کرنے کا کسی کو حق ملتا ہے۔

مذکورہ آیتوں میں عام انسانوں کے جان و مال کی حفاظت اور ان میں ہر ناجائز تصرف کرنے کی ممانعت کا بیان ہے، خواہ وہ انسان مرد ہوں یا عورتیں اور عزیز رشتہ دار ہوں یا غیر یہاں تک کہ مسلم ہوں یا وہ غیر مسلم جن سے ترک جنگ کا کوئی معاہدہ ہو چکا ہو۔ (معارف القرآن:2/376)

تفسیر

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ۔ یعنی ناجائز طریقہ سے ایک دوسرے کا مال کھانا یا ناحق طور پر کسی دوسرے کے مال میں تصرف کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔ اس میں چوری، جھوٹ، فریب، دغابازی، خیانت، رشوت، سودخوری، لوٹ مار، لاٹری، سٹہ وغیرہ ناجائز امور آ گئے اور ان سب طریقوں سے مال حاصل کرنے کی ممانعت ہو گئی۔ اور کسی کے مال میں ناحق و ناجائز طریقوں سے تصرف کرنا حرام قرار دیا گیا لیکن جائز طریقوں کو اس حرمت سے مستثنیٰ فرما دیا۔

استثنائی صورت

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِلَّآ اَنۡ تَكُوۡنَ تِجَارَةً عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡكُمۡ

یعنی دوسروں کا وہ مال حرام نہیں جو بذریعہ تجارت باہمی رضامندی سے خرید وفروخت، سوداگری یا تجارت کرو۔ کسی کاروبار میں شامل ہوکر مال حاصل کروتو اس مال کا حاصل کرنا، ناجائز نہیں۔ اب یہ باہمی رضامندی خواہ قول ہو یا فعل یا رواج، غرضیکہ ناجائز ذرائع سے پرایا مال حاصل نہ کرنے کا حکم اور فریقین کی رضامندی سے تجارت، سوداگری اور خرید وفروخت کرنے کی اجازت دی گئی لیکن یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ یہ اجازت تجارت اور خرید وفروخت کی صرف انہی صورتوں کو جائز ٹھہراتی ہے جن کا جواز نبی کریم ﷺ کی احادیث سے ثابت ہے اور جو تجارت اور بیع وشراء کی شرعاً جائز صورتیں ہیں وہی اس اجازت میں داخل ہیں اور جہاں تجارت کے نام پر جوا، سٹہ، قمار اور سود کا معاملہ ہو وہ حقیقت کے لحاظ سے تجارت ہی نہیں بلکہ ایک قسم کا دھوکہ اور فریب ہے۔ اس طرح تجارت اور بیع وشراء کی جتنی ناجائز صورتیں ہیں سب اجازت سے خارج ہیں۔ (درسِ قرآن:1 /542)

انسانی زندگی کا تحفظ

اور تم ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو، یعنی کسی مسلمان کا خون ناحق بہانا اور بلاوجہ قتل کرنا ممنوع اور حرام ہے۔ اس جملہ میں جانی حقوق کی حفاظت کا حکم آ گیا۔ حاصل مطلب یہ نکلا کہ نہ کسی کا مال دھوکہ، فریب، جبر وظلم سے حاصل کرو، نہ کسی کی بلاقصور جان لینے کی کوشش کرو، بلکہ ایک کا مال دوسرے کی نظر میں ویسا ہی محترم ہونا چاہیے جس طرح اپنا مال ہوتا ہے۔ اور دوسرے کی جان بھی ایسی ہی پیاری ہونی چاہیے جیسے اپنی ہوتی ہے۔ آگے فرمایا: جتلا دیا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں کہ جان و مال کا احترام تم پر واجب کردیا اور بلا وجہ کسی کے مال وجان میں تصرف کرنے سے منع فرمادیا اور تم پر ایسے احکام بھیجے جن میں سراسر تمہارے لیے خیر ہی خیر ہے۔

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے اپنی محبت جتلا کر فرمادیا کہ اے میرے پیارے بندو! بلاوجہ کسی کے مال اور جان میں تصرف کرنے سے تمہیں منع کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں سراسر تمہارے لیے خیر ہے۔

دعا

یا اللہ! ہم کو ناجائز طریقہ سے مال حاصل کرنے کے گناہ سے بچا لیجیے اور جائز اور مشروع طریقوں سے ہم کو اکل حلال نصیب فرما۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دوسرے کے جان و مال کے حقوق کی پابندی اور ان کا احترام نصیب فرما۔ ہم کو کسی کے جان و مال میں بے جا تصرف سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔ آمین!

نماز کے آداب کی تاکید

21۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (سورۃ النساء:43)

اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہوتو اس وقت تک نماز کے قریب ہی نہ جانا جب تک تم جو کچھ کہہ رہے ہو، اسے سمجھنے نہ لگو، اور نہ ہی جنابت کی حالت میں جب تک کہ غسل نہ کرلو سوائے اس کے کہ تم مسافر ہو، اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی استنجا کر کے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو، پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کا (اس مٹی سے) مسح کرلو، بے شک اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا بڑا بخشنے والا ہے۔ (ریاض القرآن:86)

آیتِ مبارکہ کے پہلے حصے کا شانِ نزول

یہ آیت مبارکہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی جو (حرمت سے قبل) شراب پی کر نماز میں نشہ کی حالت میں شریک ہو جاتے تھے۔ انہیں معلوم نہ ہوتا کہ انہوں نے کتنی رکعتیں پڑھنی ہیں اور وہ اپنی نماز میں کیا پڑھ رہے ہیں۔ ابوعبدالرحمن کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کھانا تیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب رضی اللہ عنہم کو دعوت دی۔ چنانچہ جب سب کھانے پینے سے فارغ ہو گئے اور نماز مغرب کا وقت ہو گیا تو ایک شخص آگے بڑھا اور اس نے مغرب کی نماز پڑھانا شروع کی تو سورہ کافرون کو ٹھیک طرح سے نہ پڑھ سکا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیتِ مبارکہ کے دوسرے حصے کا شانِ نزول

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم کسی سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جب مقام بیداء یا ذات الجیش مقام پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ اس ہار کی تلاش کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرنا پڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے لوگوں کو بھی رکنا پڑا۔ وہ

جگہ بھی ایسی تھی کہ وہاں پانی موجود نہ تھا اور لوگوں کے پاس بھی پانی نہیں تھا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک میری ران پر رکھ کر سو گئے تھے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور سب لوگوں کو روک لیا حالانکہ یہاں کہیں پانی نہیں ہے اور نہ کسی کے پاس پانی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ پر بہت ناراض ہونے لگے اور جو اللہ کو منظور تھا مجھے کہا سنا۔ اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کچوکے لگانے لگے، میں نے صرف اس خیال سے حرکت نہیں کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ران پر سر مبارک رکھے سو رہے تھے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک سوئے رہے اور پانی کا نام ونشان نہ تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔ سب نے تیمم کیا تو حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے آلِ ابی بکر رضی اللہ عنہ! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر ہم نے وہ اونٹ اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو ہار اسی کے نیچے سے مل گیا۔(رواہ البخاری ومسلم)

تفسیر

آیتِ مبارکہ کے پہلے حصہ میں نماز اور اس کے آداب کی تاکید بیان فرمائی ہے۔مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں اس خاص موقع پر نماز کی تاکید کے ارشاد فرمانے سے دو نفع معلوم ہوتے ہیں۔

اول یہ کہ احکام کثیرہ مذکورہ بالا میں جن میں حقوق ومعاملات باہمی اور عبادات جانی ومالی کا ذکر تھا، ان سب کو بجالانے کے ساتھ بخل، ریا، خود پسندی اور بڑائی سے بھی مجتنب رہنا چونکہ نفس پر شاک ہے اور سننے والوں کو خلجان کا موقع ہے تو اس دشواری اور خلجان کا علاج بتانا منظور ہے۔یعنی نماز کو اس کی شرائط اور آداب ظاہری اور باطنی کے ساتھ ادا کرو گے تو جملہ اوامر ونواہی مذکورہ بالا کی تعمیل تم پر سہل ہوجائے گی کیونکہ نماز کی وجہ سے جملہ اوامر وعبادات میں سہولت اور رغبت اور تمام منہیات اور معاصی سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے جیسا کہ دیگر آیات اور احادیث میں مذکور ہے۔

دوسرا نفع

دوسرا نفع یہ ہے کہ احکام سابقہ کثیرہ کو سن کر بعید نہیں جو کاہل کم ہمت اپنے آپ کو مجبور خیال کر کے ہمت ہار دے اور اس کاہلی کا اثر نماز میں بھی ظاہر ہونے لگے جس کے شرائط وآداب بہت کچھ ہیں اس لیے نماز کا اہتمام مناسب ہوا۔ الحاصل جو کوئی نماز کا اہتمام اور التزام رکھے گا اس کو دیگر احکام جانی اور مالی میں بھی سہولت ہوگی اور جو کوئی دوسرے احکام میں بے پرواہی اور کاہلی کرتا ہے اس سے اقامتِ صلوٰۃ میں بھی کوتاہی کرنا بعید نہیں۔اس غرض سے اس خاص موقعہ پر نماز کے متعلق تاکید اور بعض ہدایتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھنے کا حکم

نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھنے کا حکم اس وقت تھا جب تک شراب کی حرمت اور قطعی ممانعت نازل نہ ہوئی تھی۔ بعد میں جب شراب حرام ہوگئی تو نشہ نہ نماز کے اوقات میں درست رہا اور نہ غیر نماز کے اوقات میں۔ پس آیت کا یہ حکم تو اب منسوخ ہے۔

شراب کی تدریجی حرمت کی حکمت

شراب نوشی عرب کی پرانی عادت تھی اور پوری قوم اس عادت میں مبتلا تھی بجز چند مخصوص حضرات کے، جن کی طبیعت ہی کو اللہ تعالیٰ نے ایسا سلیم بنا دیا تھا کہ وہ اس خبیث چیز کے پاس کبھی نہیں گئے۔ جیسے نبی کریم ﷺ کہ نبوت سے پہلے بھی آپ ﷺ نے کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک شراب نوشی اور نشہ کرنا حرام تھا۔ اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو اس سے بچانا مطلوب اور مقصود تھا مگر یکا یک اس کو حرام کر دیا جاتا تو لوگوں پر اس حکم کی تعمیل سخت مشکل ہو جاتی، اس لیے ابتداء اس پر جزوی پابندی عائد کر دی گئی اور اس کے خراب اثرات پر تنبیہ کر کے ذہنوں کو اس کے چھوڑنے پر آمادہ کیا گیا۔ چنانچہ ابتداء اس آیت میں صرف یہ حکم ہوا کہ نشے کی حالت میں نماز کے پاس مت جاؤ جس کا حاصل یہ تھا کہ نماز کے وقت نماز کا ادا کرنا تو فرض ہے اس لیے اوقات نماز میں شراب استعمال نہ کی جائے جس سے مسلمانوں نے یہ محسوس کر لیا کہ یہ ایسی خراب چیز ہے جو انسان کے لیے نماز سے مانع ہے۔ بہت سے حضرات نے تو اسی وقت سے اس کے چھوڑنے کا اہتمام کر لیا اور دوسرے مسلمان بھی اس کی خرابی اور برائی کو سوچنے لگے۔ آخر سورہ مائدہ کی آیت میں شراب کے ناپاک اور حرام ہونے کا قطعی حکم آ گیا اور ہر حال میں شراب پینا حرام ہو گیا۔

آیتِ مبارکہ کے اگلے حصہ کی تفسیر

یہاں جو یہ حکم دیا گیا کہ حالت جنابت میں بھی جبکہ غسل فرض ہو نماز مت پڑھو جب تک کہ غسل نہ کر لو تو یہ حکم اس حالت کا ہے جبکہ کوئی عذر غسل کرنے سے مانع نہ ہو۔ اگر عذر کی حالت ہو اور پانی کے استعمال سے معذوری اور مجبوری ہو تو ایسی صورت میں تیمم کی اجازت دی گئی ہے۔

پانی کے استعمال سے معذوری کی تین صورتیں

آیت کے اس حصے میں پانی سے معذوری کی تین صورتیں بتلائی گئی ہیں:

(1) بیماری، کہ پانی اس میں ضرر کرتا ہے۔

(2) سفر درپیش ہے اور پانی اتنا موجود ہے کہ وضو کر لے تو پیاس سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے۔ دور تک پانی نہ ملے گا۔
(3) پانی بالکل موجود ہی نہیں ہے اور پانی موجود نہ ہونے کی صورت کے ساتھ دو صورتیں طہارت کے ضروری ہونے کی بیان فرمائیں۔

ایک یہ کہ کوئی استنجا سے فارغ ہو کر آیا، اس کو وضو کی حاجت ہے یا بیوی سے قربت کی ہو اور غسل کی حاجت ہو تو ان دونوں صورتوں میں پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کا حکم دیا گیا۔ (درسِ قرآن: 1 / 558-560)

تیمم کا طریقہ

تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ تیمم کرنے سے پہلے نیت یعنی دل میں ارادہ کر لے کہ میں پاک ہونے کے لیے تیمم کرتا ہوں یا نماز پڑھنے کے لیے تیمم کرتا ہوں۔ تیمم میں نیت فرض ہے۔

اس کے بعد دونوں ہاتھ پاک زمین پر مارے اگر گرد زیادہ لگ جائے تو اسے جھاڑ دیں اور ہاتھوں کو تمام منہ پر پھیریں کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے۔ پھر اسی طرح دوبارہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارے اور دونوں ہاتھوں پر مع کہنیوں کے اس طرح پھیرے کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے جہاں ہاتھ نہ پہنچا ہو۔ اگر بال برابر ناخن برابر بھی کوئی جگہ چھوٹ جائے گی تو تیمم نہ ہوگا اس لیے اگر انگوٹھی یا چھلہ پہن رکھا ہے تو اسے اتار کر تیمم کرنا چاہیے تا کہ کوئی جگہ ہاتھ پھیرنے سے چھوٹ نہ جائے۔

جو چیز زمین کی جنس سے ہو اس سے تیمم کر سکتے ہیں مثلاً: مٹی، ریت، پتھر، گچ، چونا، ہڑتال، سرمہ، مردہ سنگ، گندھک، گیرو، پکی اینٹ، مٹی کے برتن خواہ اس میں پانی بھرا ہو یا خالی ہو، نمک جو کان سے نکلتا ہے وغیرہ۔

جن اشیاء سے تیمم درست نہیں

راکھ، سونا چاندی، فولاد، پیتل، تانبہ، لکڑی، گھاس وغیرہ پر تیمم درست نہیں ہے۔ تکیہ، گدا، کپڑے پر بھی تیمم درست نہیں۔ ہاں اگر ان پر اتنی گرد ہے کہ ہاتھ مارنے سے گرد اڑتی ہے تو ان پر تیمم کر سکتے ہیں۔

تیمم وضو اور غسل کا ایک ہی ہے صرف نیت الگ الگ ہے کہ اس میں وضو کے قائم مقام ہونے کا خیال کرے اور اس میں غسل کے قائم مقام ہونے کا۔ اگر وضو اور غسل دونوں کے لیے ایک ہی تیمم کیا جائے تو یہ بھی درست ہے۔

تیمم ٹوٹنے کی صورتیں

جس عذر کے سبب سے تیمم کیا گیا اس عذر کے زائل ہو جانے سے تیمم جاتا رہتا ہے۔ مثلاً: کسی شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے

تیمم کیا تھا پھر جب پانی مل گیا تو وہ تیمم جاتا رہا۔اور جن باتوں سے وضوٹوٹ جاتا ہے انہی باتوں سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

پیار بھری نصیحت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیار بھرے انداز میں اہلِ ایمان کونصیحت بھرا حکم دیا کہ نشے کی حالت میں نماز کے نزدیک نہ جاؤ۔اگر مسافر،مریض یا جو استنجاء کر کے آیا ہو یا بیوی سے قربت کی ہوتب بھی نماز کے قریب نہ آئے جب تک وضواور غسل نہ کر لے لیکن اگراسے پانی میسر نہ آئے تو ایسی صورت میں انہیں تیمم کرنے کی اجازت ہے۔

دعا

یا اللہ! ہم کواور تمام مسلمانوں کوآ دابِ ظاہری اور آ دابِ باطنی کے ساتھ نماز قائم کرنے کی توفیق عطا فرما۔شراب نوشی کی تباہی وبربادی سے اہلِ ایمان کی حفاظت فرما۔ہم کوحضر وسفر، بیماری وتندرستی ہر حال میں شریعت مطہرہ کی پابندی ظاہراًو باطناً نصیب فرما اوردی گئی آسانیوں کی قدردانی اور شکرادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔آمین

باہمی اختلاف کا بہترین حل

22۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (سورۃ النساء:59)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے ذمہ داروں کی، پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کے حوالے کر دو، اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بات اچھی ہے اور اس کا انجام بہتر ہے۔ (ریاض القرآن:88)

شانِ نزول

ایک بار حضور اقدس ﷺ نے فوج کا ایک دستہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت اور سرداری میں جہاد پر روانہ کیا۔ اس لشکر میں حضرت عمار بن یاسر بھی تھے۔ جب اسلامی لشکر منزل مقصود کے قریب پہنچا تو اخیر رات میں ایک پڑاؤ پر قیام کیا اور خیال کیا علی الصباح کفار کی بستی پر حملہ کر دیں گے۔ کسی جاسوس سے کفار کو یہ اطلاع مل گئی اور وہ لوگ صبح ہونے سے قبل ہی بھاگ گئے اور تمام بستی ویران کر گئے۔ صرف ایک شخص وہاں باقی رہ گیا۔ اول اس نے تمام بستی کے بھاگے ہوئے لوگوں کا سامان اور اسباب جلوا دیا پھر رات کو ہی مسلمانوں کی فوج میں آ کر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد کہا کہ میری قوم کو جب تمہاری آمد کی خبر معلوم ہوئی تو سب لوگ بھاگ گئے صرف میں باقی رہ گیا اور اس وقت حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اگر میرا یہ ایمان میرے لیے کل کو سودمند ہو سکتا ہے تو مجھے اطمینان دلا دیجیے ورنہ مجھے اجازت دیجیے کہ میں بھاگ جاؤں۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں تمہارا ایمان تمہارے لیے مفید ہو گا، تم اطمینان رکھو۔

بالآخر جب صبح ہوئی تو مسلمانوں کے سپہ سالار نے کافروں کی بستی پر یورش کی لیکن وہاں سوائے اسی ایک مرد کے اور کوئی موجود نہ تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسی کو گرفتار کرا لیا۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے اس شخص کو چھوڑ دیں، یہ مسلمان ہو گیا ہے اور میری امان

میں ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بولے: تم امان دینے والے کون ہو سپہ سالار اور امیرِ لشکر میں ہوں۔

غرض آپس میں کچھ بات بڑھی اور معاملہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی امان دہی کا حکم برقرار رکھا اور فرمایا پھر کبھی کسی امیر کے خلاف امان نہ دینا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تیز کلامی پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے خالد! اپنی زبان روکو۔ یاد رکھو جو عمار کو برا بھلا کہے گا وہ خدا کا دشمن ہے اور جو عمار پر لعنت کرے گا وہ خود ملعون ہوگا۔ پھر تو یہ کیفیت ہوئی کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ آگے آگے ہیں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کو منانے کے لیے خوشامد کر رہے ہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (درسِ قرآن: 1/576)

تفسیر

اس آیتِ مبارکہ میں ان تین باتوں کا حکم ہو رہا ہے جو اسلام کے سیاسی اور ملکی نظام کی روح اور اصل الاصول کی کنجی ہے۔

(1) اطیعوا اللہ، یعنی اللہ کی اطاعت جو اس کے بھیجے ہوئے قانون اور احکام یعنی قرآن مجید کی اطاعت کرنے سے ہوگی۔ جو چیز قرآن میں حلال ہے اس کو حلال سمجھو اور جو چیز حرام ہے اس کو حرام جانو یعنی قرآن کو دستور العمل بنالو۔

(2) اطیعوا الرسول، یعنی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت۔ یہ آپ ﷺ کے احکام کی تعمیل سے ہوگی۔ آپ ﷺ کا اتباع اور پیروی آپ ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر چلنے اور اس کے موافق زندگی گزارنے سے نصیب ہوگی۔

(3) واولی الامر، اور صاحبِ حکومت کی اطاعت۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد مسلمان حکام ہیں جن کے ہاتھ میں نظامِ حکومت ہے اور جو شریعتِ اسلامیہ کے مطابق احکام نافذ کرتے ہیں اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر خود بھی عمل پیرا ہیں اور دوسروں کو بھی عامل بناتے ہیں۔

بعض کے نزدیک علمائے دین، فقہاء، مفتی و قاضی مراد ہیں جو خود بھی عادل ہوں اور شریعت کے مطابق حکم دیتے ہوں کہ وہ رسول کریم ﷺ کے نائب ہیں اور نظامِ دین ان کے ہاتھ میں ہے۔

بعض کا کہنا ہے کہ یہ لفظ دونوں طبقوں کو شامل ہے، یعنی علماء و فقہاء کو بھی اور امراء و حکام کو بھی۔ کیونکہ احکام امر و نہی دونوں کے ساتھ وابستہ ہیں تو ایسے علمائے دین یا عادل سلاطین کے احکام کی تعمیل بھی لازم ہے۔

باہمی اختلاف کا حل

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

یعنی کسی بات میں تمہارے درمیان کچھ اختلاف ہو جائے تو چاہیے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف رجوع کرو۔ یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے اس کا فیصلہ تلاش کرو۔ اللہ کی کتاب اور احادیث رسول اللہ ﷺ جس کے صحیح ہونے کا حکم دے وہ صحیح ہے باقی غلط۔ بس یہاں صریح اور صاف لفظوں میں اللہ عزوجل کا حکم ہو رہا ہے کہ مسلمان جس معاملہ میں آپس میں اختلاف کریں خواہ وہ اصول میں سے ہو یا فروع میں سے، اس کے تصفیہ کی صرف یہی صورت ہے کہ کتاب اور سنت کو حاکم مان لیا جائے اور ان کا حکم قبول کر لیا جائے اور اس امر کی تاکید کے لیے آگے ارشاد ہوتا ہے:

اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ

یعنی امورِ دینیہ میں قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنا ایمان باللہ اور تصدیقِ قیامت کی علامت ہے۔ جو شخص خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ اگر باہمی اختلاف ہو تو قرآن اور حدیث کی کسوٹی پر جانچ لیں۔ جو فیصلہ قرآن و حدیث رسول اللہ ﷺ سے مل جائے اس کو قبول کر لیں۔ آخر میں ارشاد ہوتا ہے:

ذٰلِكَ خَيۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا

یہ امور جو مذکور ہوئے یعنی اطاعت اللہ کی، رسول کی اور اولی الامر کی۔ اور حوالہ کرنا تنازعات کا کتاب اور سنت کی طرف۔ یہ سب امور دنیا میں بھی بہتر ہیں اور آخرت میں بھی۔ ان کا انجام بہت اچھا ہے۔ دنیا میں امن وراحت اور آخرت میں نجات وسعادت۔

(درسِ قرآن: 1/ 577)

پیار بھری نصیحت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھری نصیحت کی ہے کہ اللہ، رسول اللہ ﷺ اور اولی الامر کی اطاعت کرو اور اگر آپس میں کوئی اختلاف ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو اور ایسا کرنا ایمان باللہ اور تصدیقِ قیامت کی علامت ہے اور یہ سب امور دنیا میں بھی بہتر ہیں اور آخرت میں بھی بہتر ہیں۔

دعا

یا اللہ! ہمارے حاکموں کو عدل وانصاف کی صفت عطا فرما اور ان کو صحیح معنی میں اولی الامر بننے کی توفیق عطا فرما۔ ہم کو اپنے اختلافات قرآن وحدیث کے احکام کے ماتحت دور کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما۔ اور ہر اختلافی اور نزاعی معاملہ میں ہم کو اپنی کتاب اور اپنے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنے اور قرآن وسنت کے فیصلہ کو تسلیم کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین

احیائے دین کے لیے جہاد کا حکم

23۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَکُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا (سورۃ النساء:71)

''اے ایمان والو! اپنی حفاظت کا انتظام کرلو پھر نکلو جدا جدا یا اکٹھے ہو کر۔'' (ریاض القرآن:90)

شانِ نزول

شروع اسلام میں اہل اسلام جب کہیں جہاد پر جاتے اور لشکر کی تیاری کر کے شریک جہاد ہوتے تو عبداللہ بن ابیٔ جو مدینہ میں منافقوں کا سردار بنا ہوا تھا اور بعض دیگر منافقین حیلہ بہانہ کر کے اسلامی لشکر کے ساتھ جنگ پر نہ جاتے۔ اگر اسلامی لشکر کو اس جنگ میں کوئی حادثہ اور تکلیف پہنچتی تو وہ منافقین بہت خوش ہوتے اور کہتے کہ خدا نے ہم پر مہربانی فرمائی کہ ہم شریکِ جنگ نہ ہوئے۔ اور اگر اسلامی لشکر فتح مند ہو کر کامیاب واپس آتا اور مال غنیمت باہم تقسیم ہوتا تو افسوس کے طور پر کہتے کہ کاش! ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تو غنیمت میں شریک ہو کر نہال ہو جاتے۔ یعنی ان منافقین کا مطمح نظر فقط دنیاوی نفع ہے اور بس مالی فائدے کو وہ اپنی بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔ خدا کی اطاعت و فرمانبرداری سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔ منافقین کا یہ حال بتلا کر مسلمانوں کو نصیحت کی گئی کہ اہل ایمان کو چاہیے کہ ان دنیا طلب لوگوں کی طرح دنیاوی نفع پر نظر نہ رکھیں بلکہ دنیاوی زندگی کو فروخت کر کے اس کے بدلے آخرت خرید لیں اور خدا کی راہ میں دشمنانِ دین سے محض خدا کے لیے جہاد و قتال کریں۔ اور پھر خواہ قتل یعنی شہید ہو جائیں یا غالب آ کر دشمن پر کامیاب ہو جائیں۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ ان کو آخرت کا وہ اجر عظیم عطا فرمائیں گے کہ جس کے سامنے دنیاوی منافع اور مال و دولت کی کوئی حقیقت نہیں۔ ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

تفسیر

اس سے قبل اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا ذکر تھا۔ ان آیات سے فرمانبرداروں کو احیائے دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ (قرطبی)

جہاد کی تیاری

ان آیات کے پہلے حصہ میں جو اسلحہ کی فراہمی کا حکم دیا گیا یعنی یہ جو فرمایا کہ تم اپنی احتیاط اور بچاؤ کو پوری طرح ملحوظ رکھو اور ہتھیاروں اور سامان جنگ اور تدبیر و عقل سے درست ہو کر دشمن کے داؤ گھات سے ہوشیار اور باخبر ہو کر دشمن کے مقابلہ و مقاتلہ کے لیے گھر سے نکلو۔ اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی اور جس کو قرآن پاک میں متعدد جگہ واضح کیا گیا ہے کہ ظاہری اسباب جنگ اسلحہ و ہتھیار وغیرہ کو اختیار کرنا چاہیے اور یہ توکّل کے منافی نہیں ہے۔ پھر یہاں جہاد کے لیے نکلنے کا نظم بتلا دیا گیا کہ اگر تم جہاد کے لیے نکلو تو اکیلے اور تنہا نہ نکلو بلکہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں نکلو یا ایک کثیر لشکر کی صورت میں جاؤ۔

یہ تعلیم تو جہاد کے موقع کے لیے مسلمانوں کو دی گئی لیکن عام حالات میں بھی شریعت کی یہی تعلیم ہے کہ اکیلے اور تنہا سفر نہ کیا جائے۔ چنانچہ ایک حدیث میں تنہا مسافر کو ایک شیطان کہا گیا اور دو مسافروں کو دو شیطان اور تین کو جماعت فرمایا گیا۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ بہترین ساتھی چار ہیں اور بہترین فوجی دستہ 400 کا ہے اور بہترین لشکر 40 ہزار کا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں جہاد کے حکم کے ساتھ اپنی حفاظت اور اسلحہ وغیرہ سے تیاری کا حکم دیا گیا اور اہلِ ایمان کو منافقین کے احوال سے متنبہ کیا گیا۔ (درسِ قرآن: 1 / 588)

پیار بھری نصیحت

اہلِ ایمان کو محض خوشنودی خدا حاصل کرنے کے لیے جہاد کا حکم دیا جا رہا ہے کہ منافقوں کی طرح دنیاوی لالچ اور مال و دولت کے گرویدہ نہ بننا بلکہ محض اللہ کی خوشنودی، اشاعتِ دین اور اللہ کا بول بالا کرنے کے لیے جہاد کرنا پھر اس جنگ و جہاد کا نتیجہ جو بھی ہو خواہ شہادت یا فتح مندی ہو ہر حال میں اللہ تعالیٰ آخرت کا اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔ (درسِ قرآن: 1 / 588)

دعا

یا اللہ! ہم کو بھی سچا اور پکا ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرما اور ہر قسم کی منافقانہ خصلتوں سے ہمارے ایمان کو محفوظ فرما۔ ہمیں دین کے ہر چھوٹے بڑے حکم کو دل و جان سے ماننے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرما۔ خصوصاً ہم میں حقیقی جذبہ جہاد پیدا فرما۔

اے اللہ! اپنے راستہ میں اپنی خوشنودی کے لیے ہمیں بھی اپنی جان و مال لگانے کی ہمت اور توفیق نصیب فرما اور دشمنانِ دین سے مقابلہ اور مقاتلہ کے لیے ہر طرح کی تیاری سے مستعد رہنے کی قوت و طاقت عطا فرما۔ آمین!

بلاتحقیق قتل کرنے کی ممانعت

24۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (سورۃ النساء:94)

''اے ایمان والو! جب تم سفر کرو اللہ کی راہ میں تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو شخص تم کو سلام کرے اس کو یہ نہ کہو کہ تم مسلمان نہیں ہو، تم دنیاوی زندگی کا سامان چاہتے ہو تو اللہ کے پاس بہت سامانِ غنیمت ہے۔ تم بھی پہلے ایسے ہی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر فضل کیا تو تحقیق کر لیا کرو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔'' (ریاض القرآن:94)

شانِ نزول

نبی کریم ﷺ نے مجاہدین کا ایک دستہ ایک قوم پر جہاد کے لیے بھیجا۔ اس قوم میں ایک شخص مسلمان تھا جو اپنا مال واسباب اور مویشی ان میں سے نکال کر علیحدہ کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے مسلمانوں کو دیکھ کر ''السلام علیکم'' کہا۔ مجاہدین نے یہ سمجھا کہ یہ بھی کافر ہے۔ اپنی جان اور مال بچانے کی خاطر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے۔ اس لیے اس کو قتل کر ڈالا اور اس کے مویشی اور اسباب سب لے لیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو تاکید و تنبیہ فرمائی گئی کہ جب تم جہاد کے لیے سفر کرو تو تحقیق سے کام لو اور بے سوچے سمجھے کام مت کرو اور جو تمہارے سامنے اسلام ظاہر کرے اس کے مسلمان ہونے کا ہرگز انکار مت کرو۔ چنانچہ جب اس واقعہ کی خبر نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ سخت غمگین ہوئے اور اس قتل کا خون بہا دلایا۔

تفسیر

آیتِ مبارکہ میں ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے سفر کیا کرو تو ہر کام کی تحقیق کر کے کیا کرو۔

بلا تحقیق کسی کو کافر نہ کہو

ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اسلام کی علامات ظاہر کرے جیسے کلمہ پڑھنا یا مسلمانوں کے طرز پر سلام کرنا، تو تم یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو دل سے مسلمان نہیں ہے محض اپنی جان بچانے کو جھوٹ موٹ اسلام ظاہر کرتا ہے اور اس کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرو جیسا کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی نہ اس کو قتل کرو نہ اس کا مال لوٹو۔

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے تمہارا مدعا یہ ہے کہ تم کو دنیاوی مال و متاع حاصل ہو جائے اور تم مقتول کے مال و اسباب پر قبضہ کر لو تو یہ خواہش دل سے نکال دو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس یعنی ان کے علم اور قدرت میں تمہارے لیے بہت غنیمت کے مال ہیں جو تم کو بطریق مرضی حق حاصل ہوں گے۔ آگے اس حکم کو دل نشین کرنے کے لیے فرمایا جاتا ہے اور یاد تو کرو پہلے ایک زمانہ میں تم بھی ایسے ہی تھے کہ تمہارے اسلام کے قبول کا مدار صرف تمہارا دعوی اور اظہار تھا اور اسی شہادتِ زبانی کی بدولت تمہارا جان و مال محفوظ سمجھا گیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا کہ اس ظاہری اسلام پر اکتفا کیا گیا اور معاملہ تفتیش باطن پر موقوف نہ رکھا لہٰذا تم کو غور اور چھان بین کرنی چاہیے کہ کوئی مسلمان تمہارے ہاتھ سے قتل نہ ہو جائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہری اعمال اور دلی اغراض سب پر مطلع ہیں تو اب جس کو قتل کرو محض اللہ کے حکم کے موافق کرو۔

مسلمانوں کو ہر کام تحقیق کے ساتھ کرنا چاہیے۔ محض خیال اور گمان پر کام کرنے سے بسا اوقات غلطی ہو جاتی ہے اور یہاں آیت میں جو سفر کی قید ذکر کی گئی ہے تو اس وجہ سے کہ عموماً ایسے واقعات سفر ہی میں پیش آتے ہیں ورنہ اصل حکم عام ہے خواہ سفر میں ہو یا حضر میں بغیر تحقیق کے کسی عمل پر اقدام جائز نہیں۔ اسی ہدایت کو رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے: ''سوچ سمجھ کر کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔''

جہاد کی تاکید

اس حکم سے بعض لوگوں کو خیال ہو سکتا تھا کہ جہاد میں چونکہ مؤمن کے قتل کا اندیشہ ہے ممکن ہے کوئی مسلمان بھی کفار کی بھیڑ میں یا اور کسی طرح مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہو جائے اس لیے بہتر یہی ہے کہ جہاد میں شرکت ہی نہ کی جائے۔ اس خیال کو دور کرنے اور مجاہدین کی فضیلت کا اظہار کرنے کے لیے اگلی آیات میں بتلایا گیا کہ سب مسلمانوں میں جہاد کرنے والوں کے بڑے درجات ہیں جو جہاد نہ کرنے والوں کے نہیں۔ اگرچہ جنتی وہ بھی ہیں جو جہاد نہیں کرتے اور دوسرے دینی ضرورتوں میں مشغول ہیں۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ (عمومی حالات میں) جہاد فرض کفایہ ہے، فرض عین نہیں ہے۔ یعنی اگر مسلمانوں کی کافی مقدار اور ضرورت کے موافق جماعت جہاد کرتی رہے تو جہاد نہ کرنے والوں پر گناہ نہیں ورنہ سب گناہگار ہوں گے۔ (درسِ قرآن: جلد اول 614-615)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ایک عام ہدایت اور تعلیم فرمائی کہ مسلمان کوئی کام بغیر تحقیق محض گمان وخیال پر نہ کریں اور دوسری بات یہ کہ جو شخص اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرے تو آپ سب پر لازم ہے کہ اس کو مسلمان سمجھیں اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کریں۔

دعا

یا اللہ! ہم کو دین کا ہر کام سوچ سمجھ کر دین کے موافق کرنے کی توفیق عطا فرما۔ مجاہدین کو درجات عالیہ عطا فرما اور ان کا نام لیوا ہونے کے طفیل ہماری بھی مغفرت فرما اور ہم کو بھی جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق عطا فرما۔ آمین

عدل وانصاف پر قائم رہنے کی تاکید

25۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (سورۃ النساء:135)

''اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بنو چاہے وہ خود تمہارے یا تمہارے ماں باپ یا رشتہ داروں کے خلاف ہی ہو۔ اگر کوئی مالدار ہے یا محتاج ہے تو اللہ تم سے زیادہ ان دونوں کا خیر خواہ ہے، پس تم خواہش کی پیروی نہ کرو کہ حق سے ہٹ جاؤ، اور اگر تم باتیں بناؤ گے یا منہ پھیر لو گے تو جو کچھ تم کہہ رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔'' (ریاض القرآن:101)

شانِ نزول

امام سدی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ دو آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک مالدار تھا اور دوسرا نادار تھا۔ آپ ﷺ کا میلان اس نادار آدمی کی طرف تھا۔ آپ ﷺ نے خیال کیا کہ (عموماً) مالدار ہی نادار پر ظلم کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور حکم دیا کہ مالدار اور نادار کے معاملے میں انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیں۔ (آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول:196)

تفسیر

اس آیتِ مبارکہ میں عدل وانصاف پر قائم رہنے اور سچی گواہی دینے کی ہدایت کی گئی اور جو چیزیں قیامِ عدل یا سچی گواہی میں رکاوٹ ہوسکتی ہیں ان کو نہایت لطیف پیرایہ میں دور کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ انصاف قائم کرنا اور اس پر قائم رہنا صرف حکومت و عدالت کا فریضہ نہیں ہے جیسا کہ اکثر عوام کا خیال ہے بلکہ ہر مسلمان مرد وعورت اس کا مکلف ومخاطب ہے کہ وہ خود انصاف پر قائم رہے اور دوسروں کو انصاف پر قائم رکھنے کے لیے کوشش کرے۔ ہاں انصاف کا ایک درجہ حکومت کے ساتھ بھی مخصوص ہے اور وہ یہ

کہ ظالم شریر وسرکش انسان جب انصاف کے خلاف اڑ جائیں، نہ خود انصاف پر قائم رہیں نہ دوسروں کو عدل و انصاف کرنے دیں تو حاکمانہ تعزیر اور سزا کی ضرورت ہے اور یہ فریضہ اقامت عدل و انصاف کا ظاہر ہے کہ حکومت ہی کرسکتی ہے۔

الغرض یہاں آیت میں تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے ''قوامین بالقسط'' یعنی عدل و انصاف پر قائم رہنے کا حکم دیا گیا اور عدل و انصاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر صاحب حق کا حق پورا ادا کیا جائے۔ اس کے عموم میں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی داخل ہیں اور سب طرح کے انسانی حقوق بھی۔

نیز عدل و انصاف کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور یہ بھی داخل ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکا جائے اور مظلوم کی حمایت کی جائے۔ اور یہ بھی داخل ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکنے اور مظلوم کا حق دلوانے کے لیے شہادت کی ضرورت پیش آئے تو شہادت سے گریز نہ کیا جائے۔ اور یہ بھی داخل ہے کہ شہادت میں حق اور حقیقت کا اظہار کیا جائے خواہ وہ کسی کے موافق پڑے یا مخالف۔ اور یہ بھی داخل ہے کہ جن کے ہاتھ میں حکومت اور انتظام سلطنت ہے جب دو فریقوں کا کوئی مقدمہ ان کے سامنے پیش ہو تو فریقین کے ساتھ برابری کا معاملہ کریں۔ کسی کی وہ رعایت نہ کریں اور فیصلہ میں پورے عدل و انصاف کا معاملہ کریں۔ (درسِ قرآن: 1 / 649)

مذکورہ حکم کی حکمت

غور کیجیے کہ قرآن کریم کے اسی ایک حکم پر دنیا اگر عامل ہو جائے تو یہی خونخوار اور فسق و فجور میں ڈوبی ہوئی دنیا کیسے صالح معاشرے میں تبدیل ہو جائے اور یہ کوئی محض فرضی خیال نہیں۔ یہ قرآن کی خصوصیات میں سے ہے کہ قانون اور حکم کے بعد حکام و عوام، امیر و غریب، بڑے اور چھوٹے، عالم و جاہل، سب کو خدا تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ اور روز جزا کے حساب سے ڈرا کر قانون کا احترام اور اس پر للّٰہیت اور خلوص عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

اللہ خبیر ہے

آیت کے آخر میں ''فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا'' ارشاد فرمایا۔ یعنی بلا شبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ اقامت عدل اور ادائے شہادت حق کا جو حکم دیا گیا ہے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے جملہ اعمال کی پوری اطلاع ہے۔ اگر تم خواہش نفس کا اتباع کر کے حق سے ہٹ کر کج بیانی کرو گے اور غلط شہادت دو گے یا شہادت سے پہلو تہی کرو گے تو یہ سب اللہ تعالیٰ علیم و خبیر کے علم میں ہوگا جس پر سزا ملے گی اور اگر حکم کے مطابق عدل و انصاف کو قائم رکھو گے اور شہادت حق کو ادا کرو گے تو اس کی جزا اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔ اسلام عدل و انصاف کو مفت اور عام کرنا چاہتا ہے اور ایسا عدل و انصاف کہ اپنے نفس کے بھی خلاف کوئی بیان یا اظہار کرنا پڑے تو بھی حق و انصاف کے خلاف کچھ نہ بولے اگر چہ اس کا نقصان اس کی ذات ہی پر پڑتا ہو کیونکہ یہ نقصان حقیر و

قلیل اور عارضی ہے۔ جھوٹ بول کر جان بچالی گئی تو قیامت کا شدید عذاب اپنی جان کے لیے خرید لیا۔ (درسِ قرآن: 1/650)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو پیار بھرے انداز میں حکم دیا کہ عدل وانصاف پر قائم رہو۔ دو فریق میں سے کسی ایک کی رعایت نہ کرو اور سچی گواہی دو۔ اس سلسلے میں رکاوٹوں اور مخالفتوں کی پرواہ نہ کرو۔ اور جو ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ بلاشبہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے اور حکم نہ ماننے کی صورت میں سزا ملے گی۔ (درسِ قرآن: 1/650)

دعا

یا اللہ! ہم کو بھی اس قرآنی حکم پر پورا پورا عامل ہونے کی توفیق نصیب فرما اور ہر معاملہ میں ہمیں عدل وانصاف کا قائم رکھنے والا اور اللہ تعالیٰ کے واسطے سچی شہادت دینے والا بنا۔ آمین

ایمان کی پختگی کی تاکید

26۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ
وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا (سورۃ النساء:136)

''اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو اس نے پہلے نازل کی اور جو شخص انکار کرے اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن کا تو وہ بہک کر دور جا پڑا۔'' (ریاض القرآن:101)

شانِ نزول

امام کلبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا نزول عبداللہ بن سلام، کعب کے دونوں بیٹے اسد اور اسید، ثعلب بن قیس اور اہلِ کتاب میں سے مسلمان ہونے والی ایک جماعت کے متعلق ہوا تھا۔

انہوں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب پر، موسیٰ علیہ السلام پر، تورات پر اور عزیر علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے سوا تمام کتب و رسل کا انکار کرتے ہیں، اس پر یہ آیت اتری۔ (آیاتِ قرانی کے شان نزول:197)

تفسیر

اس آیتِ مبارکہ میں ایمان کی پختگی کی تاکید کی گئی ہے۔ پہلے جز میں حق تعالیٰ نے تین باتوں پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا۔ ایک اللہ تعالیٰ پر، دوسرے اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تیسرے قرآن کریم پر اور ان تمام کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ نے پہلے پیغمبروں پر نازل فرمائی ہیں۔ ملائکہ یعنی فرشتے اور روز قیامت پر ایمان لانے کا ذکر اس سے پہلے جز میں نہیں فرمایا اس لیے کہ انبیاء کرام اور کتب الٰہیہ پر ایمان لانا ملائکہ اور آخرت پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔

گویا یہ تین امور تمام عقائد اسلامیہ کا خلاصہ اور اجمال ہیں۔ آیت کے دوسرے جز میں ملائکہ اور یومِ آخرت یعنی روز جزا کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس طرح جو شخص اسلام میں داخل ہو اس کے لیے ایمان کے ان ارکان خمسہ کی تصدیق ضروری ہے۔ بغیر ان پر ایمان لائے کوئی مسلمان نہیں ہوسکتا۔ (درسِ قرآن:1 / 651)

ایمان کے معنیٰ

ایمان کے اصل معنی کسی کے اعتبار اور اعتماد پر کسی بات کو سچ ماننے کے ہیں۔ اور دین کی خاص اصطلاح میں ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر ایسی حقیقتوں کے متعلق جو ہمارے حواس اور آلاتِ ادراک کی حدود سے باہر ہوں جو کچھ بتلائیں اور ہمارے پاس جو علم و ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہم ان کو سچا مان کر اس میں ان کی تصدیق کریں اور اس کو حق مان کر قبول کر لیں۔

ایمان کے ساتھ ایمان بالغیب کی قید اس لیے لگائی جاتی ہے کہ شرعی ایمان کا تعلق اصولاً امور غیب ہی سے ہوتا ہے جن کو ہم اپنے آلاتِ احساس و ادراک یعنی آنکھ، ناک، کان وغیرہ کے ذریعے معلوم نہیں کر سکتے۔ مثلاً اللہ اور اس کی صفات، اللہ کے رسولوں پر وحی کی آمد، حالات آخرت، حشر و نشر، جنت و جہنم وغیرہ تو اس قسم کی جتنی باتیں اللہ کے رسول ﷺ نے بیان فرمائی ہیں ان سب کو ان کی سچائی کے اعتماد پر حق جان کر ماننے کا نام اصطلاح شریعت میں ''ایمان'' ہے۔

شرطِ ایمان

پیغمبر کی اس قسم کی کسی بات کو نہ ماننا یا اس کو حق نہ سمجھنا ہی اس کی تکذیب ہے جو آدمی کو ایمان کے دائرے سے نکال کر کفر کی سرحد میں داخل کر دیتی ہے۔ جو لوگ اللہ کے کسی پیغمبر کی حیات مقدسہ میں براہ راست ان کی زبان سے ان کی ہدایت اور تعلیمات سنے ان کے لیے تو ان کی ہر اس بات کی تصدیق شرط ایمان ہے جو پیغمبر ان کے سامنے اللہ کی طرف سے بیان کریں۔ اگر وہ ان کی ایسی ایک بات کا بھی انکار کریں گے تو مومن نہ رہیں گے۔ لیکن جب پیغمبر اس دنیا میں نہ رہیں تو پھر ان باتوں کی تصدیق کرنا شرط ایمان ہے جن کا ثبوت ان پیغمبر سے ایسے یقینی قطعی اور بدیہی طریقہ سے ہو جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ دین کی انہی تعلیمات کو خاص علمی اصطلاح میں ''ضروریاتِ دین'' کہتے ہیں۔ ان سب پر ایمان لانا شرطِ ایمان ہے۔ اگر ان میں سے کسی کا بھی کوئی انکار کرے تو مؤمن نہ رہے گا اور اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو اب اسلام سے اس کا رشتہ کٹ جائے گا۔ (درسِ قرآن: 1/ 652)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان کے لیے ایمان کے ارکانِ خمسہ (اللہ تعالیٰ پر، رسول پر، کتاب پر، پچھلی کتابوں اور انبیاء پر، فرشتوں پر اور یومِ آخرت) پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔

دعا

یا اللہ! ہم کو مرتے دم تک ایمان پر ثابت قدم رکھنا اور ایمان ہی پر ہم کو موت نصیب فرمانا۔ ہم کو اپنی کتاب قرآن کریم اور اپنے رسول پاک محمد ﷺ کی سچی محبت اور اتباع نصیب فرما اور تا زیست اسی پر ہم کو استقامت نصیب فرما۔ آمین

کفار سے دلی محبت اور دوستی کی ممانعت

27۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا (سورۃ النساء:144)

''اے ایمان والو! مؤمنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالی کی کھلی حجت قائم کرلو۔'' (ریاض القرآن:102)

پسِ منظر

آیتِ مبارکہ میں مؤمنین کو منافقین کے شرارتوں سے رنجیدہ نہ ہونے کا فرما کر تسلی دی گئی ہے۔

تفسیر

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں سے دوستیاں کرنے، ان سے دلی محبت رکھنے، ان کے ساتھ ہر وقت اٹھنے بیٹھنے، ان کے ساتھ تعلقات قائم کرنے، ان سب باتوں سے صاف روک دیا ہے۔ (درسِ قرآن:1/659)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن میں جہاں کہیں ایسی عبارتوں میں سلطان کا لفظ آیا ہے وہاں اس سے مراد حجت ہے۔ یعنی اگر تم نے مؤمنین کو چھوڑ کر کفار سے دلی دوستی کے تعلقات پیدا کیے تو تمہارا یہ فعل کافی ثبوت ہوگا اور پوری دلیل ہوگی اس امر کی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے۔

غیر مسلموں کے ساتھ انسانی ہمدردی، حسن سلوک اور غم خواری جائز ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لیکن ایسی دوستی جو انسان کے افکار و نظریات اخلاق واطوار اور معاشرت پر اثر انداز ہونے لگے جائز نہیں ہے۔ اور ''موالات'' سے ایسی ہی دوستی مراد ہے۔ غیر مسلموں سے ایسی گہری دوستی رکھنا اور اپنی زندگی میں اس کا اثر قبول کرنا اللہ کے حکم کے واضح خلاف ورزی ہے جو قیامت میں اس کے خلاف حجت قرار پائے گی۔ (آسان تفسیرِ قرآن مجید:1/343، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے پیار بھرے انداز میں اہلِ ایمان کو نصیحت فرمائی ہے کہ کافروں سے دوستی اور دلی محبت نہ رکھو۔ اگر تم مؤمنین کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کرو گے تو تمہارا یہ فعل دلیل ہوگی اس امر کی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کو ممنونیت اور شکر گزاری کے ساتھ تسلیم کرتا ہے اور اس پر یقین رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ تو اطاعت و اخلاص کے بڑے قدر دان ہیں اور ایسے بندے پر تو رحمت ہی رحمت ہے۔ (درسِ قرآن:1 / 660)

دعا

یا اللہ! اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی مؤمنین صادقین کے گروہ میں شامل فرما اور ایمان و اخلاص کی دولت سے سرفراز فرما۔ ہماری کوتاہیاں اپنی رحمت سے معاف فرما اور ہم کو تمام معاملات وعبادات میں خلوص اور نیک نیتی نصیب فرما۔ ریا اور نمائش سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔

یا اللہ! اپنی ذات عالیہ پر ہم کو اعتماد، بھروسہ اور توکّل والا یقینِ کامل عطا فرما اور اپنے شکر گزار بندوں میں ہم کو شامل رہنے کی سعادت عطا فرما۔ آمین!

عہد کو پورا کرو اور حرام سے بچو

28۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ (سورۃ المائدۃ:1)

''اے ایمان والو! عہد و پیمان کو پورا کرو، تمہارے لیے مویشی کی قسم کے سب جانور حلال کیے گئے سوائے ان کے جن کا ذکر آگے کیا جا رہا ہے، مگر احرام کی حالت میں شکار کو حلال نہ جانو، بے شک اللہ فیصلہ کرتا ہے جو چاہتا ہے''

(ریاض القرآن:107)

پس منظر

یہ سورۃ مائدہ کی ابتدائی آیت ہے۔ یہ مدنی سورۃ ہے اور مدنی سورتوں میں بھی آخر کی سورت ہے۔ چونکہ اس کی پہلی آیت میں تمام معاملات اور معاہدات کی پابندی اور ان کے پورا کرنے کی ہدایت آئی ہے اس لیے سورۃ مائدہ کا دوسرا نام سورۃ عقود بھی ہے۔ معاہدات اور معاملات کے بارے میں یہ سورۃ اور بالخصوص اس کی ابتدائی آیت ایک خاص حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے جب عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجا اور ایک فرمان لکھ کر ان کے حوالہ کیا تو اس فرمان کے سرنامہ پر آپ ﷺ نے یہ آیت تحریر فرمائی تھی۔ (معارف القرآن:3/9)

تفسیر

سورۃ المائدہ کی پہلی آیت قرآنی فصاحت و بلاغت اور جامعیت کا ایک نمونہ ہے۔ اس چھوٹے جملے کی تشریح اور تفسیر میں مفسرین نے سینکڑوں صفحات لکھے ہیں۔ اس میں پہلے ایمان والوں کو خطاب فرما کر مضمون کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ اس کے بعد جو حکم دیا جاتا ہے وہ عین ایمان کا تقاضا ہے۔

اپنے وعدوں اور معاہدوں کو پورا کرو

سورۃ کے شروع میں ہی یہ حکم دیا گیا کہ ان عہدوں کو جو تم نے خدا تعالیٰ سے باندھے ہیں پورا کرو۔ خواہ وہ براہ راست حق تعالیٰ سے متعلق ہوں، بندوں سے متعلق ہوں، دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے متعلق ہوں۔ اس میں وہ معاہدات بھی شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ایمان وطاعت کے متعلق لیے ہیں یا وہ معاہدات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نازل کیے ہوئے احکام حلال و حرام سے متعلق اپنے بندوں سے لیے ہیں۔ (درس قرآن: 2/30)

اس میں وہ معاہدات بھی شامل ہیں جو بندے آپس میں ایک دوسرے سے لیا کرتے ہیں جیسے معاہدہ نکاح، معاہدہ خرید و فروخت، معاہدہ شرکت وتجارت وغیرہ۔ ان تمام معاہدات میں جو جائز شرطیں آپس میں طے ہو جائیں اس قرآنی حکم کی رو سے ان کی پابندی ہر فریق پر لازم وواجب ہے اور جائز کی قید اس لیے لگائی گئی کہ خلاف شرع شرط لگانا یا اس کا قبول کرنا کسی کے لیے جائز نہیں۔ پھر اس میں وہ معاہدہ بھی شامل ہے جو ایک انسان کا خود اپنے نفس کے ساتھ ہے جیسے کسی چیز کی نذر اپنے ذمے مان لے یا قسم کھا کر کوئی چیز اپنے ذمہ لازم کرلے۔

الغرض کہ عہد اور وعدہ واقرار کا پورا کرنا دین کی خاص نشانی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کے اندر ایفائے عہد کی صفت نہیں اس کا دین کامل نہیں۔

جب ایک انسان صدق دل سے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیتا ہے تو وہ اپنے ذمہ عہد لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری سے منہ نہ موڑوں گا اور اس ذمہ داری کو نبھانا اس کا فرض ہے اور وہ اپنے کو اس عہد واقرار کا پابند سمجھے اور اس کی زندگی اسی اصول کے مطابق گزرے کہ جو اللہ اور رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا مومن ہو اور يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کے خطاب کا مستحق ہو۔

حرام وحلال کی پابندی کا حکم

اس آیت میں امت محمدیہ کو ایفائے عہد کی ہدایت کی جاتی ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے امت مسلمہ پر حلال کر دی ہیں صرف ان کو استعمال کیا جائے اور جو چیزیں حرام کر دی ہیں ان سے پرہیز کیا جائے اور بچا جائے۔ آیتِ مبارکہ میں سب سے پہلے جانوروں کی حلت وحرمت یعنی ان کو حلال اور حرام کرنے کے بارے میں حکم دیا جا رہا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ابتدائے اسلام میں کچھ لوگ جو تازہ تازہ یہودیت ونصرانیت وشرک سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہوئے تھے وہ اپنے پہلے عقیدوں کی بنا پر بعض حلال جانوروں کو بھی نہیں کھاتے تھے اس لیے پہلا حکم مویشی اور چوپایوں کے حلال وحرام کے متعلق دیا جا رہا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اَنعام یعنی اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ، بکری جن کی آٹھ قسمیں آٹھویں پارے کے اندر سورۃ انعام میں بیان فرمائی گئی ہیں، حلال کردی ہیں۔ ان کو شرعی قاعدہ کے موافق ذبح کر کے کھا سکتے ہیں۔ مگر اس حلت کے حکم سے آیت میں دو استثناء بھی بیان فرمائے گئے ہیں: ایک اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ یعنی سب جانور حلال ہیں سوائے ان جانوروں کے جن کا ذکر آگے آتا ہے یعنی جن کی حرمت قرآن میں یا حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے بیان کردی ہے۔

دوسرا استثناء فرمایا غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ جس کا مطلب یہ ہے کہ چوپائے جانور تمہارے لیے حلال ہیں اور جنگل کا شکار بھی حلال ہے مگر جبکہ تم نے حج یا عمرے کا احرام باندھا ہوا ہو تو اس وقت شکار کرنا جرم و گناہ و ناجائز ہے۔ یعنی احرام کی حالت میں شکار کو ممنوع اور حرام قرار دیا گیا ہے اور یہ ممانعت صرف خشکی کے جانور کے شکار کی ہے۔ دریائی شکار کی اجازت ہے۔

حلال وحرام کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے

آیت مبارکہ کے آخر میں اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ (یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں حکم دیتے ہیں) فرما کر یہ بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا، پھر کمال حکمت سے ان میں باہم فرق مراتب رکھا۔ ہر نوع میں اس کی استعداد کے موافق جدا جدا فطرتی خواص عطا کیے۔ زندگی اور موت کی مختلف صورتیں تجویز کیں۔ اس لیے بلا شبہ اسی خدا کو اپنی مخلوقات میں یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے اختیار کامل، علم محیط اور حکمت مبالغہ سے جس چیز کو، جس کسی کے لیے، جن حالات میں چاہے حلال یا حرام کردے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ انسان کے لیے بعض جانوروں کو ذبح کر کے کھانے کی اجازت کوئی ظلم نہیں۔ جس مالک نے یہ سب جانیں بنائی ہیں اسی نے یہ قانون بھی بنایا ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے لیے غذا بنایا ہے۔ زمین کی مٹی درختوں کی غذا ہے، درخت جانوروں کی غذا اور جانور انسان کی غذا ہے۔ انسان سے اعلیٰ کوئی مخلوق اس دنیا میں نہیں اس لیے انسان کسی کی غذا نہیں بن سکتا۔ (درس قرآن:2/32)

حرام وحلال جانوروں کی تفصیل

(1) اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ بکری نر و مادہ فی نفسہ حلال ہیں۔ البتہ طبعی موت وغیرہ کی حالت میں حرام ہیں۔

(2) خنزیر حرام ہے۔

(3) گدھا، خچر وغیرہ حرام ہے۔

(4) ہرن، نیل گائے، گھوڑا وغیرہ جو انعام کے مشابہ ہیں، حلال ہیں۔

(5) لیکن ہرن وغیرہ جو وحشی جانور ہیں، حرم اور احرام میں ان کا شکار کرنا، اسی طرح ان کا ذبح کرنا حرام ہے۔

(6) دریائی شکار یعنی مچھلی، حرم اور احرام میں بھی حلال ہے۔

(7) درندے حرام ہیں۔

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو براہ راست خطاب فرمایا کہ ان عہدوں کو جو تم نے خدا تعالیٰ سے باندھے ہیں انہیں پورا کرو۔ اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ پر حلال کر دی ہیں صرف ان کو استعمال کیا جائے اور جو چیزیں حرام کر دی ہیں ان سے پرہیز کیا جائے اور بچا جائے۔

دعا

یا اللہ! ہم کو بھی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں کیے ہوئے عہد و اقرار کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہم کو اپنا پکا، سچا بندہ بننے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لائق امتی ہونے کی سعادت نصیب فرما۔

ہم کو اپنے ہر عہد و اقرار کو پورا کرنے اور اس کا پابند ہونے کا عزم نصیب فرما۔ ہم کو جملہ قرآنی احکام کی پابندی نصیب فرما۔ خصوصاً حلال و حرام کے معاملہ میں پوری اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرما۔

اے اللہ! شریعت مطہرہ کے احکام کے موافق ہم کو اپنی زندگی گزارنا نصیب فرما اور ہر طرح کے ناجائز اور حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین (درس قرآن:2/33)

شعائر اللہ کی تعظیم اور انصاف کی تاکید

29۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْیَ وَ لَا الْقَلَآىِٕدَ وَ لَاۤ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًاؕ وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْاؕ وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰىﳚ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (سورۃ المائدۃ:2)

''اے ایمان والو! بے حرمتی نہ کرو اللہ کی نشانیوں کی اور نہ حرمت والے مہینوں کی اور نہ حرم میں قربانی والے جانوروں کی اور نہ پٹے بندھے ہوئے نیاز کے جانوروں کی اور نہ حرمت والے گھر کی طرف آنے والوں کی۔ جو اپنے رب کا فضل اور اس کی خوشنودی ڈھونڈنے نکلے ہیں اور جب تم احرام کی حالت سے باہر آجاؤ تو شکار کرو اور کسی قوم کی دشمنی کہ اس نے تم کو مسجد حرام سے روکا ہے تم کو اس پر نہ ابھارے کہ تم زیادتی کرنے لگو، تم نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔''

(ریاض الصالحین:107)

شانِ نزول

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت خطیم کے متعلق نازل ہوئی جس کا نام شریح بن ضبیع الکندی تھا، جو یمامہ سے مدینہ منورہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ اپنا گھوڑا مدینہ سے باہر چھوڑ کر اکیلا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس چیز کی لوگوں کو دعوت دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''میں لوگوں کو اس بات کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔'' اس نے کہا کہ بہت اچھا! اصل میں میرے کچھ امراء ہیں، میں ان کے بغیر کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتا ہوں، شاید کہ میں اسلام قبول کرلوں اور ان

سب کوبھی اپنے ساتھ لے آؤں۔‘‘

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو فرما دیا تھا کہ تمہارے پاس ایک شخص آنے والا ہے جو شیطان کی زبان استعمال کرے گا۔ بہر حال وہ شخص یہ بات کہہ کر چلا گیا۔ جب وہ چلا گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص کافر کا چہرہ لے کر آیا اور دھوکہ وغداری کے ساتھ واپس چلا گیا اور یہ آدمی مسلمان ہونے والا نہیں ہے۔ چنانچہ وہ شخص اہل مدینہ کی چراگاہ میں پہنچا اور ان کے جانور ہانک کر ساتھ لے گیا، جب صحابہ کرامؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس کا تعاقب کیا مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے عمرہ کے لیے نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمامہ کے حاجیوں کے تلبیہ کی آواز سنی تو اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ دیکھو! یہ خطیم اور اس کے ساتھی ہیں۔ جو مدینہ کی چراہگاہ سے جانور ہانک کر لے گیا تھا اور اب ان جانوروں کو ہدی کے طور پر خانہ کعبہ لے آیا ہے۔ جب صحابہ کرامؓ اس کی تلاش میں متوجہ ہوئے تو مذکورہ آیت نازل ہوئی، جس میں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو، خواہ وہ دین اسلام کے ماننے والے نہ ہوں۔

زید بن اسلمؒ کہتے ہیں کہ مشرکین نے جب بیت اللہ آنے سے روک دیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابؓ مقام حدیبیہ میں محبوس ہو کر رہ گئے۔ صحابہ کرامؓ پر یہ امر بڑا شاق اور تکلیف دہ تھا، اسی اثنا میں مشرکین کے کچھ افراد عمرے کے ارادے سے گزرے تو بعض صحابہؓ کہنے لگے کہ جس طرح ان لوگوں نے ہمیں روکا، ہم بھی ان کو وہاں جانے سے روکتے ہیں، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کے ساتھیوں نے تمہیں بیت اللہ جانے سے روکا ہے تو تم ان کے عمرہ کرنے والوں پر زیادتی نہ کرو۔ (آیات قرآنی کے شان نزول:200)

تفسیر

اس آیت کے پہلے حصہ میں ایمان والوں کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے ایمان والو! تم اللہ کے دین کی نشانیوں کی بے حرمتی مت کرو یعنی جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی نشانی قرار دیا ہے ان کی بے ادبی اور بے حرمتی مت کرو بلکہ شعائر اللہ کے احترام وادب کو پوری طرح ملحوظ رکھو۔ شعائر اللہ میں حرم محترم کعبۃ اللہ، صفا ومروہ، حجر اسود، جمرات، عرفات، منیٰ، مزدلفہ، نماز، اذان، حج، قربانی، مساجد، کتب سماویہ اور تمام حدود وفرائض اور احکام دینیہ شامل ہیں۔

شعائر اللہ کی بے حرمتی ایک تو یہ ہے کہ سرے سے انہیں نظر انداز کیا جائے۔ دوسری یہ کہ ان پر عمل تو کریں مگر ادھورا کریں پورا پورا نہ کریں۔ تیسری یہ کہ مقرر کردہ حدود سے تجاوز کر کے آگے بڑھنے لگیں اور افراط وتفریط کا معاملہ کرنے لگیں۔ تو تمام شعائر اللہ کے ساتھ ان سب صورتوں کو منع فرمایا گیا ہے۔ (درس قرآن:2/34)

محترم مہینوں کا احترام

چند مخصوص شعائر اللہ ذکر فرمائے جاتے ہیں جن کی بے ادبی نہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ یعنی ماہ حرام میں قتل وقتال کر کے ان کی بے حرمتی نہ کرو۔ اشہر حرم وہ چار مہینے تھے جن میں جنگ کرنا شرعا حرام تھا یعنی شوال، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور رجب۔ ابتدا میں ان چار مہینوں میں قتل وقتال کی ممانعت تھی۔ لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور یہ ممانعت باقی نہ رہی۔ جس کا بیان ان شاء اللہ دسویں پارے کی سورۃ توبہ میں آئے گا۔ تو ان کی تعظیم اور احترام یہ تھا کہ دوسرے مہینوں سے بڑھ کر ان میں نیکی اور تقویٰ کو لازم پکڑنے، شر وفساد اور قتل وقتال سے بچنے کا اہتمام کیا جائے۔

قربانی کے جانوروں کی بے حرمتی نہ کرو

آگے حرم میں قربانی ہونے والے جانوروں کی بے حرمتی نہ کرنے کا حکم ہے اور ارشاد ہوا ''وَ لَا الْهَدْيَ وَ لَا الْقَلَآئِدَ'' یعنی ایسے جانور جو قربانی کے لیے حرم مکہ لے جائے جارہے ہوں ان کی بے حرمتی نہ کرو۔ خصوصا وہ جانور جن کے گلے میں قربانی کی علامت کے طور پر قلادیعنی پٹے یا ہار پڑے ہوں۔ ایسے جانوروں سے تعارض کرنا بہت ہی برا ہے۔ اس لیے کہ جب ان کے ساتھ قربانی کی شناخت موجود ہے تو پھر یہ عذر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ہم کو خبر نہ تھی کہ یہ قربانی کے جانور ہیں۔ اور ایسے جانور کی بے حرمتی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ ان سے قربانی کے علاوہ کوئی دوسرا کام سواری یا دودھ وغیرہ حاصل کرنے کا لیا جائے۔ یہاں ان سب صورتوں کو ناجائز قرار دیا گیا۔ (درس قرآن:2/35)

حاجیوں کا احترام

پھر فرمایا کہ اور نہ ان لوگوں کی بے حرمتی کرو جو کہ بیت الحرام یعنی بیت اللہ کے قصد سے جارہے ہوں۔ اور اس سفر سے ان کا مقصود یہ ہے کہ اپنے رب کے فضل اور رضامندی کو حاصل کریں یعنی جو مخلص مسلمان حج یا عمرہ کے لیے جائیں ان کی تعظیم واحترام کرو اور ان کی راہ میں روڑے مت اٹکاؤ۔ ان کو ستا کر یا دق کر کے بیت اللہ جانے سے نہ روکا جائے۔ ان کے سفر میں مزاحمت نہ کی جائے۔ یہاں حج اور عمرہ کرنے والوں کے مراتب اور اونچے درجات کا اعلان ہے کہ وہ بھی رب العزت کی نشانیاں اور اس کے مہمان ہیں۔ لہٰذا ان کی بھی بے حرمتی اور بے ادبی سے منع کیا گیا ہے۔ اور حج وعمرہ کرنے والوں کا مقصود سفر بھی ظاہر فرما دیا گیا کہ وہ اپنے رب کے فضل اور رضامندی کو حاصل کریں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: ''وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا''، اور جب تم احرام سے باہر آجاؤ یعنی حج یا عمرہ پورا کر لو تو اجازت ہے کہ شکار کیا کرو بشرطیکہ وہ شکار حرم میں نہ ہو یعنی حالت احرام میں جو شکار کی ممانعت کی

گئی تھی وہ احرام کھول دینے کے بعد باقی نہیں رہی۔ جب احرام سے فارغ ہو گئے تو شکار کی ممانعت ختم ہو گئی۔

کسی بھی حال میں عدل وانصاف کو نہ چھوڑو

یہاں خاص طور پر ان بعض شعائر اللہ کا ذکر فرمایا جو حج سے متعلق ہیں۔ اب جن شعائر اللہ کو اللہ تعالیٰ نے معظم ومحترم قرار دیا سن 4ھ میں مشرکین مکہ نے ان سب شعائر کی اہانت کی جبکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کے ساتھ ماہِ ذیقعدہ میں محض عمرہ ادا کرنے کے لیے احرام عمرہ باندھ کر مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر مکہ والوں کو اطلاع دی گئی کہ ہم کسی جنگی مقصد کے لیے نہیں بلکہ صرف عمرہ کرنے کے لیے آرہے ہیں۔ ہمیں اس کی اجازت دو لیکن مشرکین مکہ نے اجازت نہ دی اور آگے جانے سے روکا۔ نہ حالت احرام کا خیال کیا، نہ خانہ کعبہ کی حرمت کا، نہ محترم مہینے کا اور نہ ہدی اور قلائد کا اور علی الاعلان کہہ دیا کہ نہ ہم مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے دیں گے اور نہ عمرہ کرنے دیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا لوگو! میں لڑنے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ اگر تم اجازت دو گے تو عمرہ کروں گا ورنہ واپس چلا جاؤں گا۔ بالآخر جب مشرکین آمادہ جنگ نظر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عمرہ کا ارادہ ترک کر دیا اور ایک عہد نامہ بڑی سخت اور کڑی شرطوں کے ساتھ ہو گیا جو معاہدہ حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم پر سب مسلمان واپس ہو گئے۔ پھر اگلے سال سن 7ھ میں دوبارہ ماہ ذیقعدہ میں انہی شرائط کی پابندی کے ساتھ یہ عمرہ قضا کیا گیا۔ بہرحال اس واقعہ حدیبیہ میں اہل اسلام شعائر اللہ کی اس توہین اور مذہبی فریضہ کے روک دیے جانے پر ایسی ظالم قوم کے مقابلہ میں جس قدر بھی غیظ وغضب اور بغض وعداوت کا اظہار کرتے وہ حق بجانب تھے۔ اور جوش انتقام سے برافروختہ ہو کر جو کارروائی بھی کر بیٹھتے وہ ممکن تھی لیکن اسلام کی عداوت ومحبت دونوں جچی تلی ہیں۔ قرآن کریم نے ایسے جابر اور ظالم دشمن قوم کے مقابلے میں بھی اپنے جذبات کو قابو میں رکھنے کا حکم دیا کیونکہ عموماً انسان زیادہ محبت اور زیادہ عداوت کے جوش میں حد سے تجاوز کر جاتا ہے۔ اس لیے اہل اسلام کو ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ سخت سے سخت دشمن بھی تمہارے لیے اس کا باعث نہ ہو کہ تم ظلم اور زیادتی کر بیٹھو اور عدل وانصاف کو ہاتھ سے چھوڑ دو۔

چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ مشرکوں نے جو تم پر زیادتی کی تھی اور تم کو مسجد حرام جانے اور عمرہ کرنے سے روک دیا تھا تو تم اس بات سے دلوں میں عداوت رکھ کر ان پر زیادتی کر کے اور معاہدہ کی کوئی خلاف ورزی کر کے مجرم نہ بنو۔ اس قوم کے بغض کی وجہ سے جس نے تمہارے ساتھ برائی کی ہے تم عدل وانصاف سے باہر قدم نہ رکھو اور اگر کوئی بالفرض جوش انتقام میں زیادتی کر بیٹھے تو اس کے روکنے کی تدبیر یہ ہے کہ مسلمانوں کی جماعت اس کے ظلم وعدوان کی اعانت نہ کرے بلکہ سب مل کر نیکی اور پرہیزگاری کا

مظاہرہ کریں اور چونکہ حق پرستی، انصاف پسندی اور تمام عمدہ اخلاق کی جڑ خدا کا خوف ہے اس لیے ''وَ اتَّقُوا اللّٰہَ'' فرما کر اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم دیا گیا اور اس پر مزید تاکید کے لیے یہ فرما دیا کہ خدا کا عذاب بہت سخت ہے اس لیے اس کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کی کوئی ہمت نہ کرے۔

نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کریں

یہاں بتلایا گیا کہ تعاون کن چیزوں میں ہونا چاہیے اور عدم تعاون کا موقع کون سا ہے۔ ان کا جملوں میں قطعی فیصلہ کر دیا گیا یعنی بر اور تقوی پھیلانے کے لیے تعاون کرو اور اثم اور عدوان روکنے کے لیے تعاون سے کام لو۔ بر کا معنی ہے نیک کام، تقویٰ کے معنی ہیں برے کاموں سے بچنا۔ ان دو چیزوں میں تعاون ہونا چاہیے۔ اثم کے معنی ہیں گناہ اور عدوان کے معنی ہیں کسی پر ظلم و زیادتی، ان دونوں چیزوں میں عدمِ تعاون ہونا چاہیے۔ حدیث میں ہے کہ ایک بار ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے تو فرمایا تھا کہ تو اپنے بھائی کی خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم مدد کرتا رہ۔ مظلوم کی مدد تو معلوم ہے، ظالم کی مدد کس طرح کی جائے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے جس طرح ممکن ہو روک دے۔ (درس قرآن: 2/36)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم دیا ہے۔ ہر حال میں عدل و انصاف پر قائم رہنے کی تاکید کی اور نیکی کے کاموں میں تعاون اور گناہ اور ظلم میں عدم تعاون کا حکم دیا۔

اس قرآنی حکم کے مطابق ہر مؤمن و مسلم کو اس پر کمر بستہ ہونا چاہیے کہ جو صورت بھی ہوگی میں ہمیشہ نیکی ہی پر مدد کروں گا اور کسی ظلم اور گناہ کے کام پر ہرگز تعاون نہیں کروں گا تاکہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضوان سے حصہ ملے اور اس کی ناراضگی اور عذاب سے حفاظت رہے۔ جس نے ان دونوں باتوں کو اپنے اندر جمع کر لیا اس نے گویا سعادت مکمل کر لی۔

دعا

یا اللہ! اپنے دین کے شعائر کی حقیقی عزت و عظمت ہم کو نصیب فرما اور شعائر اللہ کی بے ادبی اور بے حرمتی سے ہم کو بچا لے۔ ہمیں نیکی اور تقویٰ کی توفیق عطا فرما اور گناہ ظلم و زیادتی سے ہمیں بچا۔ اے اللہ! ہم کو نیکی اور تقویٰ کی مدد کرنے والا بنا دے اور ہم کو ان جملہ قرآنی احکام پر عمل پیدا ہونے کا عزم نصیب فرما۔ آمین (درس قرآن: 2/37)

وضو، غسل اور تیمم کی تعلیم

30۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (سورۃ المائدہ:6)

''اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھوتو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور پیروں کو ٹخنوں تک دھولو اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرو اور تم مریض ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی استنجا سے آئے یا تم نے عورت سے صحبت کی ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو اور اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اس سے مسح کرلو، اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے، تا کہ تم شکر گزار بنو''۔(ریاض القرآن:109)

پس منظر

پچھلی آیت میں کچھ احکام شرعیہ ذکر کیے گئے جن کا تعلق انسان کی دنیوی زندگی اور کھانے پینے سے ہے۔اس آیت مبارکہ میں چند احکام شرعیہ عبادات کے متعلق ذکر کیے گئے ہیں۔(معارف القرآن:3/25)

تفسیر

ابتدائے سورۃ سے متعدد احکام بیان فرمائے گئے۔درمیان میں امت محمدیہ پر جو عظیم الشان احسان دین کے مکمل ہونے اور نعمت کے پورے ہونے کا فرمایا گیا اس کا اظہار کیا گیا تھا۔حق شناس مؤمن کا دل فطری طور پر اس کی خواہش کرتا ہے کہ اس منعم

حقیقی کی بارگاہ رفیع میں دست بستہ حاضر ہوکر جبین نیاز خم کرے اور اپنی غلامانہ منت پزیری اور انتہائی عبودیت کا عملی ثبوت دے اور اعلیٰ ترین عبودیت نماز ہے جس کے لیے طہارت نہایت ضروری اور لازمی ہے۔(درس قرآن:2/ 39)

وضو کے چار فرائض

آگے حکم دیا جاتا ہے کہ اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھنے لگو یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو اور اس وقت تمہارا وضو نہ ہو تو وضو کر لو۔ یعنی اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوؤ اور اپنے سروں پر بھیگا ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت دھوؤ۔

اس آیت مبارکہ میں وضو کے چار فرائض کا بیان ہوا ہے۔ لیکن وضو کا وجوب اس آیت سے نہیں ہوا کیونکہ یہ آیت مدنی ہے اور نماز کی فرضیت بہت پہلے مکہ میں ہو چکی تھی اور ظاہر ہے بغیر وضو و طہارت تو نماز ادا ہی نہیں ہو سکتی۔

وضو کا اول فرض

پہلا فرض وضو میں منہ کا دھونا ہے اس میں تمام امت کا اتفاق ہے۔ آیت میں دو بار یا تین بار دھونے کی کوئی قید نہیں۔ ایک بار بھی اعضائے وضو کو دھو دے گا تو فرض ادا ہو جائے گا۔ البتہ مسنون طریقہ تین بار ہی دھونے کا ہے۔ منہ کا جتنا دھونا فرض ہے اس کی حد یہ ہے پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک جہاں تک بال ہوں اور ایک کنپٹی سے لے کر دوسری کنپٹی تک، اگر بال گھنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا فرض ہے اور اگر گھنے ہوں تو بالوں کا دھونا فرض ہے۔ آنکھ کا کونا بھی غسل وجہ میں داخل ہے اس لیے اس کا دھونا بھی فرض ہے۔ اگر چہرے وغیرہ پر کوئی سخت چیز جم گئی ہے تو اس کا چھڑانا فرض ہے۔ اسی طرح پلک کا ہر بال پورا دھونا فرض ہے۔

وضو کا دوسرا فرض

وضو کا دوسرا فرض دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا ہے۔ مسنون اس طرح ہے کہ پہلے دائیں کو پھر بائیں کو دھوئے اور ہاتھ دھونے میں انگلیوں سے دھوتا ہوا کہنی تک آئے۔ نہ کہ کہنی سے پانی ڈال کر انگلیوں تک لائے۔ یہ مکروہ اور خلاف حدیث ہے۔

وضو کا تیسرا فرض

وضو کا تیسرا فرض سر کا مسح ہے۔ مسح کہتے ہیں ہاتھ تر کر کے کسی چیز کو لگانا۔ آیت میں کوئی تصریح نہیں کہ کل سر کا مسح کرے یا آدھے سر کا یا چوتھائی کا۔ اس لیے ائمہ کا اس میں اختلاف ہے۔ حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنے سے فرضیت ادا ہو جاتی ہے مگر تمام سر کا مسح کرنا سب کے نزدیک مسنون اور بہتر ہے۔

وضو کا چوتھا فرض

وضو کا چوتھا فرض ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا ہے۔ اہل سنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے اور احادیث کثیرہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر پاؤں میں چمڑے کے موزے نہ ہوں تو دھونا فرض ہے۔ ہاں موزوں پر ان شرائط کے موافق جو کتب فقہ میں مذکور ہیں مقیم ایک دن رات اور مسافر تین دن تک مسح کر سکتا ہے۔ یہ چار اعضاء جو دھونے فرض ہیں۔ اگر کسی جگہ ایک بال برابر بھی خشک رہ گیا تو وضو نہیں ہوگا۔ (درس قرآن:2/49)

غسل کا بیان

وَاِنۡ کُنۡتُمۡ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوۡا اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو نماز سے پہلے سارا بدن پاک کرو۔ اس جگہ جنابت والے کے لیے غسل کا حکم دیا گیا۔ جس کی شرح قولاً اور فعلاً آپ ﷺ نے اس طرح بیان فرمادی کہ پہلے نجاست دھوئے، پھر وضو کرے، پھر تین بار تمام جسم پر پانی بہادے اور پاؤں وہاں سے ہٹ کر دھوئے اگر جگہ اچھی نہیں۔ چونکہ یہاں لفظ فَاطَّهَّرُوۡا آیا ہے جس میں تاکید طہارت پائی جاتی ہے۔ اس لیے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا بھی ضروری تصور کرتے ہیں۔ اگر بدن میں بال برابر بھی کوئی جگہ خشک رہ جائے گی تو غسل نہ ہوگا۔

تیمم کا بیان

یہاں وضو اور غسل کے قائم مقام بوقت ضرورت تیمم کا حکم دیا گیا ہے۔ جو شخص مرض یا پانی نہ ملنے کی وجہ سے وضو اور غسل پر قادر نہ ہو، اس کو طہارت تیمم سے حاصل کرنی چاہیے۔

فقہاء نے تیمم کے تین فرض لکھے ہیں:

(1) نیت کرنا۔

(2) تمام منہ پر ہاتھ پھیرنا۔

(3) دونوں ہاتھوں پر مع کہنیوں کے اس طرح ہاتھ پھیرنا کہ قطعاً کوئی حصہ باقی نہ رہے۔

پاک زمین یا مٹی یا جو چیز کہ زمین کی جنس سے ہو اس پر تیمم کر سکتے ہیں۔ مثلاً ریت، چونا، سرمہ، گندھک، گیرو، پتھر، پکی اینٹ، مٹی کے برتن، کھریا مٹی، نمک جو کان سے نکلتا ہے، گچ کی دیوار وغیرہ پر اتنا غبار ہو کہ ہاتھ پھیرنے سے انگلیوں کے نشان بن جائیں۔ ان سب سے تیمم جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم پر شکر کرو

یہاں حق تعالیٰ نے وضو، غسل اور تیمم کے احکام بیان فرما کر اخیر میں فرمایا لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ یعنی امید ہے کہ تم ان ضوابط پر پابندی کر کے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو گے کہ اس نے ہر حال کے لائق احکام تعلیم فرمائے اور اتنی آسانیاں رکھیں اور حقیقی شکر حق تعالیٰ کا یہی ہے کہ اس کے بتائے ہوئے احکامات پر دل وجان سے عمل کیا جائے۔

آگے ان سب انعامات و احسانات کو یاد کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔ مقصود جس سے یہی ہے کہ منعم حقیقی کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کا شوق پیدا ہو۔ کیونکہ انسان کو کسی کے احکام ماننے کی رغبت دلانے کی دو ہی چیزیں ہیں: ایک تو اس حکم دینے والے کی عنایتوں اور نعمتوں کو یاد کیا جائے تو اس وقت فطرتاً اس کی طرف توجہ ہوتی ہے اور اس کے انعامات و احسانات کو خیال کر کے اس کے احکام کی تعمیل پر طبیعت راغب ہوتی ہے۔

دوسری چیز جو آدمی کو کسی کے احکام کی تعمیل کی طرف راغب بناتی ہے وہ قول وقرار اور عہد و پیمان ہے۔ جب کسی کو یاد دہانی کرا دی جائے کہ تم نے یہ قول وقرار اور عہد کیا تھا تو اس کو اپنا عہد یاد آجاتا ہے اور اس کو پورا کرنے کے لیے طبیعت راغب ہو جاتی ہے۔ ان ہی دونوں باتوں کا بیان یہاں فرمایا۔

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو محبت بھرا خطاب فرمایا طہارت حاصل کرنے کے لیے وضو، غسل اور تیمم کی تعلیم فرمائی۔ اور مریض اور جو پانی کے حصول پر قادر نہ ہوں ان کو رعایت دی۔ یہ سب امت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات ہیں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان سب انعامات و احسانات کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ کا حقیقی شکر ادا کرنے کی بھی تلقین فرمائی گئی ہے۔

دعا

یا اللہ! اپنی نعمتوں اور احسانات کے ذکر وفکر کی ہمیں بھی توفیق عطا فرما۔ اور اپنے انعامات کا ہم کو شکر گزار بنا۔ ہم کو اپنے احکام کی اطاعت و تعمیل کی توفیق نصیب فرما۔ اور آپ کے اطاعت گزار بندوں میں شامل ہونا ہمارے لیے مقدر ہو۔ یا اللہ! ناشکری سے ہم کو کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔ آمین (درس قرآن: 2/50)

عدل وانصاف، تقویٰ کے حصول کا ذریعہ

31۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ‌ وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعۡدِلُوۡا‌ اِعۡدِلُوۡا هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى‌ وَاتَّقُوا اللّٰهَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ (سورۃ المائدہ:8)

''اے ایمان والو! اللہ کے لیے قائم رہنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو، اور کسی گروہ کی دشمنی تم کو اس پر نہ ابھارے کہ تم انصاف نہ کرو (بلکہ تم) انصاف کرو یہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔'' (ریاض القرآن:109)

پس منظر

گزشتہ آیات میں مؤمنین کو حق تعالیٰ کے انعامات و احسانات یاد کرنے اور اپنے عہد و پیمان کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اب آگے اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم نے خدا کے بے شمار احسانات اور اپنے عہد وقرار کو بھلا نہیں دیا تو لازم ہے کہ جس محسن حقیقی کے حقوق و احکام کو ادا کرنے اور اپنے عہد کو وفا کرنے اور سچا کر دکھانے کے لیے ہمہ وقت کمر بستہ رہو اور جب کوئی حکم اپنے آقا و منعم حقیقی کی طرف سے ملے فوراً تعمیل حکم کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ (درس قرآن:2/51)

تفسیر

یہاں اس آیت میں قَوّٰمِيۡنَ لِلّٰهِ میں حقوق اللہ اور شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ میں حقوق العباد کی طرف اشارہ ہے۔ اسی مضمون کی ایک آیت اس سے پہلے پانچویں پارہ میں سورۃ نساء کی آیت 135 گزر چکی ہے۔

فرق اتنا ہے کہ وہاں سورۃ النساء میں ارشاد ہوا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ اور یہاں آیت میں ارشاد ہوا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ یعنی دونوں میں فرق یہ ہے کہ عدل و انصاف نہ کرنے کی وجہ دو چیزیں ہوتی ہیں۔ یا تو

ایک فریق کی رعایت یا کسی فریق کی عداوت۔

اسی لیےسورۃ النساء میں ارشاد ہوا کہ عدل و انصاف پر قائم رہو چاہے وہ عدل و انصاف کا حکم خود تمہارے نفس یا تمہارے والدین، عزیزوں اور دوستوں کے خلاف پڑے۔اور یہاں سورۃ مائدہ کی اس آیت میں ارشاد ہے کہ کسی قوم کی عداوت و دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف کے خلاف کرنے لگو۔ان دونوں آیتوں میں دو چیزوں کی طرف ہدایت ہے:

ایک یہ کہ خواہ معاملہ دوستوں سے ہو یا دشمنوں سے عدل وانصاف کے حکم پر قائم رہو۔نہ کسی کی دوستی سے اس میں فرق آئے نہ کسی کی دشمنی وعداوت سے یعنی بندوں کے معاملہ میں عدل وانصاف کا حکم دیا جا رہا ہے۔عدل کا مطلب ہے کہ کسی شخص کے ساتھ بدون افراط وتفریط کے وہ معاملہ کرنا جس کا وہ واقعی مستحق ہے۔(درس قرآن:2/51)

دوسری ہدایت

دوسری ہدایت ان دونوں آیتوں میں اس کی بھی ہے کہ سچی شہادت اور حق بات کے کہنے سے پہلوتہی نہ کی جائے۔قرآن کریم کی مختلف آیات میں اس کی سخت تاکید فرمائی گئی ہے کہ لوگ سچی گواہی دینے میں کوتاہی وسستی نہ کریں۔اس لیے شریعت اسلامیہ میں سچی گواہی دیناواجب اوراس کا چھپانا سخت گناہ قرار دیا گیا۔

تقویٰ کے حصول کا سبب

الغرض عدل وانصاف کی ترازوایسی صحیح اور برابر ہونی چاہیے کہ گہری سے گہری محبت اور شدید سے شدید عداوت بھی اس کے دونوں پلوں میں سے کسی پلہ کو جھکا نہ سکے۔توحق کے معاملہ میں جذبات محبت وعداوت سے مغلوب نہ ہونا اور دوست دشمن سب کے ساتھ یکساں انصاف کرنا، یہ خصلت حصولِ تقویٰ کے مؤثر ترین اور قریب ترین اسباب میں سے ہے۔اسی لیے آیت میں **هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى** فرمایا یعنی یہ عدل جس کا حکم دیا گیا تقویٰ سے نزدیک تر ہے کہ اس کے اختیار کرنے سے آدمی کو متقی بننا سہل ہوجاتا ہے۔

آیت کے اخیر میں **وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ** فرما کر یہ واضح کردیا کہ حصولِ تقویٰ کا واحد ذریعہ خدا کا ڈر ہے اور اللہ کا خوف وڈر **اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ** کے مضمون کا مراقبہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔جب کسی مؤمن کے دل میں یہ یقین مستحضر ہوگا کہ ہماری کوئی چھپی یا کھلی حرکت حق تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں تو اس کا قلب خشیت الٰہی سے لرزنے لگے گا۔جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمام معاملات میں عدل وانصاف کا راستہ اختیار کرے گا اور احکامِ الٰہیہ کے پورا کرنے کے لیے غلامانہ تیار رہے گا۔(درس قرآن:2/52)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو ارشاد فرمایا کہ خواہ معاملہ دوستوں سے ہو یا دشمنوں سے عدل و انصاف کے حکم پر قائم رہو۔ نہ کسی تعلق کی رعایت سے اس میں کمزوری آنی چاہیے اور نہ کسی دشمنی و عداوت سے۔ اور عدل و انصاف کو تقویٰ کے حصول کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ (معارف القرآن:3/69)

دعا

یا اللہ! ہم کو بھی اپنے جملہ احکام کی ظاہراً و باطناً پابندی نصیب فرما اور عدل و انصاف کو قائم کرنے والا بنا۔ آمین!

تقویٰ، توکل اور شکر گزاری کی تاکید

32۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْٓا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (سورۃ المائدہ:11)

''اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کے احسان کو یاد کرو۔ جب ایک قوم نے ارادہ کیا کہ تم پر دست درازی کرے تو اللہ نے تم سے ان کے ہاتھ کو روک دیا اور اللہ سے ڈرو اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔''

(ریاض القرآن:110)

شانِ نزول

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ محارب کا ایک آدمی غورث بن الحرث نے اپنی قوم سے کہا کہ (نعوذ باللہ) کیا میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے لیے قتل نہ کردوں؟ قوم نے کہا کہ ''ہاں'' ضرور کرو۔ لیکن تم ان کو کیسے قتل کرو گے؟ اس نے کہا کہ میں ان کو بے خبری میں قتل کروں گا۔ یہ کہہ کر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرف آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بیٹھے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار گود میں تھی، اس نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اپنی یہ تلوار مجھے دکھائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، اس نے تلوار پکڑی اور اسے نیام سے نکال کر ہلانا شروع کیا، پھر اس نے مارنے کا ارادہ کیا تو اللہ نے اس کو پیچھے ہٹا دیا، پھر کہنے لگا: اے محمد! کیا آپ مجھ سے ڈرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ اس نے کہا کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ڈرتے نہیں حالانکہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے میری حفاظت کرے گا۔ (یہ سن کر) اس نے تلوار نیام میں رکھ دی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس کر دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

دوسرا قول

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، لوگ سایہ دار درختوں کی تلاش میں ادھر ادھر نکل گئے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہتھیار ایک درخت پر لٹکا دیا، ایک اعرابی نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار اپنے ہاتھ میں لے لی اور اسے سونت کر

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اب بتاؤ! تمہیں کون بچائے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ'' اس اعرابی نے یہ بات دو یا تین بار کہی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر بار یہی جواب دیا کہ اللہ بچائے گا۔ اس اعرابی نے وہ تلوار نیام میں واپس رکھ دی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو بلایا اور ان سے اعرابی کا سارا واقعہ ذکر کیا، اس وقت وہ اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کوئی سزا یا اس سے کوئی بدلہ نہیں لیا۔

تیسرا قول

امام مجاہدؒ، امام کلبیؒ اور حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے بنو سلم کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا جن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صلح کا معاہدہ تھا، چنانچہ ان کی قوم کے لوگ آئے اور انہوں نے دیت کا مطالبہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعب بن اشرف اور بنو نضیر کے پاس ان کی دیت کے معاملہ میں تعاون کے لیے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور عبدالرحمان بن عوفؓ بھی تھے۔ کعب بن اشرف اور بنو نضیر نے جواب میں کہا کہ اے ابوالقاسم! کیا مانگنے کا وقت آ گیا ہے؟ آؤ بیٹھو، تاکہ ہم آپ کو کھلائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت پوری کریں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ بیٹھ گئے۔ اتنے میں وہ آپس میں کہنے لگے کہ اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جتنے قریب ہیں اتنے کبھی قریب نہیں آئے، اس لیے دیکھو! کوئی ایسا شخص ہے جو گھر کی چھت پر چڑھ کر ان پر پتھر دے مارے تاکہ ان کا کام ہی صاف ہو؟

عمر بن جحاش بن کعب نے کہا میں اس کام کے لیے تیار ہوں چنانچہ وہ ایک بڑی چکی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گرانے کے لیے لایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ہاتھ روک دیا اور فوراً حضرت جبرائیلؑ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حقیقت حال سے باخبر کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی سے اس جگہ سے ہٹ گئے، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (آیات قرآنی کے شان نزول: 204)

تفسیر

پچھلی آیت کی اس آیت کو بھی ''اُذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ'' سے شروع کر کے یہ بتلانا منظور ہے کہ مسلمانوں نے اپنے اس عہد میثاق کی پابندی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا و آخرت میں قوت و بلندی اور درجات عالیہ عطا فرمائے اور دشمنوں کے ہر مقابلہ میں ان کی امداد فرمائی۔ دشمنوں کا قابو ان پر نہ چلنے دیا۔ اس آیت میں خاص طور پر اس کا ذکر ہے کہ دشمنوں نے بارہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے مٹا دینے اور قتل و غارت کر دینے کے منصوبے بنائے اور تیاریاں کیں مگر اللہ تعالیٰ نے سب کو خائب و خاسر کر دیا۔ ارشاد ہے کہ ''ایک قوم اس فکر میں تھی کہ تم پر دست درازی کرے، مگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیے۔'' (معارف القرآن: 3/74)

ایک خصوصی انعام کی یاد دہانی

اب عمومی احسانات یاد دلانے کے بعد ایک خصوصی احسان اہل ایمان کو یاد دلایا جاتا ہے تا کہ اس نعمت و احسان کو یاد کر کے دل میں منعم حقیقی کی محبت اور اس کی اطاعت کا داعی پیدا ہو اور خداوند ذوالجلال کی قوت و طاقت اور قدرت پر اعتماد اور بھروسہ دل میں پیدا ہو۔ وہ خصوصی احسان جس کی طرف یہاں اس آیت میں اشارہ ہے اور جس سے غافل نہ ہونے اور اس انعام و احسان کو یاد کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں کفار مکہ نے اور ان کے پٹھوؤں نے اور اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے اور ان کے قتل و غارت کر دینے کے کتنے منصوبے بنائے اور کس قدر ہاتھ پاؤں مارے مگر حق تعالیٰ کے فضل و رحمت اور دستگیری نے ان کا کوئی داؤ چلنے نہ دیا اور ان سب کو ناکام و نامراد بنا دیا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں اس مدنی آیت میں اس احسان عظیم کو جتلانے کا مقصد یہ بھی ہے کہ اہل ایمان غلبہ و قوت حاصل کرنے کے بعد اپنے دشمنوں کو ہر قسم کے ظلم و زیادتی سے محفوظ رکھیں اور جوشِ انتقام میں عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں جیسا کہ گزشتہ آیت میں اس کی تاکید کی گئی ہے۔ (درس قرآن:2/53)

پیار بھری نصیحت

ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے دشمن سے ایمان والوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔ پس تم اللہ سے ڈرتے رہو اور اسی پر بھروسہ رکھو۔

دعا

یا اللہ! ہر حال میں اپنی نعمتوں کے ذکر و فکر اور ان کی شکر گزاری کی توفیق مرحمت فرما۔ تقویٰ و توکل کی دولت سے ہم کو محروم نہ فرما۔ اہل اسلام کی مدد فرما اور دشمنان دین کی چالوں اور شر سے ان کی حفاظت فرما۔ آمین

تقویٰ، اطاعت اور جہاد کی ترغیب

33۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدہ:35)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کا قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جدوجہد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

(ریاض القرآن:114)

پسِ منظر

آیت مبارکہ سے پہلی آیت میں ڈاکہ اور بغاوت کی شرعی سزا اور اس کے احکام کی تفصیل مذکور تھی، اور آگے تین آیتوں کے بعد چوری کی شرعی سزا کا بیان آنے والا ہے، اس کے درمیان تین آیتوں میں تقویٰ، اطاعت وعبادت، جہاد کی ترغیب اور کفر وعناد اور معصیت کی تباہ کاری کو بیان فرمایا گیا ہے۔ (معارف القرآن:3/ 126)

تفسیر

قرآن مجید کا عام اسلوب بیان یہی ہے کہ وہ محض حاکمانہ طور پر کسی جرم کی سزا اور تعزیر کا قانون بیان کر کے نہیں چھوڑ دیتا بلکہ مربیانہ انداز میں قلوب کو جرائم سے متنفر بنانے کے لیے خدا تعالیٰ اور آخرت کا خوف، اطاعت کرنے والوں کے لیے جنت کی دائمی اور ابدی نعمتیں وراحتیں اور مجرمین کے لیے آخرت کی سزائیں یاد دلاتا ہے۔ تا کہ ذہنی انقلاب پیدا ہو کر انسان جرائم سے باز رہے اسی لیے اکثر قانون جرم وسزا کے بیان کے ساتھ **اتَّقُوا اللّٰهَ** وغیرہ کا اعادہ کیا جاتا ہے کیونکہ خوف خداوندی ہی وہ چیز ہے جو انسان کو حقیقی طور پر خفیہ اور اعلانیہ جرائم سے روک سکتی ہے۔ لیکن یہ اللہ سے ڈرنا ایسا نہیں جیسے آدمی سانپ، بچھو، شیر یا بھیڑیے سے ڈر کر دور بھاگتا ہے بلکہ اس بات سے ڈرنا کہ کہیں اس کی خوشنودی اور رحمت سے دور نہ جا پڑے۔ اس لیے پہلے **اتَّقُوا اللّٰهَ** فرمایا یعنی اللہ سے ڈرتے رہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ **ابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ** یعنی اس کی خوشنودی اور بعد وہجر سے ڈر کر قرب ووصول حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اور ظاہر ہے کہ کسی چیز کے قریب ہم اسی وقت ہو سکتے ہیں جبکہ درمیانی راستہ قطع کر لیں جس پر چل کر اس کے پاس پہنچ سکتے ہوں۔

اسی کو آگے فرمایا **وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ** جہاد کرو اس کی راہ میں یعنی اس پر چلنے کی پوری پوری کوشش کرو۔ **لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ** تا کہ تم اس کا قرب ونزدیکی حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکو۔

نیز اہل ایمان کو خطاب کر کے ان کاموں سے نفرت دلائی گئی ہے کہ تم تو اللہ پر ایمان لائے ہو،تم ہرگز کوئی کام ایسا نہ کرو جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں،تمہیں تو ہمیشہ ایسے کام کرنے چاہئیں جن سے تمہیں اللہ کی نزدیکی اور قرب حاصل ہو۔تم ہر وقت اسی دھن میں لگے رہو کہ کسی طرح اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں اور تم اس سے نزدیک ہوتے چلے جاؤ۔پھر ظاہر ہے کہ جو کوئی اس دھن میں لگے گا کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کو خوش رکھے اور کوئی کام ایسا نہ ہو کہ جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں تو اس کی کامیابی میں کیا شبہ ہے۔پھر یہ بھی بتلا دیا گیا کہ اصل وسیلہ اور ذریعہ قرب خداوندی حاصل کرنے کے لیے ایمان و طاعات ہیں۔لہٰذا طاعات کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا قرب ڈھونڈنا چاہیے اور خدا تک پہنچنے کے لیے اس کے حکم کی تعمیل،اطاعت اور فرمانبرداری کرنی چاہیے۔اور جان و مال،تن من دھن سے اس کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ تم پورے کامیاب ہو جاؤ۔(درس قرآن 2:82/)

قربِ الٰہی کا وسیلہ

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہر وہ چیز ہے جو بندہ کو رغبت و محبت کے ساتھ اپنے معبود کے قریب کر دے اور وسیلہ کے درجات میں ترقی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پر موقوف ہے۔اور محبت پیدا ہوتی ہے اتباع سنت سے۔جتنا کوئی اپنی عبادات،معاملات،اخلاق،معاشرت اور زندگی کے تمام شعبوں میں رسول کریم ﷺ کی سنت کا اتباع کرے گا اتنی ہی اللہ تعالیٰ کی محبت اس کو حاصل ہوگی۔اور جتنی محبت زیادہ بڑھے گی اتنا ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھرے انداز میں مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ ان کاموں سے بچے رہو جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو بوسیلہ اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔اسی میں اہلِ ایمان کی فلاح ہے۔

دعا

یا اللہ! ہمیں تقویٰ و پرہیزگاری کی دولت عطا فرما۔اور اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے احکامات کا طاعت گزار بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرما۔ہمیں ہر حال میں ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کی پابندی عطا فرما۔یا اللہ! دین و دنیا دونوں جہان کی اصلاح و فلاح نصیب فرما۔یا اللہ! اس دنیا میں ہم کو آپ کے راضی کرنے کی دھن اور فکر نصیب ہو جائے۔یا اللہ! ہمیں اتباع سنت کی دولت عطا فرما اور اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی سچی اور پکی محبت عطا فرما۔آمین (درس قرآن 2:83/)

یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ

34۔

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَ النَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ط وَ مَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ ط اِنَّ اللہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (سورۃ المائدہ:51)

''اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں سے جو شخص ان کو اپنا دوست بنائے گا تو وہ ان ہی میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا۔'' (ریاض القرآن:118)

شانِ نزول

امام التفسیر ابن جریر نے بروایت حضرت عکرمہؓ بیان فرمایا ہے کہ یہ آیت ایک خاص واقعہ میں نازل ہوئی ہے، وہ یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہونے کے بعد ان اطراف کے یہود و نصاریٰ سے معاہدہ کرلیا تھا لیکن یہودی اپنی سازشی فطرت اور اسلام دشمن طبیعت کی وجہ سے اس معاہدہ پر زیادہ دیر قائم نہ رہ سکے اور مسلمانوں کے خلاف مشرکین مکہ سے سازش کر کے ان کو اپنے قلعہ میں بلانے کے لیے خط لکھ دیا۔ بنو قریظہ کے یہودی ایک طرف تو مشرکین مکہ سے مل کر سازش کر رہے تھے اور دوسری طرف مسلمانوں میں گھسے ہوئے بہت سے مسلمانوں سے دوستی کے معاہدے کیے ہوئے تھے اور اس طرح مسلمانوں کے خلاف مشرکین کے لیے جاسوسی کا کام دیتے تھے۔ اس موقع پر آیت مذکورہ نازل ہوئی اور مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی گہری دوستی سے روک دیا گیا۔ (معارف القرآن:170)

قولِ ثانی

حضرت عطیہ العوفیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بہت سے یہودیوں سے میرے دوستانہ تعلقات ہیں لیکن اب میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرتا ہوں اور ان کی دوستی سے دستبردار ہوتا ہوں اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں آتا ہوں۔

اس پر عبداللہ بن ابی نے کہا کہ میں تو ناگہانی آفات کے پیش آنے سے ڈرتا ہوں اس لیے میں یہودیوں کی دوستی سے دستبردار

نہیں ہوں گا۔حضور ﷺ نے اس سے فرمایا اے ابوالحباب! یہودیوں کی دوستی سے جو تجھے نفع ہوگا وہ عبادہ بن صامتؓ کو حاصل ہونے والے نفع سے کم ہے۔اس نے کہا مجھے منظور ہے۔اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔(آیات قرآنی کے شان نزول:210)

قول ثالث

جب غزوۂ احد میں اہل اسلام کو ظاہرا کچھ شکست ہوئی اور نقصان اٹھانا پڑا تو منافقین سخت اندیشے میں پڑے اور باہم مشورہ کرنے لگے کہ مسلمانوں کے غالب آنے کی تو کچھ امید نہیں رہی۔اپنی کہیں پناہ لگائے رکھنا چاہیے کہ وقت پر کام دے۔کسی نے کہا کہ میں فلاں یہودی سے امان لے لیتا ہوں اور ایسے وقت پر یہودی بن جاؤں گا اور ایسے وقت پر نصرانی بن جاؤں گا۔ان واقعات میں یہ آیت نازل ہوئی۔(درس قرآن:2/101)

تفسیر

گزشتہ آیات سے اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کا ذکر ہوتا چلا آرہا ہے۔اب یہاں ان آیات میں منافقین جو ظاہرا اسلام کے مدعی تھے اور اہل کتاب سے بعض مصلحتوں اور وہمی نفع ونقصان کے خیال سے دوستی رکھتے تھے،اس کو ناپسند کیا جارہا ہے اور اہل ایمان کو یہود ونصاریٰ سے دوستی کرنے کو منع کیا جارہا ہے۔نیز منافقین کی مذمت اور ان کا انجام بطور پیشین گوئی کے ذکر فرمایا گیا۔

(درس قرآن:2/100)

منافقین کا انجام

چنانچہ منافقین کے متعلق جو پیشین گوئی فرمائی گئی وہ صادق ہوئی۔ان منافقین کی زیادہ دوستی مدینہ کے یہود اور مکہ کے مشرکین سے تھی۔جب مکہ فتح ہوگیا اور یہودِ مدینہ بہت سے مارے گئے اور بہت سے جلاوطن ہوگئے۔منافقین کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا اور مسلمانوں کے سامنے صریح طور پر جھوٹے ثابت ہوئے۔

یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ

یہاں اہل اسلام کو یہود ونصاریٰ کو ''اولیاء'' بنانے کی ممانعت کی گئی ہے۔اولیاء ولی کی جمع ہے۔ولی دوست کو بھی کہتے ہیں، قریب کو بھی، ناصر اور مددگار کو بھی۔غرض یہ ہے کہ یہود ونصائیٰ بلکہ تمام کفار سے جیسا کہ سورۃ نساء میں تصریح کی گئی ہے مسلمان دوستانہ تعلقات اور دلی محبت کو قائم نہ کریں اور راز اس میں یہ ہے کہ دلی محبت اور صحبت کا بڑا اثر انسان کے دل پر پڑتا ہے۔خدا تعالیٰ کے باغیوں کی دلی محبت اور میل جول سے رفتہ رفتہ ان کے بددینی کے جراثیم اس میں بھی سرایت کر جاتے ہیں اور فی الحال

باطن کے اعتبار سے اگر چہ ان میں سے نہیں لیکن ان کی صحبت اور محبت سے اندیشہ ہے کہ آئندہ چل کر انہی میں سے نہ ہو جائے یعنی اسلام سے مرتد نہ ہو جائے جیسا کہ آئندہ آیت میں اسی فتنہ ارتداد کی خبر دی گئی ہے۔جس طرح کسی حکومت کی رعایا بن جانے کے بعد قانون حکومت پر نکتہ چینی حکومت سے ارتداد ہے اسی طرح اسلام میں داخل ہونے کے بعد قانون شریعت اور احکام اسلام پر نکتہ چینی اسلام سے ارتداد اور کافروں سے دلی تعلق ارتداد کی علامت اور اس کا پیش خیمہ ہے اور اگر وہ اس کو چھپائیں اور اسلام کو ظاہر کریں تو وہ نفاق ہے۔ جو شخص حکومت کے دشمنوں اور باغیوں سے میل جول، ربط وضبط اور دوستانہ تعلقات رکھے تو حکومت کی نظر میں اس کی وفاداری مشکوک ہو جاتی ہے۔اسی طرح کافروں سے دوستانہ تعلقات اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کی نظر میں اسلام کی وفاداری مشکوک ہو جاتی ہے۔

موالات اور مروت کا فرق

مگر یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ موالات جس کی کفار کے ساتھ ممانعت ہے اور چیز ہے اور مروت وحسن سلوک اور مصالحت رواداری اور عدل وانصاف یہ سب چیزیں الگ الگ ہیں۔ اہل اسلام اگر مصلحت سمجھیں تو ہر کافر سے صلح اور عہد و پیمان مشروع طریقہ پر کر سکتے ہیں۔ رہا عدل وانصاف کا حکم وہ مسلم کافر ہر فرد بشر کے حق میں ہے۔مروت، حسنِ سلوک اور رواداری کا برتاؤ ان کفار کے ساتھ ہو سکتا ہے جو جماعتِ اسلام کے مقابلہ میں دشمنی اور عناد کا مظاہرہ نہ کریں۔

اس لیے یہ چیزیں کفار کے ساتھ جائز ہیں۔ باقی موالات یعنی دوستانہ تعلقات اور برادرانہ مناصرت ومعاونت اور ایسی گہری دوستی اور خلط ملط جس سے اسلام کے امتیازی نشان گڈ مڈ ہو جائیں اس کی اجازت نہیں۔

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے پیار بھرے انداز میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔(درس قرآن:2/101)

دعا

یا اللہ! ہم کو قرآنی احکام پر عملی پیرا ہونے کی توفیق کاملہ نصیب فرما۔ یا اللہ! ہم کو اسلام اور مسلمانوں سے محبت اور دلی تعلق نصیب ہو اور کفار و یہود ونصاریٰ سے دلی بغض اور ترک موالات نصیب ہو۔ یا اللہ! منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیے اور سچا ایمان اور پکا اسلام ہم کو نصیب فرما۔آمین

ارتداد سے بچنے کی تاکید

35۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (سورۃ المائدہ،:54)

''اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ جلد ایسے لوگوں کو لائے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا۔ وہ مسلمانوں کے لیے نرم اور کافروں کے او پر سخت ہوں گے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔'' (ریاض القرآن:118)

پسِ منظر

حضرت علی المرتضیٰؓ، حسن بصریؒ، ضحاکؒ، قتادہؒ، جمہور ائمہ تفسیر نے بیان فرمایا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں آئی ہے۔ وہ ہی سب سے پہلے اس قوم کا مصداق ثابت ہوئے، جن کے من جانب اللہ میدان عمل میں لائے جانے کا آیت مذکورہ میں ارشاد ہے مگر یہ اس کے منافی نہیں کہ کوئی دوسری جماعت بھی اس آیت کی مصداق ہو۔ اس لیے جن حضرات نے اس آیت کا مصداق حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ یا دوسرے صحابہ کرامؓ کو قرار دیا ہے، وہ بھی اس کا مخالف نہیں بلکہ صحیح یہی ہے کہ یہ سب حضرات بلکہ قیامت تک آنے والا ہر وہ مسلمان جو قرآنی ہدایات کے مطابق کفر و ارتداد کا مقابلہ کرے گا اسی آیت کے مصداق میں داخل ہوگا۔ (معارف القرآن:3/176)

تفسیر

حق تعالیٰ نے ان آیات میں اسلام کی ابدی بقا اور حفاظت کے متعلق عظیم الشان پیشین گوئی فرمادی ہے اور صاف صاف کہہ دیا گیا کہ یہ مت سمجھنا کہ اسلام دنیا میں رہنے کے لیے تمہارا محتاج ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تم اچھی زندگی بسر کرنے کے لیے اور دین و

دنیا کی صلاح وفلاح کے لیے اسلام کے محتاج ہو۔اگر کوئی اسلام چھوڑ دے گا تو وہ اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔اللہ کو منظور یہ ہے کہ دنیامیں اسلام باقی رہے اور وہ اس کو ہمیشہ قائم رکھے گا۔

کوئی چھوڑ دے گا تو کیا ہے۔حق تعالیٰ مرتدین کے بدلے میں یا ان کے مقابلے پر ایسی قوم لے آئے گا جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہوں گے اور وہ بھی اللہ کے ساتھ خلوص ومحبت رکھتے ہوں گے۔وہ مسلمانوں پر شفیق ومہربان اور دشمنان اسلام کے ساتھ سخت ہوں گے۔اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ کریں گے۔یہ تو اللہ کا فضل ہے جس پر چاہے کرے اور جس سے چاہے اسلام کی سربلندی کا کام لے۔(درس قرآن:2/102،103)

مسلمانوں کی محبت

مسلمانوں کو یہود ونصاریٰ کی دوستی اور رفاقت سے منع کیا گیا اور بتلایا گیا کہ مسلمانوں کو گہری دوستی اور رفاقت خاص کا تعلق سب سے پہلے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ہونا چاہیے۔اور اس کے بعد مسلمانوں کے رفیق اور مخلص دوست وہ مسلمان ہیں جو صرف نام کے مسلمان نہیں بلکہ سچے اور پکے مسلمان ہیں اور جن کی درج ذیل صفات وعلامات بیان کی گئی ہیں۔

1۔اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتے ہیں۔

2۔وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔

3۔وہ سب حضرات مسلمانوں کے معاملات میں نہایت نرم ہیں اور کفار کے معاملہ میں تیز ہیں۔

4۔ان کا جہاد ٹھیک اللہ کی راہ میں تھا، جس میں انہوں نے کسی کی ملامت وغیرہ کی پرواہ نہیں کی۔(معارف القرآن:3/177)

حضرت ابوبکرصدیقؓ اور صحابہؓ کے لیے بشارت

جمہور مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات میں جو فتنہ ارتداد کا ذکر فرمایا ہے تو یہ درحقیقت آنے والے فتنہ ارتداد کی پیشین گوئی اور اس کا ہمت وجرأت کے ساتھ مقابلہ کر کے کامیاب ہونے والی جماعت کے لیے بشارت ہے۔

ارتداد کا سب سے بڑا فتنہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں پھیلا اور پورے جزیرۃ العرب میں اس کا طوفان کھڑا ہو گیا۔اور کئی طرح کے مرتدین اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے۔مگر حضرت ابوبکرصدیقؓ کی ایمانی جرأت اور اعلیٰ تدبیر اور مخلص مسلمانوں کی سرفروشانہ اور عاشقانہ خدمات اسلام نے اس آگ کو بجھایا اور تمام آفات ومصائب کا پورے عزم وہمت کے ساتھ مقابلہ کیا اور بالآخر کامیاب ہوئے اور سارے عرب کو متحد کر کے ازسرنو اخلاص اور ایمان کے راستہ پر گامزن کر دیا۔

آخر آیت میں اس حقیقۃ الحقائق کو واضح فرما دیا کہ مسلمانوں کی صفات کمال اور پھر ان کا بروقت استعمال، پھر ان کے ذریعہ

اسلامی مہم میں کامیابی یہ سب چیزیں نری تدبیر، طاقت یا جماعت کے بل بوتے پر حاصل نہیں ہوا کرتیں بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ ہی جس کو چاہتے ہیں یہ نعمت عطا فرماتے ہیں۔(معارف القرآن:3/177)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھرے انداز میں مخاطب کر کے فرمایا کہ مسلمان اگر مرتد ہو جائیں پروا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات دین کی حفاظت اور اشاعت کے فرائض انجام دے گی۔ اس کے کام نہ کسی ذات پر موقوف ہیں نہ کسی بڑی سے بڑی جماعت یا ادارے پر۔ وہ جب چاہتے ہیں تو تنکوں سے شہتیر کا کام لے لیتے ہیں۔ ورنہ شہتیر پڑے خراب ہوتے رہتے ہیں۔

دعا

یا اللہ! حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی حزب اللہ کے گروہ میں داخل ہونے کی سعادت نصیب فرما۔ اور جملہ صفات ایمانیہ سے ہمارے قلوب کو مزین و منور فرما۔ ہمارے دلوں کو مسلمانوں کے لیے نرم و شفیق بنا۔ کافروں اور دشمنان دین کے مقابلہ میں ہم کو سختی عطا فرما۔

یا اللہ! دین کے معاملہ میں ہم کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے والے ہوں۔ یا اللہ! آپ کو اور آپ کے رسول پاک ﷺ کو اور ایمان والوں کو اپنا رفیق اور ولی بنانے والے ہوں۔ آمین!

اہل کتاب، کفار اور مشرکین سے ہوشیار رہو

36۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورۃ المائدۃ:57)

''اے ایمان والو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنالیا ہے۔ ان لوگوں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور نہ کافروں کو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم ایمان والے ہو۔'' (ریاض القرآن:119)

شانِ نزول

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ رفاعہ بن یزید اور سوید بن حرث نے اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا، پھر دونوں منافق ہو گئے اور کچھ مسلمان ان سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول:212)

تفسیر

مندرجہ بالا آیات میں عام کفار سے موالات کی ممانعت ہے جس میں یہود و نصاریٰ کے علاوہ عام کفار و مشرکین بھی داخل ہیں۔ گویا کہ ان آیات کا حکم، حکم سابقہ کا تتمہ ہے اور وہی مضمون یعنی یہود و نصاریٰ اور دوسرے کفار و مشرکین سے دوستی کی ممانعت کا بیان یہاں بھی کیا گیا ہے مگر یہاں یہ حکم ایک دوسری وجہ کی بنا پر فرمایا جاتا ہے اور وہ وجہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور دوسرے کفار و مشرکین دین اسلام سے مضحکہ کرتے ہیں اور مسلمانوں کے دین کی ہنسی اڑاتے ہیں اس لیے ان کی دوستی سے نفرت دلائی گئی ہے۔

ایک مسلمان کی نظر میں کوئی چیز اپنے دین سے زیادہ معظم و محترم نہیں ہوسکتی، لہٰذا اسے بتایا گیا کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین تمہارے مذہب پر طعن اور استہزاء کرتے ہیں اور شعائر اللہ اذان وغیرہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اسلام اور اکابر اسلام سے متعلق آئے دن یورپ والے اہانت آمیز فلمیں بنا کر در پردہ اسلام کی اہانت کرتے ہیں۔ (درس قرآن:2/104)

امام ابوحیان نے بحر محیط میں فرمایا کہ لفظ کفار میں تو اہل کتاب بھی شامل تھے پھر خصوصیت کے ساتھ اہل کفار کا مستقل ذکر

اس جگہ غالباً اس لیے فرمایا گیا کہ اہل کتاب اگرچہ ظاہر میں بہ نسبت دوسرے کفار کے اسلام کے ساتھ قریب تھے، مگر تجربہ نے یہ بتلادیا کہ ان میں سے بہت کم لوگوں نے اسلام کو قبول کیا، یہی وجہ ہے کہ عہد رسالت اور مابعد کے ایمان لانے والے لوگوں کے اعداد وشمار دیکھے جائیں تو ان میں کثرت عام کفار کی نکلے گی۔ اہل کتاب میں سے مسلمان ہونے والوں کی تعداد بہت کم ہوگی۔

اور وجہ اس کی یہ کہ اہل کتاب کو اس پر ناز ہے کہ ہم دین الٰہی اور کتاب آسمانی کے پابند ہیں، اس فخر و ناز نے ان کے حق کو قبول کرنے سے باز رکھا، اور مسلمانوں کے ساتھ تمسخر واستہزاء کا معاملہ بھی زیادہ تر انہوں نے کیا۔ (معارف القرآن:3/108)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں بطور تاکید پہلے دیے گئے حکم کا اعادہ فرمایا ہے۔ فرمایا اے ایمان والو! تم ان لوگوں کو اپنا رفیق یا گہرا دوست نہ بناؤ، جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل قرار دیتے ہیں اور یہ دو گروہ ہیں، ایک اہل کتاب اور دوسری عام کفار ومشرکین۔

دعا

یا اللہ! کفار ومشرکین، یہود ونصاریٰ کی موالات اور دوستی سے ہم بچا لیجیے اور جملہ قرآنی احکام پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ عطا فرما۔

یا اللہ! جو اعدائے دین ہماری نماز اور اذان کی ہنسی اڑاتے ہیں اور مذہب اسلام کی اہانت کرتے ہیں ان سے ہمیں ترک موالات نصیب فرما۔ ایسے بے عقلی لوگوں سے ہم کو قطع تعلق کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! ہماری نظروں میں دین کو سب سے زیادہ معظم ومحترم بنا اور شعائر اسلام کی محبوبیت عطا فرما۔ (درس قرآن:2/105)

حلال کو حرام نہ بناؤ

37۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (المائدۃ:87)

''اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (ریاض القرآن:123)

شانِ نزول

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ جب میں گوشت کھاتا ہوں تو عورتوں کی طرف خیال ابھرتا ہے اور میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کر دیا ہے۔ اس پر مذکورہ آیات نازل ہوئی۔ (آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول:217-218)

مفسرین کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور قیامت کا تذکرہ کیا اور لوگوں کو عذاب خداوندی کا خوف دلایا تو لوگ رونے لگے، پھر دس صحابہؓ، حضرت عثمان بن مظعونؓ کے گھر میں جمع ہوئے۔ جن کے نام یہ ہیں: حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ، حضرت مقداد بن اسودؓ، حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت معقل بن یسارؓ۔ اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ دن کو روزہ رکھیں گے رات کو قیام کریں گے۔ بستروں پر آرام نہیں کریں گے اور نہ گوشت کھائیں گے اور نہ چکناہٹ استعمال کریں گے۔ اور رہبانیت (ترک دنیا) اختیار کریں گے اور عضو تناسل کاٹ دیں گے، جب یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو جمع کیا اور فرمایا کہ کیا مجھے اس بات کی خبر نہیں دی گئی کہ تم نے ایسی ایسی باتوں پر اتفاق کر لیا ہے؟ سب نے کہا کہ کیوں نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارا مقصد اس سے نیک ہی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھے ان باتوں کا حکم نہیں دیا گیا، بلاشبہ تمہاری جانوں کا بھی تم پر حق ہے، لہٰذا کبھی روزہ رکھو اور کبھی نہ رکھو، کبھی قیام لیل کرو اور کبھی نہ کرو، بے شک میں بھی کبھی قیام کرتا ہوں اور کبھی سوتا ہوں، کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی افطار کرتا ہوں اور گوشت اور چکناہٹ استعمال کرتا ہوں، جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا اس کا تعلق مجھ سے نہیں ہے۔''

اس کے بعد آپ ﷺ لوگوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''لوگوں کیا ہو گیا ہے جنہوں نے عورتوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا، کھانا اور پاکیزہ چیزوں کو، سونا اور دنیا کی لذت کو اپنے لیے ممنوع بنا لیا ہے۔''

خبردار میں تم کو اس بات کا حکم نہیں دیتا کہ تم تارک دنیا اور گوشہ نشین ہو جاؤ، کیونکہ میرے دین میں یہ چیزیں نہیں ہیں کہ تم گوشت کو اور عورتوں کو چھوڑ دو اور نہ یہ ہے کہ تم رہبانیت کے لیے عبادت خانہ بناؤ اور میری امت کی سیاحت روزہ ہے اور رہبانیت جہاد ہے اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، عمرہ کرو، حج کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی لیے ہلاک وتباہ ہوئے کہ انہوں نے اپنے اوپر سختیاں شروع کر دی تھیں، اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختیاں کر دیں، اب بھی ان کے باقی ماندہ لوگ ان گرجا گھروں اور عبادت خانوں میں موجود ہیں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اب ہم ان قسموں کا کیا کریں جو ہم نے پہلے کھائی تھیں؟

اس پر یہ آیت نازل ہوئی: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ (سورۃ المائدہ:89)

''اللہ تعالیٰ لغو قسموں پر تمہارا مؤاخذہ نہیں فرمائیں گے''۔ (آیات قرآنی کے شان نزول:218،219)

تفسیر

مذکورہ آیات میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اگرچہ ترک دنیا اور ترک شہوات ولذات ایک درجہ میں محبوب اور پسندیدہ ہے مگر اس میں بھی حدود الٰہیہ سے تجاوز کرنا مذموم اور حرام ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

کسی حلال چیز کو حرام قرار دینے کے تین درجے ہیں

پہلا درجہ

پہلا درجہ یہ کہ اعتقاداً اس کو حرام سمجھ لیا جائے۔

دوسرا درجہ

دوسرا درجہ یہ کہ قولاً کسی چیز کو اپنے لیے حرام کرے، مثلاً قسم کھالے کہ ٹھنڈا پانی نہ پیوں گا یا فلاں قسم کا حلال کھانا نہ کھاؤں گا، یا فلاں جائز کام نہ کروں گا۔

تیسرا درجہ

تیسرا درجہ یہ کہ اعتقاد وقول تو کچھ نہ ہو محض عملاً ہمیشہ کے لیے کسی حلال چیز کو چھوڑ دینے کا عزم کرلے۔

پہلی صورت کا حکم

پہلی صورت میں اس چیز کا حلال ہونا اگر قطعی دلائل سے ثابت ہو تو اس کا حرام سمجھنے والا قانون الٰہی کی صریح مخالفت کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔

دوسری صورت کا حکم

دوسری صورت میں اگر الفاظ قسم کھا کر اس چیز کو اپنے اوپر حرام قرار دیا ہے تو قسم ہو جائے گی۔ قسم کے الفاظ بہت ہیں جن کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔ ان میں ایک مثال یہ کہ صراحتاً کہے کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ فلاں چیز نہیں کھاؤں گا، یا فلاں کام نہ کروں گا، یا یہ کہے کہ میں فلاں چیز یا فلاں کام کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔

اس کا حکم یہ ہے کہ بلا ضرورت ایسی قسم کھانا گناہ ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اس قسم کو توڑ دے اور کفارہ قسم ادا کرے۔

تیسری صورت کا حکم

تیسری صورت میں اعتقاد اور قول سے کسی حلال کو حرام نہ کیا ہو، بلکہ عمل میں ایسا معاملہ کرے جیسا حرام کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ دائمی طور پر اس کے چھوڑنے کا التزام کرے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اگر حلال کو چھوڑنا ثواب سمجھتا ہے تو یہ بدعت اور رہبانیت ہے۔ جس کا گناہ عظیم ہونا قرآن وسنت میں منصوص ہے۔ اس کے خلاف کرنا واجب اور ایسی پابندی پر قائم رہنا گناہ ہے۔

ہاں اگر ایسی پابندی بہ نیت ثواب نہ ہو بلکہ کسی دوسری وجہ سے ہو مثلاً کسی جسمانی یا روحانی بیماری کے سبب سے کسی خاص چیز کو دائمی طور پر چھوڑ دے تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔

بعض صوفیائے کرام اور بزرگوں سے حلال چیزوں کے چھوڑنے کی جو روایات منقول ہیں وہ سب اسی قسم میں داخل ہیں کہ انہوں نے اپنے نفس کے لیے ان چیزوں کو مضر سمجھا، یا کسی بزرگ نے مضر بتلایا، اس لیے بطور علاج چھوڑ دیا۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

آخر آیت میں فرمایا:

وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ

یعنی اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے نہ بڑھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

حد سے بڑھنے کا مطلب یہی ہے کہ کسی حلال چیز کو بلا کسی عذر کے ثواب سمجھ کر چھوڑ دے، جس کو ناواقف آدمی تقویٰ سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ تعدی اور ناجائز ہے اس لیے دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ

یعنی جو رزق حلال پاک اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے اس کو کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے جس پر تمہارا ایمان ہے، ڈرتے رہو۔

(معارف القرآن:3/220-221)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ حلال اور پاک چیزوں کا ثواب سمجھ کر چھوڑ دینا تقویٰ نہیں، بلکہ تقویٰ اس میں ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر استعمال کرے اور شکر ادا کرے۔ ہاں کسی جسمانی یا روحانی مرض کی وجہ سے بطور علاج کسی چیز کو چھوڑے تو وہ اس میں داخل نہیں۔

دعا

یا اللہ! اپنے احکام کی خلاف ورزی سے ہمیں بچا لیجیے۔ یا اللہ! حلال کو ہم حلال سمجھیں اور حرام کو حرام جانیں۔ یا اللہ! آپ کی نعمتوں کو ہم تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ استعمال کرنے والے ہوں اور کسی معاملے میں حدود شریعت سے آگے نہ بڑھنے والے ہوں۔ یا اللہ! ہماری پسند اور مرضی قوانین شرعیہ کے ماتحت بنادے۔ ہر معاملہ میں متبع سنت بنادے اور شکر گزاری کی توفیق کاملہ نصیب فرما۔ آمین (درس قرآن:2/131)

شراب، جوا، انصاب اورازلام سے اجتناب

38۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ(سورۃ المائدہ:90)

''اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور بتوں کے استھان اور پانسے سب گندے کام ہیں شیطان کے پس تم ان سے بچو، تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''(ریاض القرآن:124)

شانِ نزول

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مہاجرین کی ایک جماعت کے پاس آیا تو انہوں نے کہا کہ آؤ، ہم تمہیں کھانا کھلاتے ہیں اور شراب پلاتے ہیں، اور یہ حرمت شراب سے پہلے کا واقعہ ہے۔

چنانچہ ایک باغ کے اندر میں گیا تو دیکھا کہ وہاں اونٹنی کی سری بھنی ہوئی موجود ہے اور ایک مٹکا شراب کا بھی رکھا ہوا ہے، پس میں نے ان کے ساتھ کھایا اور پیا، پھر انصار ومہاجرین کا ذکر شروع ہوا تو میں نے کہا کہ مہاجرین انصار سے افضل ہیں، یہ کہنا تھا کہ ایک آدمی نے اس سر کی ایک ہڈی لے کر میری ناک پر دے ماری، جس سے میری ناک ٹوٹ گئی، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو سارا قصہ سنایا تو آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے شراب کے متعلق مذکورہ آیت نازل فرمائی۔(رواہ مسلم عن ابی خیثمۃ)

قولِ ثانی

حضرت عمر بن خطاب ؓ نے دعا کی کہ ''اے اللہ! شراب کے متعلق ہمارے لیے کوئی شفا بخش حکم نازل فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی آیات نازل فرمائیں۔ پھر حضرت عمر ؓ کو بلایا گیا اور ان کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو انہوں نے دوبارہ دعا کی۔ اے اللہ! شراب کے متعلق ہمارے لیے تسلی بخش حکم نازل فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی یہ آیت نازل فرمائی: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى (النساء:43)

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا منادی نماز کے وقت یہ اعلان کرتا کہ نشہ کی حالت میں کوئی شخص نماز کے قریب نہ آئے، حضرت عمر ؓ

کو بلایا گیا اوران کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو انھوں نے پھر دعا کی ''اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے اطمینان بخش حکم نازل فرما۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر حضرت عمرؓ کو بلا کر بتایا گیا اوران کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی تو جب قاری اس جملہ پر پہنچا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم باز آئے، ہم باز آئے، حرمت شراب سے پہلے کچھ ایسے واقعات پیش آئے تھے، جو شراب کی حرمت کا سبب بنے۔ (آیاتِ قرآنی کے شان نزول:220)

حضرت علیؓ کا واقعہ

اس واقعہ کو حضرت حسن بن علیؓ نے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے مال غنیمت میں سے مجھے ایک اونٹنی ملی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مجھے خمس میں سے ایک اونٹنی عنایت فرمائی تھی، پھر میرا ارادہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی رخصتی کرالاؤں، اس لیے میں نے بنوقینقاع کے ایک سنار سے بات چیت کی کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم اذخر گھاس لے آئیں، میرا ارادہ تھا کہ میں اس گھاس کو سناروں کے ہاتھ بیچ دوں گا اوراس کی قیمت ولیمے کی دعوت میں لگاؤں گا، میں ابھی اپنی اونٹنی کے لیے پالان، ٹوکری اور رسیاں جمع کر رہا تھا، اونٹنیاں ایک انصاری صحابی کے حجرہ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ ان کے کوہان کسی نے کاٹ دیے اور کوکھ چیر کر اندر سے کلیجی نکال لی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر میں اپنے آنسوؤں کو نہ روک سکا، میں نے پوچھا کہ یہ کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حمزہ بن عبدالمطلب نے، اور وہ بھی اسی حجرہ میں موجود ہیں۔ انصار کے ساتھ شراب نوشی کی ایک مجلس میں، ان کے پاس ایک گانے والی ہے اوران کے دوست واحباب بھی موجود ہیں۔ گانے والی نے گاتے ہوئے جب یہ پڑھا:

ألا يا حمز للشرف النواء وهن معقلات بالفناء
ضع السكين فى اللبات منها وضرجهن حمزة بالدماء
فاطعم من شرائحها كبابا ملهوجة على رهج الصلاء
فانت ابا عمارة المرجى لكشف الضر عنا و البلاء

''ارے حمزہ! موٹی موٹی اونٹنیوں کی طرف اٹھ جو گھر سے باہر میدان میں بندھی ہوئی ہیں، ان کے گلے پر چھری رکھ اور ان کو اے حمزہ! خون میں لت پت کردے، پھراس کے ٹکڑے کر کے کباب تیار کر کے ہمیں کھلاؤ، پس اے ابوعمارہ! ہم سے رنج وبلا دور کرنے کے سلسلہ میں اب تم ہی امیدوں کا مرکز ہو۔''

توحمزہ رضی اللہ عنہ نے کود کر اپنی تلوار تھامی اوران دونوں اونٹنیوں کے کوہان کاٹ ڈالے اوران کے کوکھ چیر کر اندر سے کلیجی نکال لی،

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں وہاں سے چلا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، زید بن حارثہؓ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے رنج وغم کو پہلے سے ہی بھانپ لیا اور فرمایا کہ کیا بات پیش آئی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آج جیسی تکلیف دہ بات کبھی پیش نہیں آئی، حمزہؓ نے میری دونوں اونٹنیوں کو پکڑ کر ان کے کوہان کاٹ ڈالے اور ان کی کوکھ چیر ڈالی، وہ یہیں ایک گھر میں شراب کی مجلس جمائے بیٹھے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر منگوائی اور اسے اوڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے چلے، میں اور زید بن حارثہ بھی ساتھ ہو لیے، جب اس گھر کے قریب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے جہاں حمزہؓ تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت چاہی، اجازت ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے اور حمزہؓ نے جو کچھ کیا تھا اس پر انہیں ملامت وتنبیہ فرمانے لگے، حمزہؓ شراب کے نشے میں مست تھے اور ان کی آنکھیں سرخ تھیں، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر ذرا اور اوپر اٹھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھٹنوں کو دیکھنے لگے، پھر اور نظر اٹھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کو دیکھنے لگے، پھر کہنے لگے کہ تم سب میرے باپ کے غلام ہو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ گئے کہ وہ اس وقت مدہوش ہیں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً الٹے پاؤں واپس آ گئے اور اس گھر سے باہر نکل آئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ باہر آ گئے۔

(رواہ البخاری عن احمد بن صالح) (آیاتِ قرآنی کے شان نزول: 221-222)

یہ واقعہ بھی ان اسباب میں سے ایک ہے جو حرمت شراب کا موجب بنا۔

تفسیر

آیتِ مبارکہ میں شراب، جوا، بت اور جوئے کے تیر چار چیزوں کی حرمت کا بیان ہے۔ اسی مضمون کی ایک آیت تقریباً ایسے ہی الفاظ کے ساتھ سورۂ بقرہ میں بھی آ چکی ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ

اس میں ان چار چیزوں کو رجس فرمایا، رجس عربی زبان میں ایسی گندی چیز کو کہا جاتا ہے جس سے انسان کی طبیعت کو گھن اور نفرت پیدا ہو، یہ چاروں چیزیں ایسی ہیں کہ اگر انسان ذرا بھی عقل سلیم رکھتا ہو تو خود بخود ان چیزوں سے اس کو گھن اور نفرت ہو گی۔

ان چار چیزوں میں سے ایک ازلام ہے جو زَلَم کی جمع ہے۔ ازلام ان تیروں کو کہا جاتا ہے جن پر قرعہ اندازی کر کے عرب میں جوا کھیلنے کی رسم جاری تھی، جس کی صورت یہ تھی کہ دس آدمی شرکت میں ایک اونٹ ذبح کرتے تھے، پھر اس کا گوشت تقسیم کرنے کے لیے بجائے اس کے کہ 10 حصے برابر کر کے تقسیم کرتے اس میں اس طرح جوا کھیلتے کہ 10 عدد تیروں میں سات تیروں پر کچھ مقررہ حصوں کے نشانات بنا رکھتے تھے، کسی پر ایک، کسی پر دو یا تین اور تین تیروں کو سادہ رکھا ہوا تھا، ان تیروں کو ترکش میں ڈال

کر چلاتے تھے، پھر ایک ایک شریک کے لیے ایک ایک تیر ترکش میں سے نکالتے، اور جتنے حصوں کا تیر کسی کے نام پر نکل آئے وہ ان حصوں کا مستحق سمجھا جاتا تھا۔ اور جس کے نام پر سادہ تیر نکل آئے وہ حصہ سے محروم رہتا تھا، جیسے آج کل بہت سی قسمیں لاٹری کے طریقہ پر بازاروں میں جاری ہیں، اس طرح کی قرعہ اندازی، قمار یعنی جوا ہے جواز روئے قرآن کریم حرام ہے۔

ان چار حرام چیزوں میں سے ایک انصاب ہے جو نصب کی جمع ہے، ایسی چیز کو نصب کہا جاتا ہے جو عبادت کے لیے کھڑی کی گئی ہو خواہ بت ہو یا کوئی درخت، پتھر وغیرہ۔ (معارف القرآن:3/226)

جسمانی اور روحانی مفاسد

اس آیت مبارک میں اصل مقصود دو چیزوں کی حرمت اور مفاسد کا بیان کرنا ہے، یعنی شراب اور جوا، انصاب یعنی بتوں کا ذکر اس کے ساتھ اس لیے ملا دیا گیا ہے کہ سننے والے سمجھ لیں کہ شراب اور جوئے کا معاملہ ایسا سخت جرم ہے جیسے بت پرستی۔

ابن ماجہ کی ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **شارب الخمر کعابد الوثن** ''یعنی شراب پینے والا ایسا مجرم ہے جیسے بت کو پوجنے والا'' اور بعض روایات میں ہے کہ شراب پینے والا ایسا ہے جیسا لات وعزی کی پرستش کرنے والا، مختصرا یہ کہ یہ چیزیں فطرت سلیمہ کے نزدیک گندی اور قابل نفرت چیزیں اور شیطانی جال ہیں، جن میں پھنس جانے کے بعد انسان بے شمار مفاسد اور مہلک خرابیوں کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔ اس کے بعد حکم دیا گیا **فَاجْتَنِبُوْهُ** جب یہ چیزیں ایسی ہیں تو ان سے اجتناب کرو اور پرہیز کرو۔ آخر میں فرمایا **لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ** جس میں بتلا دیا گیا کہ تمہاری فلاح دنیا و آخرت اسی پر موقوف ہے کہ ان چیزوں سے پرہیز کرتے رہو۔ (معارف القرآن:3/227-228)

پیار بھری نصیحت

ان آیات میں اہل اسلام کو مخاطب کر کے حکم دیا گیا کہ شراب، جوا، انصاب اور ازلام یہ سب نجس، گندے اور شیطانی کام ہیں سو ان سب سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ (درس قرآن:2/135)

دعا

یا اللہ! اپنے اور رسول کریم ﷺ کے احکام پر ہم کو دل وجان سے عمل پیرا ہونے والا جذبہ عطا فرما دے۔ یا اللہ! اس شراب خواری کی لعنت کو ہمارے ملک سے نیست و نابود فرما دے۔ قرآن وسنت کے احکام کو رائج فرما دے جس میں ہماری دینی ودنیاوی، دونوں جہاں کی صلاح وفلاح ہے۔ یا اللہ! ہم کو دین کی سمجھ عطا فرما۔ آمین! (درس قرآن:2/136)

شکار سے ممانعت کے مواقع

39۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ
بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ (سورۃ المائدۃ:94)

حالت احرام میں شکار ممنوع

40۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَن قَتَلَهُ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ
يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ
ۗ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ ۚ وَمَنْ عَادَ فَيَنتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ (المائدہ:95)

''اے ایمان والو! اللہ تمہیں شکار کے کچھ جانوروں کے ذریعہ آزمائے گا جو بالکل تمہارے ہاتھوں اور تمہارے نیزوں کی زد میں ہوں گے، تاکہ اللہ دیکھ لے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے، پھر جس نے اس کے بعد زیادتی کی تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

اے ایمان والو! شکار کو نہ مارو جبکہ تم حالت احرام میں ہو اور تم میں سے جو شخص اس کو جان بوجھ کر مارے تو اس کا بدلہ اسی طرح کا جانور ہے جیسا کہ اس نے مارا ہے۔ اس کا فیصلہ تم میں سے دو انصاف کرنے والے آدمی کریں گے اور یہ نذرانہ کعبہ پہنچایا جائے، یا اس کے کفارے میں چند محتاجوں کو کھانا کھلانا ہوگا یا اس کے برابر روزے رکھنے ہوں گے، تاکہ وہ اپنے کیے کی سزا چکھے، اللہ نے معاف کیا جو کچھ ہو چکا، اور جو شخص پھرے گا تو اللہ اس سے بدلہ لے گا، اور اللہ زبردست ہے، بدلہ لینے والا ہے''۔ (ریاض القرآن:124)

شان نزول

ان آیات کا نزول حدیبیہ کے موقع پر ہوا جب 6ھ میں رسول ﷺ صحابہ ؓ کے ہمراہ مکہ سے باہر مقام حدیبیہ میں احرام باندھے رکے ہوئے تھے۔ اس موقع پر بہت سے وحشی چرند پرند یعنی شکار کے جانور مسلمانوں کے جائے قیام اور خیموں،

ڈیروں میں گھس گھس آتے تھے اوران کے سامان خورد ونوش کو نقصان پہنچاتے تھے۔ چونکہ صحابہؓ عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے، اس لیے ان سے تعرض نہ کرتے تھے اور اس طرح سخت تکلیف میں مبتلا تھے۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں خداوند کی طرف سے، اے مسلمانوں تمہاری یہ آزمائش ہے۔ اس امتحان میں ثابت قدم رہنا۔ (درس قرآن:2/142-143)

ربط

لباب میں مسند احمد سے بروایت ابی ہریرہؓ منقول ہے کہ جب اوپر کی آیت میں تحریم خمر ومیسر نازل ہوچکی تو بعض لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بہت سے آدمی جو کہ شراب پیتے تھے اور قمار کا مال کھاتے تھے تحریم سے پہلے مر گئے، اور اب معلوم ہوا کہ وہ حرام ہے ان کا کیا حال ہوگا؟ اس پر آیت لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔۔۔۔الخ نازل ہوئی۔ اور پچھلی آیت میں تحریم طیبات کی ممانعت کا ذکر تھا۔ اب اس آیت میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو مکمل اختیار حاصل ہے کہ خاص حالات میں خاص خاص چیزوں کو حرام قرار دے دیں۔ (معارف القرآن:3/232)

تفسیر

محققین نے لکھا ہے کہ تقویٰ کے کئی درجے ہیں اور ایمان ویقین کے مراتب بھی بلحاظ قوت وضعف متفاوت ہیں۔ تجربہ اور نصوص شرعیہ سے ثابت ہے کہ جس قدر آدمی ذکر وفکر، عمل صالح اور جہاد فی سبیل اللہ میں ترقی کرتا ہے اسی قدر خدا کے خوف اور اس کی عظمت وجلال کے تصور سے قلب معمور اور ایمان ویقین مضبوط ومستحکم ہوتا رہتا ہے۔ ''مراتبِ سیر الی اللہ'' کی اسی ترقی وعروج کی طرف اس آیت میں تقویٰ اور ایمان کے تکرار سے اشارہ فرمایا اور سلوک کے آخری مقام ''احسان'' اور اس کے ثمرہ پر بھی تنبیہ فرمادی۔ (معارف القرآن:3/234)

حالت احرام میں شکار کی ممانعت کے مسائل

مسئلہ نمبر 1

صید جو کہ حرم اور احرام میں شکار کرنا ممنوع اور حرام ہے۔ وہ عام ہے خواہ ماکول یعنی حلال جانور ہو یا غیر ماکول یعنی حرام جانور ہو۔

مسئلہ نمبر 2

صید یعنی شکار ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو وحشی ہوں۔ عادتاً انسانوں کے پاس نہ رہتے ہوں پس جو جانور خلقتہً اہلی ہوں جیسے بھیڑ، بکری، گائے، اونٹ ان کا ذبح کرنا اور کھانا درست ہے۔

مسئلہ نمبر 3

وحشی شکار جس کا حرم میں پکڑنا اور مارنا ممنوع ہے۔اس میں بعض استثناء بدلیل شریعت ہیں۔ان کو پکڑنا اور قتل کرنا حلال ہے جیسے دریائی جانور کا شکار جس کی اجازت اگلی آیت میں دی گئی۔اور بعض خشکی کے جانور جیسے کوا، چیل، بھیڑیا، سانپ، بچھو اور کاٹنے والا کتا۔اسی طرح جو درندہ خود حملہ کرے اس کا قتل کرنا بھی جائز ہے۔حدیث میں اس کا استثناء مذکور ہے۔

مسئلہ نمبر 4

جو حلال شکار غیر احرام اور غیر حرم میں کیا جائے اس کا کھانا محرم (احرام میں ہونے والے) کو جائز ہے جبکہ یہ اس کے قتل وغیرہ میں معین یا مشیر یا بتلانے والا نہ ہو۔

مسئلہ نمبر 5

شکار حرم کو جس طرح قتل کرنے پر جزا واجب ہے۔اسی طرح خطا اور نسیان میں بھی واجب ہے۔

مسئلہ نمبر 6

جیسا پہلی بار میں حرم یا احرام میں شکار کے قتل پر جزاء واجب ہے۔اسی طرح دوسری، تیسری بار قتل کرنے پر بھی واجب ہے۔

مسئلہ نمبر 7

حاصل جزاء کا یہ ہے کہ جس زمان اور جس مکان میں یہ جانور قتل ہوا ہے۔بہتر تو یہ ہے کہ دو عادل شخص سے اور جائز بھی یہ ہے کہ ایک ہی عادل شخص سے اس قتل کیے ہوئے جانور کی قیمت کا تخمینہ کرائے۔پھر اس میں یہ تفصیل ہے کہ وہ مقتول جانور اگر غیر ماکول ہے تب تو یہ قیمت ایک بکری کی قیمت سے زیادہ واجب نہ ہوگی اور اگر وہ جانور ماکول تھا تو جس قدر تخمینہ ہوگا وہ سب واجب ہوگا اور دونوں حال میں آگے اس کو تین صورتوں میں اختیار ہے:

(1) اس قیمت کا کوئی جانور حسب شرائط قربانی کے خرید لے۔اور حدود حرم کے اندر ذبح کر کے فقراء کو بانٹ دے

(2) اس قیمت کے برابر غلہ حسب شرائط صدقہ فطر کے فی مسکین نصف صاع فقراء کو دے دے

(3) بحساب فی مسکین نصف صاع جتنے مساکین کو وہ غلہ پہنچ سکتا ہو۔اتنے شمار سے روزہ رکھ لے۔تقسیم غلہ اور روزوں میں حرم کی قید نہیں اور اگر قیمت نصف صاع سے بھی کم واجب ہوئی ہے تو اختیار ہے خواہ ایک مسکین کو دے دے یا ایک روزہ رکھ

لے۔اسی طرح اگر فی مسکین نصف صاع دے کر نصف صاع سے کم بچ گیا تو بھی یہی اختیار ہے کہ خواہ وہ بقیہ ایک مسکین کو دے دے یا ایک روزہ رکھ لے۔

(نصف صاع کا وزن پاکستانی موجودہ وزن کے اعتبار سے ایک قول کے موافق پونے دوسیر ہوتا ہے اور ایک قول کے مطابق آدھ چھٹانک اوپر پونے دوسیر ہوتا ہے اس لیے احتیاطا بعض نے دوسیر لکھا ہے)

مسئلہ نمبر 8

اگر اس قیمت کے برابر ذبح کے لیے جانور تجویز کیا گیا مگر کچھ قیمت بچ گئی تو اس بقیہ میں اختیار ہے خواہ دوسرا جانور خرید لے یا اس کا غلہ دے دے یا غلہ کے حساب سے روزے رکھ لے۔

مسئلہ نمبر 9

جس طرح قتل میں جزا واجب ہے اس طرح ایسے جانور کو زخمی کرنے میں بھی تخمینہ کرایا جائے گا کہ اس سے جانور کی کس قدر قیمت کم ہوگئی۔اس مقدار قیمت میں پھر وہ ہی تین صورتیں مذکور نمبر 7 جائز ہوں گی۔

مسئلہ نمبر 10

محرم کو جس جانور کا شکار کرنا حرام ہے اس کا ذبح کرنا بھی حرام ہے۔اگر اس کو ذبح کرے گا تو اس کا حکم مردار کا سا ہوگا۔

مسئلہ نمبر 11

جس طرح صید یعنی شکار حرم اور احرام میں مارنا یا پکڑنا ممنوع اور حرام ہے۔اس طرح اشارہ، دلالت و اعانت شکار میں مثل شکار کے حرام ہے۔(درس قرآن:2/143)

پیار بھری نصیحت

اے ایمان والو! ایمان پر جمے رہو اور نیک کام کرتے رہو۔اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کو مکمل اختیار حاصل ہے کہ خاص حالات میں خاص چیزوں کو حرام قرار دے دے۔جیسے کہ احرام کی حالت میں شکار سے ممانعت ہے۔اور تم پر مکمل اطاعت فرض ہے۔

دعا

یا اللہ! شریعت مطہرہ کے احکام کی پابندی زندگی کے ہر شعبہ میں ہم کو نصیب فرما۔ہم کسی ابتلاء اور امتحان کے قابل نہیں،ہمیں ہر حال میں دین پر قائم رہنے میں ہماری مدد فرما اور ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرما۔آمین (درس قرآن:2/143)

فضول اور بے جا سوالات ممنوع

41۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (سورۃ المائدہ:101)

''اے ایمان والو! ایسی باتوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم پر بھاری گزرے، اور اگر تم ان کے بارے میں پوچھو گے ایسے وقت میں جبکہ قرآن اتر رہا ہے تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی، اللہ نے ان سے درگزر کیا، اللہ بخشنے والا، بردبار ہے۔'' (ریاض القرآن:125)

شانِ نزول

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ازراہ مذاق سوالات کیا کرتے تھے، چنانچہ ایک آدمی نے جس کی اونٹنی گم ہوگئی تھی پوچھا کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ جب (فرضیت حج کی) یہ آیت نازل ہوئی ''وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ'' (آل عمران:97) تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوتھی بار پوچھنے پر فرمایا کہ نہیں۔ اگر میں جواب میں یہ کہہ دیتا کہ ہاں، تو ہر سال فرض ہو جاتا، اس پر مذکورہ آیت کا نزول ہوا۔ (آیات قرآنی کے شانِ نزول:223،224)

تفسیر

ان آیات میں غیر ضروری اور لایعنی سوالات سے ممانعت فرمائی گئی ہے اور تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ اول تو ایمان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ادب کو ملحوظ رکھا جائے۔ اس لیے لایعنی اور فضول سوال کرنا جرات، جسارت اور گستاخی ہے اور سراسر خلاف ادب ہے۔ جو حکم آجائے اس پر عمل کرو۔ جو نہ آئے خاموش رہو۔

علاوہ ازیں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں موجود ہیں اور نزول وحی کا سلسلہ جاری ہے۔اس وقت تک اگر تم کوئی بات پوچھو گے تو اس کا جواب تم کو ضرور دیا جائے گا۔پس تمہارے سوال کے بعد ممکن ہے کہ اللہ کے رسول جواب میں ایسی بات بیان کریں جو تمہارے لیے باعث ناگواری اور موجب شرمساری ہو یا سبب گرانی ہو کہ تمہارے سوال کی وجہ سے وہ چیز تم پر فرض ہو جائے اور پھر تم کو اس پر عمل کرنا دشوار ہو۔تو یہ سخت شرم کی بات ہوگی کہ جو چیز خود مانگ کر لی ہے اس کو نبھا نہ سکیں اور سہولت اور اباحت ختم ہو جائے اور تم مشقت میں پڑ جاؤ۔

جس طرح حلال وحرام کے بارے میں شارع علیہ السلام کا بیان موجب ہدایت وبصیرت ہے ان کا سکوت بھی ذریعہ رحمت و سہولت ہے۔خدا نے جس چیز کو کمال حکمت وعدل سے حلال یا حرام کر دیا ہے وہ حلال یا حرام ہوگئی اور جس میں سکوت کیا اس میں گنجائش اور توسیع رہی۔اب اگر ایسی چیزوں کے متعلق خواہ مخواہ کھود کرید اور بحث وسوال کا دروازہ کھولا جائے گا تو بہت ممکن ہے کہ سوالات کے جوابات میں بحالیکہ قرآن شریف کے نزول کا زمانہ جاری ہے بعض ایسے احکام نازل ہو جائیں جن کے بعد تمہاری سہولت ختم ہو جائے اور آزادی کی گنجائش باقی نہ رہے۔لہٰذا زمانہ نزول وحی میں اس قسم کے فضول سوالات سے غایت درجہ احتیاط ضروری ہے۔

قرآن کریم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگلی امتیں اسی کثرت سوال کی بدولت بہت سختیوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہو چکی ہیں جیسے بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ سے گائے کی تشریح میں سوالات کرنا وغیرہ۔

اب بھی فضول سوالات وتحقیقات ممنوع ہیں۔ یہاں آیت میں جو یہ جملہ ارشاد فرمایا گیا کہ نزول قرآن کے زمانے میں اگر تم ایسے سوالات کرو گے تو بذریعہ وحی ان کا جواب آجائے گا۔تو اس میں نزول قرآن کے زمانے کے ساتھ مقید کر کے فضول سوالات کی ممانعت فرمائی گئی۔ختم نبوت اور سلسلہ وحی کے انقطاع کے بعد ایسے سوالات کا اگر چہ یہ اثر نہ ہوگا کہ نئے احکام آجائیں، جو چیزیں فرض نہیں ہیں وہ فرض ہو جائیں یا بذریعہ وحی کسی کا خفیہ راز آشکار ہو جائے لیکن بے ضرورت سوالات گھڑ گھڑ کر ان کی تحقیقات میں پڑنا یا بے چیزوں کے متعلق سوالات کرنا بعد انقطاع نبوت کے بھی ممنوع اور مذموم ہی رہے گا کیونکہ اس میں اپنا اور دوسروں کا وقت ہی ضائع کرنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه ''یعنی مسلمان ہونے کی ایک خوبی یہ ہے کہ آدمی فضول باتوں کو چھوڑ دیتا ہے''

اس سے معلوم ہوا کہ بہت سے مسلمان جو بالکل فضول چیزوں کی تحقیق میں لگے رہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا کیا نام تھا؟ اور نوح علیہ السلام کی کشتی کا طول وعرض کیا تھا؟ جن کا کوئی اثر انسان کے عمل پر نہیں۔ ایسے سوالات کرنا مذموم ہے۔خصوصاً

جبکہ یہ بھی معلوم ہو کہ ایسے سوالات کرنے والے حضرات اکثر ضروری اور اہم مسائل دین سے بے خبر ہوتے ہیں فضول کاموں میں پڑنے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ آدمی ضروری کاموں سے محروم ہوجاتا ہے۔

رہا یہ معاملہ کہ حضرات فقہاء نے خود ہی بہت سی مفروضہ صورتیں مسائل کی نکال کر اور سوالات قائم کر کے ان کے احکام بیان کردیے ہیں۔ سو یہ بے ضرورت چیز نہ تھی۔ آنے والے واقعات نے بتلادیا کہ آئندہ نسلوں کو اس کی ضرورت تھی اس لیے وہ فضول اور لایعنی سوالات نہ تھے۔ (درس قرآن: 2/150)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے پیار بھرے انداز میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم ایسی باتیں نہ پوچھو جو اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو۔ اور زمانہ نزول قرآن میں تمہیں جواب دے دیا جائے گا لیکن بہتر یہی ہے کہ جو حکم آئے اسے مانو یا پھر خاموش رہو۔ (درس قرآن: 2/149)

دعا

یا اللہ! ہم کو اپنے جملہ احکام کی ظاہراً و باطناً پابندی نصیب فرمائیے۔ یا اللہ! گزشتہ امتوں کے حالات سے ہم کو عبرت و سبق حاصل کرنے کی توفیق نصیب ہو اور لایعنی باتوں اور کاموں سے بچنا نصیب ہو۔ یا اللہ! ہمیں اپنی رضا کے کاموں اور باتوں میں لگا رہنے کی توفیق میسر ہو اور بے کار فضول باتوں اور کاموں کو چھوڑ دینے کی ہدایت نصیب ہو۔ آمین (درس قرآن: 2/149)

اصلاحِ خلق کی فکر کرنے والوں کو تسلی

42۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورۃ المائدہ،:105)

''اے ایمان والو! تم اپنی فکر رکھو، کوئی گمراہ ہو تو اس سے تمہارا نقصان نہیں اگر تم ہدایت پر ہو، تم سب کو اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے پھر وہ تم کو بتا دے گا جو کچھ تم کر رہے تھے۔'' (ریاض القرآن:126)

شانِ نزول

امام کلبیؒ بروایت ابوصالح حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل ہجر کے نام جن کے گورنر مندر بن ساوی تھے، دعوت اسلام کا خط لکھا کہ اگر وہ انکار کر دیں تو جزیہ ادا کریں، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب گرامی ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے عرب کے لوگ اور دوسرے تمام یہود و نصاریٰ اور صابیوں اور مجوسیوں کو جمع کر کے ان کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم نامہ پیش کیا تو انہوں نے جزیہ ادا کرنے کا اقرار کیا اور اسلام سے ناپسندیدگی ظاہر کی (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو لکھا کہ اہل عرب سے تو جزیہ ناقابل قبول ہے، یا تو وہ اسلام قبول کریں یا تلوار چلے گی (لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں) اور دیگر اہل کتاب اور مجوس سے جزیہ قبول کر لیا جائے، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب گرامی ان کو پڑھ کر سنایا گیا تو اہل عرب مسلمان ہو گئے اور اہل کتاب اور مجوس نے جزیہ ادا کر دیا۔ اس پر عرب کے منافقین کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تعجب ہے جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے بھیجا ہے کہ اسلام قبول کرنے تک وہ تمام لوگوں سے قتال کریں اور وہ صرف اہل کتاب کا جزیہ قبول کرتا ہے، ہمارے خیال میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل ہجر کے مشرکین سے وہ چیز قبول کر لی ہے جو مشرکین عرب سے قبول نہیں کی ہے۔ اس پر مذکورہ آیات کا نزول ہوا۔ (آیات قرآنی کے شان نزول:224)

ربط

ان سے پہلی آیات میں رسم پرست کفار کی ایک جہالت کا ذکر تھا، اور ایسی ایسی جہالتیں ان کی بکثرت تھیں، جن کو سن کر مومنین کو رنج اور افسوس ہوتا تھا، اس لیے آگے مومنین کو اس کے متعلق ارشاد ہے کہ تم کیوں اس غم میں پڑے ہو، تم کو اپنی اصلاح اور دوسرے کی اصلاح میں بقدر وسعت وقدرت کوشش کرنے کا حکم ہے، باقی کوشش پر ثمرہ مرتب ہونا تمہارے اختیار سے خارج ہے، اس لیے ''کار خود کن کار بیگانہ مکن'' پر عمل کرو۔ (معارف القرآن:3/247)

تفسیر

گزشتہ آیات میں رسم پرست کفار کی ایک جہالت کا ذکر تھا کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرو۔ حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھو تو وہ جواباً کہتے ہم کو ان احکام اور رسول کی ضرورت نہیں ہم کو تو اپنے باپ دادوں کا طریقہ کافی ہے۔ کفار کی یہ جہالت اور ایسی ایسی جہالتیں ان کی بکثرت تھیں جن کو سن کر مومنین کو رنج اور افسوس ہوتا اس لیے مومنین کو اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ کفار رسوم شرکین اور آباء واجداد کی اندھی تقلید سے باوجود اس قدر نصیحت اور فہمائش کے باز نہیں آتے تو تم زیادہ ان معاندین کی فکر میں مت پڑو۔ تم اپنی اصلاح اور ہدایت کی فکر کرو۔ کسی کی گمراہی سے تمہارا کوئی نقصان نہیں بشرطیکہ تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو۔ سیدھی راہ یہی ہے کہ آدمی ایمان وتقویٰ اختیار کرے۔ خود برائی سے رکے اور دوسروں کو روکنے کی امکانی کوشش کرے۔ پھر بھی لوگ اگر برائی سے نہ رکیں تو اس کا کوئی نقصان نہیں۔ سب اگلے پچھلے جب خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے تب ہر ایک کو اپنا عمل اور انجام نظر آ جائے گا۔ (درس قرآن:2/153)

نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا ضروری ہے

آیت کا یہ مطلب نہیں کہ کسی کو برا کام کرتے دیکھا جائے تو اس کو منع نہ کیا جائے کہ ہمیں اس کی برائی کیا نقصان کرے گی بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو اس کے بعد بھی اگر کوئی ضد وعناد اور ہٹ دھرمی سے اپنی گمراہی پر جما رہے تو پھر اس کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔ کیونکہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر چکے۔

حضرت قیس ابی حازمؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک خطبہ کے دوران حمد وثنا کے بعد فرمایا۔ لوگو! تم یہ آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلَیۡکُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ پڑھتے رہو اور اس کا مطلب غلط سمجھتے ہو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضروری نہیں حالانکہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو لوگ کوئی گناہ ہوتا ہوا دیکھیں اور مقدور بھر اس کو روکنے کی کوشش نہ کریں تو

قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجرموں کے ساتھ ان دوسرے لوگوں کو بھی عذاب عام میں پکڑ لے۔ (درس قرآن: 2/ 153)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اصلاح خلق کی فکر میں سب کچھ قربان کرنے والے مسلمانوں کو تسلی دی ہے کہ جب تم نے حق کی تبلیغ وتعلیم میں مقدور بھر کوشش کر لی اور نصیحت وخیر خواہی کا حق ادا کر دیا تو پھر بھی اگر کوئی گمراہی پر جما رہے تو تم اس کی فکر میں نہ پڑو۔

(معارف القرآن: 3/ 250)

دعا

یا اللہ! ایمان واسلام پر ہم کو استقامت نصیب فرما۔ اور ہر حال میں شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرما۔ حق کی تعلیم وتبلیغ نصیحت وخیر خواہی کرنے کی توفیق اور صلاحیت عطا فرما۔ آمین (درس قرآن: 2/ 135)

حالتِ سفر میں وصیت اور وصی کے احکام

43۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا شَهَادَةُ بَيۡنِكُمۡ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ حِيۡنَ الۡوَصِيَّةِ اثۡنٰنِ ذَوَا عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ اَوۡ اٰخَرٰنِ مِنۡ غَيۡرِكُمۡ اِنۡ اَنۡتُمۡ ضَرَبۡتُمۡ فِى الۡاَرۡضِ فَاَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةُ الۡمَوۡتِ‌ ؕ تَحۡبِسُوۡنَهُمَا مِنۡۢ بَعۡدِ الصَّلٰوةِ فَيُقۡسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ لَا نَشۡتَرِىۡ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى‌ۙ وَلَا نَكۡتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الۡاٰثِمِيۡنَ (سورۃ المائدہ:106)

''اے ایمان والو! تمہارے درمیان گواہی کا طریقہ وصیت کے وقت، جبکہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے اس طرح ہے کہ دو معتبر آدمی تم میں سے گواہ ہوں یا اگر تم سفر میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آ جائے تو تمہارے علاوہ دوسرے لوگوں میں سے دو گواہ لے لیے جائیں پھر اگر تم کو شبہ ہو جائے تو دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک لو اور وہ دونوں اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم کسی قیمت کے بدلے اس کو نہ بیچیں گے چاہے کوئی رشتہ داری ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہم اللہ کی گواہی کو چھپائیں گے اگر ہم ایسا کریں تو بے شک ہم گنہگار رہوں گے۔'' (ریاض القرآن:126)

شانِ نزول

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تمیم داری اور عدی بن زید مکہ معظّمہ آتے جاتے تھے، قریش کا ایک آدمی جس کا تعلق بنو سہم سے تھا ان کا مصاحب بنا، پھر اس کا ایسی جگہ پر انتقال ہو گیا جہاں کوئی مسلمان موجود نہیں تھا، اس نے ان دونوں کو اپنے متروکہ مال کے بارے میں وصیت کی تھی کہ اس کے ورثاء کے حوالے کر دینا، جب وہ دونوں واپس آئے تو انہوں نے اس کا سارا سامان اس کے ورثاء کے حوالہ کر دیا لیکن ایک پیالہ اس میں سے نکال کر چھپا لیا جس پر سونے کے نقش و نگار تھے، جب ان سے اس پیالہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے انکار کیا کہ ہمیں اس کا کوئی علم نہیں ہے، پھر ان دونوں کو بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا اور ان سے قسم لی گئی کہ انہوں نے اس پیالہ کو نہ چھپایا ہے اور نہ ہی ان کو کوئی علم ہے، جب انہوں نے قسم کھا لی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو رہا کر دیا، کچھ عرصہ بعد وہ پیالہ مکہ کے کچھ لوگوں کے پاس پایا گیا، (پوچھنے پر) انہوں نے کہا کہ ہم نے تو یہ پیالہ تمیم داری اور عدی

بن زید سے خریدا ہے، وارثوں نے پھر آپ ﷺ سے رجوع کیا اور اپنا پیالہ لے لیا اور ان میں سے دو آدمیوں نے خدا کی قسم کھائی کہ یہ پیالہ ہمارے صاحب کا ہے اور ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ درست ہے اور ہم نے ذرا بھی تجاوز نہیں کیا، اس پر یہ دو آیات نازل ہوئیں۔ (آیات قرآنی کے شان نزول:225)

تفسیر

اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو خطاب کر کے ہدایت دی گئی کہ جب تم سفر میں ہو اور اتفاقاً موت کا وقت قریب آ جائے اور تم اپنے مال کے متعلق کچھ وصیت کرنا چاہو جب مال ورثاء کے سپرد کرنے کی ضرورت ہو تو اس کو چاہیے کہ مسلمانوں میں سے دو معتبر شخصوں کو وصیت کرے تاکہ وہ اس کی وصیت کو پورا کریں اور اس کے مال میں کسی قسم کی خیانت نہ کریں۔ یا اگر مسلمان نہ ملیں اور فیق سفر سب غیر یعنی کفار میں سے ہوں تو دو شخص انہی میں سے گواہ بنا لیے جائیں یعنی ان دونوں کو وصیت کر کے ان کو اپنی وصیت پر گواہ بنالیا کرو۔ تو معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں جب مسلمان موجود نہ ہوں تو غیر مسلم کو وصی بنانا جائز ہے۔ اب اگر وصی حسب وصیت مال واسباب وارثوں کو پہنچا دیں اور وارث اس کو قبول کر لیں اور کوئی جھگڑا اور نزاع نہ پیدا ہو تو خیر ورنہ اگر وارثوں کو ان وصی پر کچھ خیانت کا شبہ ہو اور ان کی امانت وصداقت کے بارے میں شک وتردد ہو تو ایسی حالت میں ان دونوں کو نماز عصر یا کسی اور نماز کے بعد روک لیا جائے اور وہ دونوں خدا کی قسم کھائیں کہ ہم اس خیانت کے جس کا ہم پر الزام لگایا گیا ہے مرتکب نہیں ہوئے۔ ہم جھوٹ نہیں بولتے اور نہ ہی ہم جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔ نہ ہم خدا کی فرض کی ہوئی شہادت کو چھپائیں گے اگر ہم ایسا کریں تو بلا شبہ ہم سخت گنہگار ہوں گے۔ جب وہ قسم کھالیں تو اس وقت وہ بری ہو گئے۔ پھر اگر بعد میں کسی طریقے سے یہ اطلاع ملے کہ وہ دونوں شاہد یعنی وصی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں یعنی انہوں نے میت کے مال میں خیانت کی ہے اور جھوٹی قسم کھائی ہے تو میت کے ورثاء میں سے دو شخص جو میت کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہوں وہ کھڑے ہوں اور خدا کی قسم کھا کر یہ کہیں کہ ہماری شہادت اور قسم ان اوصیا کی شہادت سے زیادہ معتبر ہے اور ہم جھوٹ نہیں کہہ رہے۔ ہم نے اپنی قسم میں کسی قسم کی زیادتی نہیں کی اگر ہم نے ایسا کیا ہو تو بے شک ہم ظالموں میں سے ہیں۔ اگر اس طرح کی قسم یہ قرابت دار کھالیں گے اور مال خیانت برآمد بھی ہو گیا تو بقدر دعوی ان کو وصی سے مال دلوایا جائے گا چنانچہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو سہمی کے دو وارث کھڑے ہوئے اور نماز عصر کے بعد انہوں نے یہ قسم کھائی کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ معتبر ہے۔ تب اس پیالہ کی قیمت ورثاء کو دلوائی گئی۔ (درس قرآن:156/2)

تمام نیکیوں کی بنیاد تقویٰ ہے

اخیر میں ہدایت کی گئی کہ سب کو خدا سے ڈرنا چاہیے اور احکام کو بگوش ہوش سننا چاہیے۔ ایسی حالت میں نہ کوئی خیانت کرے گا

نہ قسموں کی ضرورت ہوگی۔ نہ کوئی جھوٹا الزام لگائے گا اور یہ احکام انہی کے لیے مفید ہیں جو اطاعت پر آمادہ ہیں ورنہ جو لوگ خدا کا حکم ماننا ہی نہیں چاہتے ان کے لیے یہ بھی مفید نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتے جو نافرمانی پر مصر ہوں۔

غیر مسلموں کی گواہی مسلمانوں کے بارے میں

تفسیر مظہری میں ہے کہ کسی معاملے میں مسلمان کے خلاف کافر کی گواہی قابل قبول نہیں یہ مسئلہ مسلمہ ہے لیکن اکثر اہل تفسیر نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں ''منکم'' سے مراد مسلمانوں میں سے اور ''من غیرکم'' سے مراد کافروں (غیر مسلموں) میں سے ہونے کی صراحت کی ہے۔ اس تفسیر پر لازم آتا ہے کہ مسلمانوں پر کافر کی شہادت قابل قبول ہو لہٰذا علماء کی ایک جماعت نے تو اس آیت کو منسوخ قرار دیا ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ ابتدائی دور میں یہ حکم تھا اور مسلمان پر کافر کی گواہی مان لینے کا جواز تھا لیکن پھر یہ حکم منسوخ کر دیا گیا اب مسلمانوں پر کافر کی شہادت نا قابل سماعت ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ آیت محکم ہے کہ اگر مسلمان نہ ملیں تو کافروں کو شاہد بنانا درست ہے۔ اور یہ حکم صرف وصیت کا گواہ بنانے کا ہے۔ وصیت کے علاوہ اور کسی مسئلہ کا گواہ کافروں کو نہیں بنایا جا سکتا۔

آیت مبارکہ سے متعلقہ مسائل

مسئلہ نمبر 1

میت جس شخص کو مال سپرد کر کے اس کے متعلق کسی کو دینے دلانے کے لیے کہہ جائے وہ وصی ہے، اور وصی ایک شخص بھی ہوسکتا ہے اور زیادہ بھی۔

مسئلہ نمبر 2

وصی کا مسلمان اور عادل ہونا خواہ حالت سفر ہو یا حضر افضل ہے لازم نہیں۔

مسئلہ نمبر 3

نزاع میں جو امر زائد کا مثبت ہو وہ مدعی اور دوسرا مدعا علیہ کہلاتا ہے۔

مسئلہ نمبر 4

اول مدعی سے گواہ لیے جاتے ہیں، اگر موافق ضابطہ شرعی کے پیش کر دے، مقدمہ وہ پاتا ہے، اور اگر پیش نہ کر سکے تو مدعا علیہ سے قسم لی جاتی ہے اور مقدمہ وہ پاتا ہے، البتہ اگر قسم سے انکار کر جائے تو پھر مدعی مقدمہ پالیتا ہے۔

مسئلہ نمبر 5

قسم کی تغلیظ زمان یا مکان کے ساتھ جیسا کہ آیت مذکورہ میں کی گئی ہے حاکم کی رائے پر ہے، لازم نہیں۔ اس آیت سے بھی لزوم ثابت نہیں ہوتا اور دوسری آیات وروایات سے اطلاق ثابت ہے۔

مسئلہ نمبر 6

اگر مدعا علیہ کسی غیر کے فعل کے متعلق قسم کھائے تو الفاظ یہ ہوتے ہیں کہ مجھ کو اس فعل کی اطلاع نہیں۔

مسئلہ نمبر 7

اگر میراث کے مقدمہ میں وارث مدعا علیہ ہوں تو جن کو شرعاً میراث پہنچتی ہے ان پر قسم آوے گی خواہ وہ واحد ہو یا متعدد اور جو وارث نہیں ان پر قسم نہ ہوگی۔ (معارف القرآن: 3/ 257،258)

پیار بھری نصیحت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو مصالح دنیویہ کے متعلق بعض احکام کے حوالے سے پیار بھری نصیحت فرمائی کہ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے مثل اصلاح معاد کے اپنے بندوں کی معاش کی اصلاح بھی فرماتے ہیں۔ (معارف القرآن 3/ 254)

دعا

یا اللہ! تقویٰ اور خوفِ خداوندی ہمارے دلوں میں پیدا فرما کہ ہم سے کسی حال اور کسی معاملہ میں احکام کی نافرمانی نہ ہو۔ یا اللہ! ہم کو ہر حال میں سچی شہادت ادا کرنے اور حق کو ظاہر کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین

میدانِ جہاد سے بلا شرعی عذر بھاگنا گناہ

44۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ (سورۃ الانفال:15)

''اے ایمان والو! جب تمہارا مقابلہ منکرین سے میدان جنگ میں ہو تو ان سے پیٹھ مت پھیرو۔'' (ریاض القرآن:179)

ربط

اس سورۃ میں اسلام اور کفر کی سب سے پہلی معرکۃ الآرا جنگ یعنی غزوہ بدر پر مستقل تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس کا اخلاقی مقصود، مال غنیمت سے متعلق احکام، جنگ و صلح کے کچھ اسلامی قوانین اور اسلامی مملکت کے دستوری قانون کی بعض دفعات بیان کی گئی ہیں۔

(درس قرآن:2/464)

تفسیر

اہل ایمان کو جہاد کے متعلق اب حکم دیا جا رہا ہے کہ جس وقت تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان سے ڈر کر بھاگنا نہیں چاہیے بلکہ مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہیے۔ جہاد میں سے نکل کر بھاگنا اور لڑائی میں کفار کو پیٹھ دکھانا بہت سخت گناہ ہے۔ اگر کافر تعداد میں مسلمانوں سے دگنے ہوں تو اس وقت تک پیٹھ پھیرنے کی اجازت نہیں دی گئی مگر دو موقعوں پر۔ ایک تو یہ کہ اگر پسپائی کسی جنگی مصلحت کی وجہ سے ہو مثلاً پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا زیادہ مؤثر ہے یا دوسرا موقع یہ کہ ایک جماعت سپاہیوں کی مرکزی فوج سے جدا ہو گئی وہ اپنے بچاؤ کے لیے پسپا ہو کر مرکز سے ملنا چاہتی ہے تو ایسی پسپائی جرم نہیں۔ گناہ اس وقت ہے جبکہ پسپائی محض لڑائی سے جان بچا کر بھاگنے کی نیت سے ہو۔ اور گناہ بھی کیسا کہ ان دو صورتوں کے علاوہ جو شخص جہاد سے منہ پھیرے گا وہ خدا کے غضب میں مبتلا ہو گا۔ اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہو گا۔ احادیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین گناہ ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی۔

1۔ شرک باللہ

2۔والدین کی نافرمانی اوران سے سرکشی

3۔میدان جہادفی سبیل اللہ سے فرار

اسی طرح ایک اورحدیث پاک میں ارشاد ہے کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو:

1۔شرک باللہ

2۔جادوکرنا

3۔کسی کوناحق قتل کردینا

4۔سودکھانا

5۔یتیم کامال کھانا

6۔جہادمیں پیٹھ پھیرکر بھاگنا

7۔پاک دامن اوربے گناہ عورت پرالزام لگانا

اسی بناء پرشریعت اسلامیہ کامسئلہ یہ ہے کہ جہاد سے بھاگنا حرام ہے۔ہاں اگرکافر دوگنے سے زیادہ ہوں تواسی سورۃ انفال کے نویں رکوع میں اللہ تعالیٰ نے تخفیف کاحکم نازل فرمایاجس کی روسے اگرکافردوگنے سے زیادہ ہوں توفرارکی اجازت ہے۔اور جب دوگنے سے زیادہ نہ ہوں تب پیٹھ پھیرنے کے جوازکی دوہی صورتیں ہیں جو بیان ہوچکی ہیں۔(درس قرآن:2/ 480 481)

پیاربھری نصیحت

اہلِ ایمان کوتعلیم دی گئی ہے کہ جہادکےمیدان سےبغیرعذرشرعی کے پیٹھ پھیرکر بھاگنا گناہ عظیم ہے۔

دعا

یااللہ!ہم کوبھی اسلام اوردین کے لیےقولی،فعلی،جانی اور مالی ہرطرح کے جہادکی توفیق نصیب فرما۔حق اوراہل حق کوغالب رکھنا،باطل اورباطل پرستوں کومغلوب اورذلیل وخوارفرما۔کافروں کے منصوبےاورتدبیروں کوملیامیٹ فرمااوراپنی قدرت کاملہ سے اسلام اورمسلمانوں کوغلبہ عطافرما۔آمین (درس قرآن:2/ 482)

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم

45

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ (سورۃ الانفال:20)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو اور اس سے منہ نہ موڑو حالانکہ تم سن رہے ہو۔''

(ریاض القرآن:180)

ربط

اس سے پہلے آیت میں بیان فرمایا گیا کہ مسلمانوں کو باوجود قلت تعداد اور بے سامانی کے یہ فتح عظیم صرف اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد سے حاصل ہوئی اور یہ نصرت و امداد نتیجہ ہے ان کی اطاعت حق کا۔ اس اطاعت پر مضبوطی سے قائم رہنے کے لیے مسلمانوں کو اگلی آیت میں حکم دیا گیا۔ (معارف القرآن:4/206)

تفسیر

کفار قریش کو اس تنبیہ کے بعد پھر اہل ایمان کو خطاب فرمایا جاتا ہے اور ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ ان کا معاملہ خدا اور رسول کے ساتھ کیسا ہونا چاہیے، جس سے وہ خدا کی نصرت وحمایت کے مستحق ہوں۔ سو بتلایا گیا کہ ایک مومن صادق کا کام یہ ہے کہ وہ ہمہ تن اللہ اور رسول کا فرمانبردار ہو۔ احوال و حوادث خواہ کتنا ہی اس کا منہ پھیرنا چاہیں مگر اللہ اور رسول کی باتوں کو جب وہ سن کر سمجھ چکا اور تسلیم کر چکا تو قولاً اور فعلاً کسی حال ان سے منہ نہ پھیرے۔ یہ شان مومن کی ہرگز نہ ہونی چاہیے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں کو سن کر ان سنے کے برابر کر دے یعنی زبان سے تو کہے کہ ہم نے حکم سن لیا لیکن اس پر توجہ نہ دے اور عمل نہ کرے تو وہ سننا ہی کیا جو آدمی سیدھی سی بات کو سن کر سمجھے نہیں یا سمجھ کر قبول نہ کرے اور اس کے موافق عمل نہ کرے۔ یہ شان مومن کی نہیں بلکہ یہ حالت تو یہود، مشرکین اور منافقین کی سی ہے۔

پیار بھری نصیحت

آیت مذکورہ میں مسلمانوں کو خطاب ہے کہ تم لوگ حق بات کو سن تو لیتے ہی ہو۔ یعنی سننا، سمجھنا اور اعتقاد رکھنا تو تمہاری طرف

سے موجود ہے مگر آگے اس پر عمل بھی پورا کرو۔ اطاعت سے روگردانی نہ کرو تاکہ سننے کا اصل مقصد مکمل ہو جائے۔

(معارف القرآن:207/4)

دعا

یا اللہ! ہم کو حق کہنے والی زبان، حق سننے والے کان اور حق کو سمجھنے اور قبول کرنے والا دل و دماغ عطا فرما اور حق بات کو سن کر اس کا حق ادا کرنے یعنی عمل کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا تاکیدی حکم

46۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (سورۃ الانفال:24)

''اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہو جب کہ رسول تم کو اس چیز کی طرف بلا رہا ہے جو تم کو زندگی دینے والی ہے اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ اسی کے پاس تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔''

(ریاض القرآن: 180)

ربط

گزشتہ آیات میں ایمان والوں کو خطاب کر کے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا تھا اور ہدایت کی گئی تھی کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم سننے کے بعد اس سے سرتابی نہ کرنا اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور حقیقت میں وہ سنتے سناتے کچھ نہیں کیونکہ مقصد سننے سے ماننا، قبول کرنا اور اس کے موافق عمل کرنا ہونا چاہیے اگر یہ نہیں تو کیا خاک سنا۔ اسی سلسلہ میں ایک اطاعت کی مزید ترغیب اور معصیت و نافرمانی سے ڈرانے کے لیے پھر ایمان والوں کو خطاب کر کے اللہ اور اس کے رسول کا کہنا ماننے کے لیے حکم دیا جاتا ہے جو آیت مذکورہ سے واضح ہے۔ (درس قرآن: 2/486)

تفسیر

مذکورہ آیات میں اہل ایمان کو بتایا جا رہا ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو جس کام کی طرف دعوت دیتے ہیں مثلاً جہاد وغیرہ اس میں سراپا تمہاری بھلائی ہے اور فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کے رسول کا حکم ایک ہی بات ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیتے جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعوتی پیغام تمہارے لیے دنیا میں عزت اور اطمینان کی زندگی اور آخرت میں حیات ابدی کا پیغام ہے۔ پس مومنین کی شان یہ ہے کہ خدا اور رسول کی پکار پر فوراً لبیک ہے اور کسی

کی سمجھ میں کوئی بات نہ بھی آوے تب بھی رسول ﷺ کے فرمان کو سر آنکھوں پر رکھیں اور یقین کرے کہ اسی میں بہتری ہے۔ جو آدمی رسول ﷺ کے حکم میں پس وپیش کرے گا اور حکم بجالانے میں دیر کرے گا اس کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں احکام کی بجا آوری میں سستی و کاہلی اور شک وشبہ کی شامت سے اس کا دل نہ پھر جائے۔ انسان کا دل سراسر اللہ کے قبضہ میں ہے۔ اپنے دل پر آدمی کا قبضہ نہیں بلکہ دل خدا کے ہاتھ میں ہے جدھر چاہے پھیر دے۔ بے شک وہ اپنی رحمت سے ابتداء نہ کسی کا دل روکتا ہے نہ اس پر مہر کرتا ہے۔ جب بندہ احکام کی بجا آوری میں سستی اور کاہلی کرتا ہے تو اس کی سزا میں دل پھیر دیتا ہے یا حق پرستی چھوڑ کر ضد وعناد کو شیوہ بنالے تو اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے اور اس پر قفل ڈال دیتا ہے جس سے دل کے اندر خیر پہنچنے کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ (درس قرآن: 2/486)

مہلت عمر کو غنیمت سمجھو

یہاں سمجھایا یہ جارہا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ فرصت عمر اور فرصت وقت کو غنیمت جانے اور جب کسی نیک کام کے کرنے یا کسی گناہ سے بچنے کا موقع ومحل درپیش ہو تو اس کو فوراً کر گزرے۔ دیر نہ کرے اور ٹال مٹول سے کام نہ لے کیونکہ بعض اوقات آدمی کے ارادے کے درمیان قضائے الٰہی حائل ہو جاتی ہے اور وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہوتا۔ کبھی اچانک کوئی بیماری پیش آگئی یا کوئی اور مشغلہ پیش آگیا یا موت ہی اچانک آگئی اور پھر اس نیکی کے کرنے یا اس بدی سے بچنے کا موقع نہ ملا۔ پھر انسان کا قلب حق تعالیٰ کے خاص تصرف میں ہے۔ جب وہ کسی بندے کی برائیوں سے حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو اس کے قلب اور گناہوں کے درمیان آڑ کر دیتے ہیں اور جب کسی کی بدبختی مقدر ہوتی ہے تو اس کے دل اور نیک کاموں کے درمیان آڑ کو کر دی جاتی ہے۔

اس لیے حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دعاؤں میں کثرت سے یہ دعا فرمایا کرتے تھے **یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك** یعنی اے دلوں کے پلٹنے والے خدا! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت اور قائم رکھیے۔

حضرت ابی بن کعب ؓ کا واقعہ

آیت کے پہلے جملے سے متعلق حدیث میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول ﷺ نے ابی بن کعب ؓ کو بلایا۔ اتفاق سے اس وقت ابی بن کعب ؓ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے جلدی جلدی نماز پوری کی اور پھر خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بلانے پر آنے میں دیر کیوں کی؟ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں نماز میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ

حضرت ابی بن کعب ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آئندہ اس کی اطاعت کروں گا۔ اگر بحالت نماز بھی آپ ﷺ بلائیں گے تو فوراً حاضر ہو جاؤں گا۔ بعض فقہا نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ حکم رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے نماز میں جو کام بھی کریں اس سے نماز میں خلل نہیں ہوتا۔ بہر حال حاصل اس کا بھی وہی ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل میں دیر نہ لگاؤ۔

تو مقصد آیت کا یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم سچے دل سے بجالاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم سے بڑھ کر تمہارے دلوں کے احوال اور اسرار پر مطلع ہے۔ خیانت اس کے آگے نہیں چل سکے گی۔ اسی کے پاس سب کو جمع ہونا ہے وہاں سارے بھید اور راز کھول کر رکھ دیے جائیں گے اور جہاں تم سے تمہارے سارے اعمال کی باز پرس اور مواخذہ ہوگا۔ (درس قرآن: 487/2)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ تمہیں جس چیز کی دعوت دیتے ہیں اس میں ان کا کوئی فائدہ مضمر نہیں بلکہ سب احکام تمہارے ہی فائدے کے لیے دیے گئے ہیں اور تمہارے لیے زندگی بخشی ہے۔ سو تم ان کی اطاعت کرو۔ (معارف القرآن: 208/4)

دعا

یا اللہ! ہمارے دلوں کی بھی حفاظت فرما اور ہمارے دلوں کو اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کے لیے مستعد رکھیں۔ یا اللہ! قیامت و آخرت کا یقین کامل ہمارے دلوں میں اتار دیجیے جس کے باعث ہمارے لیے آپ کی اطاعت آسان ہو جائے اور گناہوں سے بچنا سہل ہو جائے۔ آمین (درس قرآن: 487/2)

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیانت نہ کرنے کا حکم

47۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورۃ الانفال:27)

''اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور خیانت نہ کرو اپنی امانتوں میں حالانکہ تم جانتے ہو''۔

(ریاض القرآن:181)

شانِ نزول

یہ آیت ابولبابہ بن عبدالمنذر انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ قصہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو قریضہ کے یہود کا 21 روز تک محاصرہ کیے رکھا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کی درخواست کی کہ جیسے ان کے بھائی بنو نضیر سے مصالحت ہوئی اسی طرح ان سے بھی مصالحت کی جائے۔ اس شرط پر کہ وہ ملک شام کے علاقہ اوراذرعات اور اریحا میں اپنے بھائیوں کے پاس چلے جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بات ماننے سے انکار فرمایا، حتیٰ کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر اترنے کا کہا گیا تو یہود نہ مانے، کہنے لگے کہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ہماری طرف بھیجو، ابولبابہ رضی اللہ عنہ ان کے لیے خیر خواہی کا جذبہ رکھتے تھے کیونکہ ان کے اہل وعیال اور مال وغیرہ ان یہودیوں کے ہاں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیج دیا، ابولبابہ رضی اللہ عنہ جب ان کے پاس آئے تو ان یہودیوں نے کہا کہ اے ابولبابہ! تم کیا مشورہ دیتے ہو کیا ہم سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر نیچے اتر آئیں؟ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے گردن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس طرح تم ذبح کر دیے جاؤ گے، ایسا نہ کرو، ابولبابہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے فوراً جان لیا کہ میں نے تو اللہ اور رسول اللہ رضی اللہ عنہ کی خیانت کر دی ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ لیا اور کہا کہ جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہ فرمائیں گے میں مر جاؤں گا مگر کچھ کھاؤں گا، پیئوں گا نہیں۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ اے ابو لبابہ رضی اللہ عنہ! تمہاری توبہ قبول ہو چکی ہے تو کہنے لگے کہ خدا کی قسم! میں خود اپنے آپ کو نہیں کھولوں گا یہاں تک کہ خود رسول اللہ رضی اللہ عنہ آ کر مجھے کھولیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے ہاتھ سے کھولا، پھر ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میں اپنی قوم کا وہ گھر چھوڑ دوں جہاں میں نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور یہ کہ میں اپنے مال سے علیحدہ ہو جاؤں۔ اس پر رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''تیرے لیے بس یہ کافی ہے کہ تو تیسرا حصہ صدقہ کرے۔'' (آیاتِ قرآنی کے شان نزول:249)

تفسیر

مذکورہ آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں یا آپس میں بندوں کے حقوق میں خیانت نہ کریں کہ حق ادا ہی نہ کریں یا اس میں کوئی اور کوتاہی کر کے ادا کریں۔ پھر اگلی آیت میں مزید واضح فرمایا کہ تم تو خیانت کی برائی اور اس کے وبال کو جانتے ہی ہو پھر اس پر اقدام کرنا قرین دانشمندی نہیں اور چونکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی سے غفلت و کوتاہی کا سبب عموماً انسان کے اموال و اولاد ہوا کرتے ہیں اس لیے اس پر تنبیہ کرنے کے لیے فرمایا کہ یہ بات سمجھ رکھو کہ تمہارے مال و اولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں۔ (معارف القرآن:4/214)

فتنہ کے معنی امتحان کے بھی آتے ہیں اور عذاب کے بھی اور ایسی چیزوں کو بھی فتنہ کہا جاتا ہے جو عذاب کا سبب بنیں۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و محبت کو سب چیزوں پر مقدم رکھے اور امتحان اور آزمائش میں ثابت قدم رہے۔

(درس قرآن:2/492)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے پیار بھری نصیحت اہل ایمان کو فرمائی کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو۔

(درس قرآن:2/490)

دعا

یا اللہ! جہاں اہل اسلام قلت اور خوف کی حالت میں ہیں ان کے ضعف اور خوف کو دور فرما کر دشمنوں پر غلبہ اور فتح و نصرت عطا فرما۔ یا اللہ! آپ نے اپنے فضل سے ہم کو جو مال و اولاد عطا فرمایا ہے تو اس امتحان اور آزمائش کی چیز میں ہم کو کامیابی اور کامرانی عطا فرما۔ اور اپنی مرضیات کو ہر حال میں مقدم رکھنے کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ آمین

تقویٰ کے انعامات کا ذکر

48۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (سورۃ الانفال:29)

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تمہیں ایک فیصلے کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہوں کو دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے''۔(ریاض القرآن:181)

ربط

پچھلے سارے رکوع میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کی تلقین فرمائی گئی تھی اور ساتھ ہی اللہ اور رسول ﷺ کے حقوق میں خیانت نہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ہوں ان میں غفلت، کوتاہی یا کمی کا سبب عموماً انسان کے اموال و اولاد ہوا کرتے ہیں۔ اس لیے اس پر تنبیہ فرمائی گئی تھی کہ یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ دنیا میں یہ مال و اولاد انسان کے لیے ایک امتحان اور آزمائش کی چیز ہے تو جو شخص اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل میں مال و اولاد غلط محبت سے مغلوب نہ ہوگا تو پھر اسکے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے۔ اب گزشتہ آیات میں بیان کی ہوئی ساری نصیحتوں کا خلاصہ اور اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا ثمرہ بیان کیا جاتا ہے۔(درس قرآن:2/493)

تفسیر

آیتِ مبارکہ میں ایمان والوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اگر تم نے تقوی اختیار کیا یعنی خدا سے ڈرتے رہے اور اس کی مخالفت سے بچتے رہے تو اللہ تعالیٰ تم کو تین چیزیں عطا کرے گا۔

1)فرقان 2) گناہوں سے معافی 3) مغفرت

فرقان کی تشریح مفسرین نے کئی طرح کی ہے۔ بعض نے اس کے مطلب یہ لکھے ہیں کہ وہ تم کو مخالفین سے کامل امتیاز بخشے گا

یعنی دنیا میں تم کو غلبہ دے کر اور دوسرے انعامات کے ذریعہ سے اور آخرت میں نجات دے کر یعنی تم جنت میں دائمی رہو گے اور تمہارے مخالفین کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔

بعض نے فرقان کے مطلب یہ بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حق و باطل، نیک و بد میں تمیز کرنے کی قوت عطا کرے گا۔ جس سے قدم قدم پر تمہیں معلوم ہوتا رہے گا کہ کون سا رویہ صحیح ہے اور کون سا غلط ہے۔ کس بات میں خدا کی رضا ہے اور کس میں اس کی ناراضگی ہے۔ یعنی تمہارے دل میں ایک قوت ڈال دے جس سے تم ذوقاً اور وجداناً فیصلہ کر سکو گے۔ اس کے علاوہ تقویٰ کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا۔ تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم کو بخش دے گا۔

تو یہاں پر حضرت ابولبابہؓ کے واقعہ کی طرف اور ان کی قبولیت توبہ کی طرف اشارہ ہوگیا۔ آگے رسول ﷺ کو ایک احسان عظیم اور انعام خصوصی کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے جو نہ صرف رسول ﷺ پر اور صحابہؓ و جملہ اہل اسلام پر بلکہ پوری دنیا پر ایک خاص انعام و احسان ہے کہ قبل از ہجرت جب آنحضرت ﷺ مکہ میں کفار کے نرغہ میں تھے اور وہ آپ ﷺ کے قتل یا قید یا شہر بدر کرنے کے مشورے کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا اور ان کی ساری تدبیروں کو ملیامیٹ کر دیا اور آپ ﷺ کو بسلامت و عافیت مدینہ منورہ پہنچا دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہمیشہ غالب آتی ہے اور اس کی تدبیر کے سامنے کفار کی ساری تدابیر بے سود اور ناکام ہو کر رہ جاتی ہیں۔ (درس قرآن: 2/ 493، 494)

پیار بھری نصیحت

اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو پیار بھری نصیحت کی گئی ہے کہ اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو تمہیں بفضلِ الٰہی تین چیزیں عطا کی جائیں گی۔ فرقان، گناہوں سے معافی اور مغفرت۔ (درس قرآن: 2/ 493)

دعا

یا اللہ! ہم کو بھی تقویٰ کی دولت عطا فرما دیں کہ جس کے باعث ہمارے گناہوں کی بخشش اور مغفرت ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو دارین میں نواز دیں۔

یا اللہ! جیسے آپ نے مکہ کے کافروں کی تدبیروں کو ملیامیٹ فرما دیا اور اہل اسلام کو غالب فرمایا، یا اللہ! موجودہ کفار اور دشمنانِ دین کی تدبیروں کو خاک میں ملا کر، ان کو ذلیل و خوار فرما اور اسلام و مسلمانوں کو غلبہ اور شوکت عطا فرما۔ آمین

میدانِ جہاد میں ثابت قدمی اور ذکرِ الٰہی

49۔

يَآيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا لَقِيۡتُمۡ فِئَةً فَاثۡبُتُوۡا وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (سورۃ الانفال:45)

''اے ایمان والو! جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہوتو ثابت قدم رہواور اللہ کو بہت یاد کرو، تا کہ تم کامیاب ہو۔''

(ریاض القرآن:183)

ربط

ان آیات میں ایمان والوں کومخاطب فرما کراللہ تعالیٰ نے چھ باتوں کی تعلیم فرمائی ہے کہ جوفتح وکامیابی کا سرچشمہ ہیں:

1)استقامت 2)یادالٰہی کی کثرت 3)اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت

4)باہمی نزاع سے بچو 5)صبر 6)نمودونمائش سے پرہیز رکھو

(درس قرآن:2/510)

تفسیر

پہلی دوآیتوں میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کومیدان جنگ اور مقابلہ دشمن کے لیے ایک خاص ہدایت نامہ دیا ہے جوان کے لیے دنیا میں کامیابی اور فتح مندی کا اور آخرت کی نجات وفلاح کا نسخۂ اکسیر ہے۔اور قرون اولیٰ کی تمام جنگوں میں مسلمانوں کی فوق العادۃ کامیابیوں اور فتوحات کا راز اسی میں مضمر ہے اور وہ چند چیزیں ہیں۔

1۔ثبات

یعنی ثابت رہنا اور جمنا۔جس میں ثبات قلب اور ثبات قدم دونوں داخل ہیں کیونکہ جب تک کسی شخص کا دل مضبوط اور ثابت نہ ہواس کے قدم اور اعضاء ثابت نہیں رہ سکتے۔اور یہ چیز ایسی ہے جس کو ہرمومن وکافر جانتا اور سمجھتا ہے اور دنیا کی ہرقوم اپنی جنگوں میں اس کا اہتمام کرتی ہے، کیونکہ اہل تجربہ سے مخفی نہیں کہ میدان جنگ کا سب سے پہلا اور سب سے زیادہ کامیاب ہتھیار ثبات

قلب وقدم ہی ہے دوسرے سارے ہتھیار اس کے بغیر بے کار ہیں۔(معارف القرآن:251/4)

2۔ذکر اللہ

یہ وہ مخصوص اور معنوی ہتھیار ہے جس سے مومن کے سوا عام دنیا غافل ہے۔پوری دنیا جنگ کے لیے بہترین اسلحہ اور نئے سے نیا سامان مہیا کرنے اور فوج کے ثابت قدم رکھنے کی تو پوری تدبیریں کرتی ہے مگر مسلمانوں کے اس روحانی اور معنوی ہتھیار سے بے خبر اور ناآشنا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر میدان میں جہاں مسلمانوں کا مقابلہ ان ہدایات کے مطابق کسی قوم سے ہوا مخالف کی پوری طاقت اور اسلحہ اور سامان کو بیکار کر دیا۔ذکر اللہ کی اپنی ذاتی اور معنوی برکات تو اپنی جگہ ہیں ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ ثبات قدم کا اس سے بہتر کوئی نسخہ بھی نہیں۔اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس پر اعتماد وہ بجلی کی طاقت ہے جو ایک انسان ضعیف کو پہاڑوں سے ٹکرا جانے پر آمادہ کر دیتی ہے اور کیسی ہی مصیبت اور پریشانی ہو اللہ کی یاد سب کو ہوا میں اڑا دیتی ہے اور انسان کے قلب کو مضبوط اور قدم کو ثابت رکھتی ہے۔یہاں یہ بات بھی پیش نظر رکھیے کہ جنگ وقتال کا وقت عادتا ایسا وقت ہوتا ہے کہ اس میں کوئی کسی کو یاد نہیں کرتا، اپنی فکر پڑی ہوتی ہے۔اس لیے جاہلیت عرب کے شعراء میدان جنگ میں بھی اپنے محبوب کو یاد کرنے پر فخر کیا کرتے تھے وہ بڑی قوت قلب اور محبت کی پختگی کی دلیل ہے۔

قرآن کریم نے ان پر خطر مواقع پر مسلمانوں کو ذکر اللہ کی تلقین فرمائی۔اور وہ بھی ''کثیرا'' کی تاکید کے ساتھ۔

ذکر اللہ ایک ایسی آسان عبادت ہے کہ اس میں نہ کوئی بڑا وقت خرچ ہوتا ہے، نہ محنت، نہ کسی دوسرے کام میں اسے رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔اس پر مزید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ذکر اللہ کے لیے کوئی شرط اور پابندی (وضو، طہارت، لباس اور قبلہ وغیرہ) بھی نہیں لگائی۔ہر شخص ہر حال میں باوضو، بے وضو، کھڑے، بیٹھے، لیٹے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر سکتا ہے۔(معارف القرآن:252/4)

3۔اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت

تیسری ہدایت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی دی جا رہی ہے یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کہنا ماننے کے لیے دل وجان سے تیار ہو جائیں۔اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت تو ہمیشہ اور ہر حال میں واجب ہے۔یہاں اس کی تاکید سے مراد یہ ہے کہ حالت جہاد میں بھی احکام شریعت کے دائرہ سے قدم ذرا بھی باہر نہ نکلے۔اطاعت کی برکت سے فتح نصیب ہو گی۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کو باوجود بے سروسامانی کے فارس اور روم جیسی عظیم سلطنتوں پر جو فتح نصیب ہوئی وہ اسی اطاعت کی برکت تھی۔

(درس قرآن:511/2)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھرے انداز میں مخاطب کیا کہ جب تم کو کسی جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو گے۔ (درس قرآن: 2/510)

دعا

یا اللہ! ہم کو اور روئے زمین کے مسلمانوں کو ان قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ جہاں جہاں مسلمان کفار کے تسلط کے باعث پریشان خاطر ہیں اللہ تعالیٰ ان کی حمایت ونصرت فرما۔ اسلام اور مسلمانوں کو سر بلندی عطا فرما۔

یا اللہ! میں ہر ایسے گناہ سے پناہ چاہتا ہوں جو گمراہی اور کفر کی طرف لے جائے، راہ سے بے راہ کر دے، لوگوں میں بے وقار کر دے، دنیا و آخرت میں رسوائی ہو جائے اور دیگر ایسے گناہ کر گزرا تو الٰہی! مجھے معاف فرما۔

یا اللہ! ایسے گناہ کہ جن کے ارتکاب سے میں نے اپنے جسم کو تھکا دیا اور مخلوق سے پردہ کرتا رہا لیکن ہائے تجھ سے پردہ نہ ہو سکتا تھا اور مجھے یہ خیال بھی نہ آیا۔ اس کے باوجود آپ نے مجھے رسوائی سے بچا لیا اور حقیقت میں آپ کے سوا اور کون ایسا ہے کہ گناہ دیکھتا ہو اور پردہ پوشی کرتا ہو۔ اے اللہ! میرے ہر گناہ کو معاف فرما دے۔ آمین! (درس قرآن: 2/512)

کفار رشتہ داروں سے دوستی کی ممانعت

50۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (سورۃ التوبۃ:23)

''اے ایمان والو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو عزیز رکھیں، اور تم میں سے جو ان کو اپنا دوست بنائیں گے تو ایسے لوگ ظالم ہیں۔'' (ریاض القرآن:191)

شانِ نزول

امام کلبیؒ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت مدینہ کا حکم ہوا تو کچھ لوگ تو ہجرت میں جلدی کرنے لگے اور کچھ لوگ اپنے والد، بھائی اور بیویوں سے متعجب ہو کر کہنے لگے کہ ہمیں ہجرت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور وہ اپنے اہل وعیال سے وابستہ ہو کر رہ گئے اور گھر کے افراد یہ کہنے لگے کہ خدارا! ہمیں چھوڑ کر نہ جاؤ، اگر تم ہمیں چھوڑ کر چلے گئے تو ہم برباد ہو جائیں گے چنانچہ ان میں رقت قلب پیدا ہو گئی اور وہ انہی کے ساتھ گھر میں بیٹھے رہے اور ہجرت میں شریک نہ ہوئے، تو ان پر عتاب نازل ہوا جس کا ذکر آیتِ ہذا میں کیا گیا ہے۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ.......... فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (سورۃ التوبۃ:24)

اس حکم سے مراد قتال اور فتح مکہ ہے۔ (آیات قرآنی کے شان نزول:260)

تفسیر

آیتِ مبارکہ میں فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اپنے باپ، دادا اور بھائیوں کو رفیق مت بناؤ، اگر وہ لوگ کفر کو بمقابلہ ایمان کے عزیز رکھیں اور تم میں سے جو شخص ان کے ساتھ باوجود ان کے کفر کے رفاقت رکھے گا سو ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں۔

ماں باپ، بھائی، بہن اور تمام رشتہ داروں سے تعلق کو مضبوط رکھنے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ہدایات سے سارا

قرآن بھرا ہوا ہے، مگر اس آیت میں یہ بتلا دیا کہ ہر تعلق کی ایک حد ہے، ان میں سے ہر تعلق خواہ ماں باپ اور اولاد کا ہو یا حقیقی بھائی بہن کا، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق کے مقابلہ میں نظر انداز کرنے کے قابل ہے۔ جس موقع پر یہ دونوں رشتے ٹکرا جائیں تو پھر رشتہ و تعلق اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی قائم رکھنا ہے، اس کے مقابلہ میں سارے تعلقات سے قطع نظر کرنا ہے۔ اصل رشتہ اسلام و ایمان کا رشتہ ہے۔ نسبی و وطنی تعلقات سب اس پر قربان کرنے ہیں۔ یعنی رشتہ داری اور دوستی کے سارے تعلقات پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق مقدم ہے، جو تعلق اس سے ٹکرائے وہ توڑنے کے قابل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وہ عمل جس کی وجہ سے وہ ساری امت سے افضل و اعلیٰ قرار پائے یہی چیز تھی کہ انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جان و مال اور ہر رشتہ و تعلق قربان کر کے زبان حال سے کہا

توخوش ثمر کیستی کہ سرو سمن ہمہ زخویش برید ند دبا تو پیوستند

بلال حبشی رضی اللہ عنہ، صہیب رومی رضی اللہ عنہ، سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ اور قریش مکہ، انصار مدینہ تو سب آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور بدر و احد کے میدانوں میں باپ بیٹے اور بھائی بھائی کی تلواروں نے آپس میں ٹکرا کر اس بات کی شہادت دی کہ ان کا مسلک یہ تھا کہ

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد فدائے یک تنِ بیگانہ کا شنا باشد

(معارف القرآن: 4/ 337،338)

پیار بھری نصیحت

ایمان والوں کو خطاب کر کے بتلایا گیا ہے کہ جن لوگوں کو ایمان سے زیادہ کفر عزیز ہے، ایک مومن کو انہیں ہرگز عزیز نہیں رکھنا چاہیے اگر چہ وہ اس کے باپ اور بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ مومن کی شان نہیں کہ وہ ان سے رفاقت اور دوستی کا دم بھرے حتیٰ کہ یہ تعلقات اس کو جہاد اور ہجرت سے مانع ہو جائیں۔ ایسا کرنے والے گنہگار بن کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوں گے۔

(درس قرآن: 2/ 560)

دعا

یا اللہ! یہ قرآن پاک کی آیات و احکام جیسا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے تھے ویسے ہی رہتی دنیا میں مسلمانوں کے لیے ہیں مگر ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ تیرے احکام کی ادائیگی اور ان کے خاطر خواہ حقوق کی بجا آوری سے قاصر رہے۔

یا اللہ! آپ قدرت والے ہیں آپ نے جو کام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لینا چاہا لیا۔ یا اللہ! ہم ناکاروں سے بھی دین اسلام کی کوئی خدمت لے لیجیے۔ دنیا میں اسلام کو سربلند کرنے میں ہمارا بھی کوئی حصہ رکھ دیجیے۔ آمین! (درس قرآن: 2/ 562)

کفار ومشرکین کا حدودِ حرم میں داخلہ ممنوع

51۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (سورۃ التوبۃ:28)

''اے ایمان والو! مشرکین بالکل ناپاک ہیں پس وہ اس سال کے بعد مسجد حرام میں نہ آئیں، اور اگر تم کو مفلسی کا اندیشہ ہوتو اگر اللہ چاہے تو اپنے فضل سے تم کو بے نیاز کردے گا، بے شک اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔''

(ریاض القرآن:192)

ربط

سورۂ توبہ کے شروع میں کفار ومشرکین سے اعلان براءت کیا گیا تھا مذکورہ آیت میں اس اعلان براءت سے متعلقہ احکام کا ذکر ہے، اعلان برأت کا حاصل یہ تھا کہ سال بھر کے عرصہ میں تمام کفار کے معاہدات ختم یا پورے کر دیے جائیں اور اعلان کے ایک سال بعد کوئی مشرک حدود حرم میں نہ رہنے پائے۔ (معارف القرآن:4/353)

تفسیر

اس آیتِ مبارکہ میں کفار کے نجس ہونے کی صراحت کے ساتھ ان کے لیے حدود حرم میں داخلہ کی ممانعت کا حکم دیا جاتا ہے اور مشرکین کی حدود حرم میں آمد ورفت بند کر دینے سے بعض مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ تجارت وغیرہ کو نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ اہل مدینہ کی گزران معاش تجارت پر تھی۔ دوسرے ملکوں سے مشرکین مکہ میں غلہ لاتے تھے۔ جب مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ مشرکین کو حدود حرم میں داخل نہ ہونے دیا جائے تو مسلمانوں کو یہ خوف ہوا کہ تجارت کے بند ہو جانے سے ہم تنگدست ہو جائیں گے۔ اس لیے اس اندیشہ کو بھی دفعہ کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے اور اس کو اپنا کفیل کارساز سمجھنے کی تلقین اور اسی سے اپنی امیدیں وابستہ رکھنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔

جب حق تعالیٰ نے شرک کی قوت کو توڑ کر جزیرۃ العرب کا صدر مقام یعنی مکہ معظّمہ رمضان 8 ہجری میں فتح کرا دیا اور قبائل عرب جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے تب 9 ہجری میں یہ اعلان کرایا گیا کہ آئندہ کوئی مشرک یا کافر مسجد حرام میں داخل نہ ہو بلکہ اس کے نزدیک یعنی حدودِ حرم میں بھی نہ آنے پائے کیونکہ ان کے قلوب شرک اور کفر کی نجاست سے اس قدر پلید اور گندے ہیں کہ اس سب سے بڑے مقدس مقام اور مرکز توحید وایمان میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔

اس کے بعد صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جزیرۃ العرب سے مشرکین اور یہود ونصاریٰ سب کو نکال دینے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آخری وصیت کے موافق حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہ حکم عملاً نافذ ہوا۔

(درس قرآن،:2/566)

تمہاری تجارت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے

اب حدودِ حرم میں مشرکین کی آمدورفت بند کر دینے سے بعض مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ اس وجہ سے تجارت کو نقصان پہنچے گا اور جو سامان تجارت یہ لوگ لاتے تھے وہ نہیں آئے گا۔ اس لیے مسلمانوں کی حق تعالیٰ نے تسلی کر دی کہ تم اس سے مت گھبراؤ اور یہ نہ خیال کرو کہ اگر یہ نہ آئیں گے تو تجارت تباہ ہو جائے گی۔ تم کو غنا عطا فرمانا یہ محض اس کی مشیت پر موقوف ہے۔ وہ چاہے گا تو کچھ دیر نہ لگے گی۔ چنانچہ یہی ہوا خدا تعالیٰ نے جزیرۃ العرب کے علاوہ آس پاس کے ممالک والے سارے مسلمان کر دیے۔ مختلف ممالک سے تجارتی سامان آنے لگا۔ بارشیں خوب ہوئیں جس سے پیداوار بڑھ گئی فتوحات وغنائم کے دروازے کھول دیے۔ اہل کتاب یہود ونصاریٰ سے جزیہ کی رقم وصول ہونے لگی غرض مختلف طرق سے حق تعالیٰ نے اسباب غنا جمع کر دیے۔

آیت کے اخیر میں اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ فرما کر یہ ظاہر فرما دیا کہ بے شک خدا کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔ لہٰذا تم بے چون چرا اس کے حکم کی تعمیل کرو اور دل میں کوئی اندیشہ نہ لاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعلان براءت حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کے ذریعے موسم حج میں 9 ہجری میں کرایا ہے اس لیے 9 ہجری سے 10 ہجری تک مہلت کا سال ہے۔ دس ہجری کے بعد یہ قانون نافذ ہوا۔ (درس قرآن:2/567)

مشرکین کے نجس ہونے کی وضاحت

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک آیت میں مشرکین کو مسجد حرام کے قریب جانے سے منع کرنے کا مطالبہ یہ ہے کہ آئندہ سال سے ان کو مشرکانہ طرز پر حج وعمرہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی اور دلیل یہ ہے کہ جس وقت موسم حج میں حضرت علی مرتضیٰؓ کے ذریعہ اعلان براءت کر دیا گیا۔ تو اس میں اعلان اسی کا تھا کہ لا یحجن بعد العام مشرك

جس میں ظاہر کر دیا گیا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کر سکے گا۔ اس لیے اس آیت میں **فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ** کے معنی بھی امن اعلان کے مطابق یہی ہے کہ ان کو حج وعمرہ کی ممانعت کر دی گئی البتہ کسی ضرورت کے پیش نظر باجازت امیر المومنین داخل ہو سکتے ہیں۔

وفد ثقیف کا واقعہ اس کا شاہد ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب ان کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا۔ حالانکہ یہ لوگ اس وقت کافر تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض بھی کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ نجس قوم ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد کی زمین پر ان لوگوں کی نجاست کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ان روایات نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ قرآن کریم میں مشرکین کو نجس کہنے سے ان کی نجاست سے کفر وشرک مراد ہے۔ جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔ اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مشرک مسجد کے پاس نہ جائے بجز اس کے کہ وہ کسی مسلمان کا غلام یا کنیز ہو تو بضرورت اس کو داخل کر سکتے ہیں (قرطبی)۔ یہ حدیث بھی اسی کی شاہد ہے کہ نجاست ظاہری کو سبب قرار دے کر مشرکین کو مسجد حرام سے نہیں روکا گیا ورنہ اس میں غلام اور باندی کی کوئی قید نہ تھی بلکہ بنیاد اصل کفر وشرک اور ان کے غلبہ کا خطرہ ہے۔ غلام و کنیز میں یہ خطرہ نہیں، ان کو اجازت دے دی گئی۔ اس کے علاوہ ظاہری نجاست کے اعتبار سے مسلمان بھی اس میں داخل ہیں کہ نجاست یا حدث اکبر کی حالت میں ان کے لیے بھی مسجد حرام کا داخلہ ممنوع ہے۔ نیز جمہور کی تفسیر کے مطابق مسجد حرام سے اس جگہ جب پورا حرم مراد ہے تو وہ بھی اسی کا مقتضی ہے کہ یہ ممانعت ظاہری نجاست کی بنیاد پر نہیں بلکہ کفر وشرک کی نجاست کی بنا پر ہے۔ اسی لیے صرف مسجد حرام میں ان کا داخلہ ممنوع نہیں کیا گیا بلکہ پورے حرم محترم میں ممنوع قرار دیا گیا کیونکہ وہ اسلام کا ایک قلعہ ہے۔ اس میں کسی غیر مسلم کو رکھنا گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ (درس قرآن: 2/567)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ نجاست سے مساجد کی تطہیر بھی ایک مستقل مسئلہ ہے جو قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہے۔ لیکن اس آیت کا تعلق اس مسئلہ سے نہیں بلکہ اسلام کے اس سیاسی حکم سے ہے جس کا اعلان سورۃ براءت کے شروع میں کیا گیا ہے کہ جتنے مشرکین مکہ میں موجود تھے ان سب سے حرم محترم کو خالی کرانا مقصود تھا لیکن بقضائے عدل و انصاف ورحم وکرم مکہ فتح ہوتے ہی سب کو یک قلم خارج کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ جن لوگوں سے کسی خاص میعاد کا معاہدہ تھا اور وہ لوگ اس معاہدہ پر قائم رہے تو ان کی میعاد معاہدہ پوری کر کے اور باقیوں کو کچھ کچھ مہلت دے کر سال بھر کے اندر اس تجویز کی تکمیل پیش نظر تھی۔ (معارف القرآن)

پیار بھری نصیحت

اے ایمان والو! مشرک لوگ ناپاک ہیں۔ اس سال کے بعد ان کو مسجد حرام کے پاس نہ آنے دینا اور مفلسی کا اندیشہ نہ کرنا اور خدا تم کو اپنے فضل سے اگر چاہے گا محتاج نہ رکھے گا۔ (درس قرآن: 2/566)

دعا

یا اللہ! آپ سرزمین عرب سے کفار و مشرکین کے زور اور طاقت کو ختم فرما کر اہل اسلام کو غلبہ، عزت اور شوکت عطا فرما دے۔
یا اللہ! ان گناہوں کی بھی معافی چاہتے ہیں جن کی وجہ سے دعاؤں کے قبول ہونے سے محروم ہو گئے۔ روزی کی برکت اور خیر نہ رہی۔ ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔
یا اللہ! جن گناہوں کے سبب لاغری آتی ہے اور نقاہت چھا جاتی ہے بروز قیامت حسرت و ندامت ہوگی ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔ آمین! (درس قرآن: 2/567)

احبار و رہبان کی مذمت

52۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّھْبَانِ لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَ الْفِضَّۃَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ.

(سورۃ التوبۃ:34)

''اے ایمان والو! اہل کتاب کے اکثر علماء اور مشائخ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ان کو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجیے۔'' (ریاض القرآن:193)

شانِ نزول

یہ آیت علماء اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگوں سے رشوت لیتے تھے یعنی اپنے متبعین سے کھانے پینے کی اشیاء لیا کرتے تھے۔

حضرت زید بن وہبؒ کہتے ہیں کہ میرا مقام ربذہ سے گزر ہوا تو میری ملاقات حضرت ابوذرؓ سے ہوئی۔ میں نے دریافت کیا کہ آپ نے یہاں کیسے قیام کو پسند کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ میں ملک شام میں تھا تو میرا حضرت معاویہؓ سے آیت مذکورہ کے بارے میں اختلاف ہوا، حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ یہ آیت (صرف) اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ ہمارے اور ان کے سب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ ہمارے درمیان بحث چل پڑی، انہوں نے میری شکایت کا ایک خط حضرت عثمانؓ کو لکھا۔

حضرت عثمانؓ کا فرمان میرے نام آیا کہ تم یہاں مدینہ میں چلے آؤ، جب میں مدینہ میں آیا تو چاروں طرف سے لوگوں نے مجھے گھیر لیا، اتنا ازدحام ہوا گویا اس سے پہلے مجھے لوگوں نے دیکھا ہی نہ تھا، آخر میں نے حضرت عثمانؓ کو شکوہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم یہاں کسی قریب جگہ میں چلے جاؤ، اسی لیے میں نے یہاں قیام کو پسند کیا، اگر کسی حبشی کو میرا امیر بنا دیتے تو میں بسر و چشم قبول

کرتا۔(رواہ بخاری عن قیس) مفسرین کا اس بارے میں اختلاف ہے،بعض کے نزدیک یہ آیت اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔امام سدیؒ کہتے ہیں کہ یہ آیت اہل قبلہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام ضحاکؒ کہتے ہیں کہ یہ آیت عام ہے،اہل کتاب اور مسلمانوں سب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت عطاء بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت سے مؤمنین مراد ہیں۔

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''سونے اور چاندی کے لیے ہلاکت ہو۔'' صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! پھر ہم کون سامال جمع کیا کریں؟ فرمایا کہ ''شکر کرنے والا دل،ذکر کرنے والی زبان اور نیک بیوی۔''(آیات قرآنی کے شان نزول:261 262)

تفسیر

یہود و نصاریٰ کا ذکر گزشتہ آیات سے ہوتا چلا آرہا ہے۔یہود کے علماء کو احبار اور نصاریٰ کے عابدوں کو رہبان کہتے ہیں۔

اب ان احبار اور رہبان کی بعض حالتیں جن سے عوام میں گمراہی پھیلتی تھی بیان کی جاتی ہیں کہ ان کی بھی حالت عجیب ہے کہ بظاہر مذہبی پیشوا، درویش، تارک الدنیا بنے بیٹھے ہیں مگر باطن میں عجب خباثت بھری ہے۔ان میں سے اکثر کی یہ حالت ہے کہ طرح طرح سے لوگوں کا مال مارتے اور اس کو جمع کرتے ہیں۔تحفہ اور نذرانہ کے بہانے سے لوگوں سے رشوتیں لیتے ہیں اور روپیہ لے کر کتاب الٰہی اور احکام میں تحریف کرتے ہیں۔احکام اور اخبار شرعیہ کو بدل ڈالتے ہیں۔ادھر عوام الناس نے انہیں خدا کا مرتبہ دے رکھا ہے جو کچھ غلط سلط کہہ دیں،وہ ہی ان کے نزدیک حجت ہے۔اس طرح یہ احبار اور رہبان نذرانے وصول کرنے اور اپنی سیادت و ریاست قائم رکھنے کے لیے عوام کو مکر و فریب کے جال میں پھنسا کر راہ حق یعنی دین اسلام سے روکتے رہتے ہیں کیونکہ عوام اگر ان کے جال سے نکل جائیں اور دین حق اختیار کرلیں تو ان کی ساری آمدنی بند ہوجائے۔یہ حال مسلمانوں کو خطاب کر کے سنایا جارہا ہے تاکہ متنبہ ہوجائیں کہ امتوں کی خرابی و تباہی کا بڑا سبب تین جماعتوں کا خراب اور بے راہ ہونا اور اپنے فرائض کو چھوڑ دینا ہے۔(درس قرآن:2/576)

زکوٰۃ نہ دینے والے مالداروں کا انجام

علماء و مشائخ اور اغنیاء یعنی مالدار لوگ۔ان میں سے دو کا تو ذکر ہو چکا ہے یعنی احبار اور رہبان کا۔تیسری جماعت یعنی اغنیاء اور مالدار لوگوں کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ دولت اکٹھی کریں خواہ حلال طریقہ سے ہو۔مگر خدا کے راستے میں خرچ نہ کریں مثلاً زکوٰۃ نہ دیں،حقوق واجبہ نہ نکالیں،جہاد کے موقع پر مجاہدین اور سامان جہاد پر خرچ نہ کریں تو ان کی یہ سزا ہے کہ ان کے سونے

چاندی کو اول دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس تپائے ہوئے سونے چاندی سے ان کے بدن کو تپایا جائے گا۔ بخیل دولت مند سے جب خدا کے راستے میں خرچ کرنے کو کہا جائے تو اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں زیادہ کہو تو اعراض کر کے ادھر سے پہلو بدل لیتا ہے۔

اگر اس پر بھی جان نہ بچی تو پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے۔ اس لیے سونا چاندی تپا کر انہی تین موقعوں یعنی پیشانی، پہلو، پیٹھ پر داغ دیے جائیں گے تا کہ اس کے جمع کرنے اور گاڑنے کا مزہ چکھ لے۔ اور داغ دیتے وقت اس ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی خزانہ تو ہے جو تم نے اپنے نفع کے لیے جمع کر رکھا تھا اور خدا کا حق ادا نہ کرنے کی وجہ سے آج تمہارے لیے باعث عذاب بنا۔

(درس قرآن: 2/577)

مسلمانوں کے لیے عبرت وتنبیہ

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات کا مضمون مومنین کو خطاب کر کے اس لیے بتایا کہ یہ متنبہ ہوں اور ایسے کام نہ کر دیں اور ایسے علماء ومشائخ سے پرہیز کریں جو حرص وطمع میں گرفتار ہیں۔ یہاں سونا چاندی کے جمع کرنے اور اس کو راہ خدا میں خرچ نہ کرنے پر عذاب کی خبر سنائی گئی ہے۔ اس بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

بعض کا قول ہے کہ اس سے یہودی اور عیسائی مذہبی پیشوا علماء ومشائخ ہی مراد ہیں۔ جن کا تذکرہ متصل آیات میں ہوتا چلا آیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے زکوٰۃ نہ دینے والے مسلمان مراد ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض مسلمانوں پر بہت دشوار گزری۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہو کر مسلمانوں کی حالت کا تذکرہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تم پر زکوٰۃ اسی لیے فرض کی ہے کہ اس کو نکال کر بقیہ مال کو پاک رکھو۔ تیسرا قول حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا ہے کہ یہ آیات اہل کتاب اور اہل اسلام دونوں کے حق میں نازل ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب

الغرض شریعت اسلامیہ کا حکم یہ ہے کہ مال اپنی ذات میں کوئی بری چیز نہیں بلکہ بہت سی نیکیوں کا ذریعہ ہے خواہ وہ ارب ہا ارب کیوں نہ ہو۔ شریعت نے نہ ذاتی ملکیت کو ممنوع قرار دیا ہے اور نہ اس کی کوئی حد مقرر کی ہے۔ البتہ اس میں حقوق واجب کیے ہیں۔ حقوق واجبہ کے ادا کر دینے کے بعد مال و دولت کی مضرت ختم ہو جاتی ہے اور اس کی منفعت باقی رہ جاتی ہے۔ یہ حکم عام ہے۔ الغرض یہاں ان آیات سے اور دیگر احادیث سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے استدلال کیا کہ سونے اور چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے۔ (درس قرآن: 2/577)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھری نصیحت فرمائی کہ اے ایمان والو! اکثر احبار اور رہبان لوگوں کے مال نامشروع طریقے سے کھاتے ہیں، اللہ کی راہ سے باز رکھتے ہیں اور مال جمع کر کے رکھتے ہیں اور خرچ نہیں کرتے تو ان کے لیے دردناک سزا تجویز کی گئی ہے۔ (درس قرآن: 2/576)

(سو تمہیں بھی میرے پیارے بندو! ان بری عادات وخصائل سے خود کو بچا کے رکھنا ہے)

دعا

یا اللہ! یہود و نصاری کے احبار و رہبان کی مذمت ہمارے علمائے اسلام کے لیے بھی باعث عبرت و نصیحت ہو اور حرص و طمع کی لالچ سے ان کو بچنا نصیب ہو۔ یا اللہ! جو گناہ باعث تنگی رزق ہوں، باعث مانع خیر و برکت ہوں، باعث محرومی حلاوت عبادت ہوں سب معاف فرمادے۔ آمین (درس قرآن: 2/577)

جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب

53۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ (سورۃ التوبۃ:38)

''اے ایمان والو! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین سے لگ جاتے ہو، کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے، آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کا سامان تو بہت تھوڑا ہے۔''

(ریاض القرآن:194)

شانِ نزول

اس آیت میں مبارکہ میں مسلمانوں کو غزوہ تبوک پر جانے کے لیے آمادہ کیا جا رہا ہے۔ وجہ یہ ہوئی کہ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف اور غزوہ حنین سے واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل روم سے جہاد کرنے کا حکم دیا، اس وقت زمانہ بڑی تنگ دستی اور قحط سالی کا تھا، گرمی بھی شدید تھی، فصلیں تیار تھیں۔ اس لیے لوگوں کو رومیوں سے جہاد کرنا دشوار گزار محسوس ہوا اور انہوں نے چاہا کہ وہ گھروں میں ہی رہیں اور اپنے اموال کی دیکھ بھال میں لگے رہیں۔ جہاد کے لیے نکلنا شاق محسوس ہوا تو جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ لوگ زیرِ بار ہو رہے ہیں اور سستی دکھا رہے ہیں تو مذکورہ آیت کا نزول فرما دیا۔ (آیات مبارکہ کے شان نزول:262)

تفسیر

آیتِ مبارکہ کی تفصیل جاننے کے لیے پہلے واقعہ تبوک کے بارے میں جان لیتے ہیں۔

غزوۂ تبوک کا واقعہ

تبوک ملک شام میں ایک مقام ہے جو مدینہ کے شمال میں سرحد شام پر واقع ہے۔ شام اس وقت عیسائیوں کی رومن سلطنت کا ایک صوبہ تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ اور غزوۂ حنین وغیرہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ روم کا نصرانی بادشاہ مدینہ پر فوج کشی کرنا چاہتا ہے اور وہ فوج تبوک میں اس کی عملداری کے حدود میں ہے جمع کی جاوے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی مقابلہ کے لیے سفر کا ارادہ فرمایا اور مسلمانوں میں اس کا اعلان عام فرما دیا۔ 30 ہزار کی جمعیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جمع ہوگئی تاہم اب مقابلہ کسی قبیلہ سے نہیں بلکہ ایک باضابطہ قواعد دان شاہی فوج سے کرنا تھا پھر وہ موسم بھی شدید گرمی کا تھا۔ کھجوروں کے پکنے اور توڑنے کا زمانہ قریب تھا اور سفر خاصا دور دراز کا۔ اس لیے اس غزوہ میں جانا بڑی ہمت کا کام تھا۔ اس لیے ان آیات میں اس کی بہت ترغیب دی گئی ہے۔ اور چونکہ منافقین بوجہ عدم ایمان وعدم اخلاص کے اس میں شرکت سے طرح طرح کے بہانے پیش لائے اور ان کی طرح طرح سے خباثتیں ظاہر ہوئیں۔ اس لیے ان پر بھی تشنیع ہوئی ہے۔

ایسی مشکل میں مومنین مخلصین کے سوا کس کا حوصلہ تھا کہ جانبازانہ قدم اٹھا سکتا۔ بعض مسلمان بھی ایسے سخت وقت میں اس طویل اور پُر مشقت سفر سے ہچکچا رہے تھے لیکن اس ساری سختی، مشکلات اور تکالیف کے باوجود شرکت جہاد سے باز رہنے والوں کی مجموعی تعداد برائے نام تھی۔

بھاری اکثریت انہی مسلمانوں کی تھی جو اپنے سارے منافع و راحت کو قربان کر کے اللہ کی راہ میں ہر طرح کی مشقت برداشت کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اسی لیے اس جہاد میں اسلامی لشکر کی تعداد 30 ہزار تھی جو اس سے پہلے کسی جہاد میں نہ تھی بہر حال 30 ہزار سرفروش مجاہدین کا لشکر جرار لے کر حدود شام کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہو گئے۔ لشکر نصاریٰ کو جن کی تعداد دو لاکھ بتائی جاتی ہے، جب لشکر اسلام کی اس مستعدی کی خبر ملی تو خود ہی ان کے حوصلہ پست ہو گئے اور ان کی ہمت فوج کشی کی نہ ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام تبوک میں ڈیرے ڈال دیے اور بیس دن وہاں قیام فرمایا۔ قیصر روم نے اپنی فوجیں ہٹا لیں اور اس طرح جو اخلاقی فتح حاصل ہوئی اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کافی سمجھا اور سلطنت روم اور دارالسلام کے درمیان جو چھوٹی چھوٹی ریاستیں واقع تھیں اور اب تک رومیوں کے زیر اثر رہی تھیں وہ فوجی دباؤ سے سلطنت اسلامی کی باجگزار بن گئیں۔ جن عرب قبائل کو رومی اب تک عرب کے خلاف استعمال کرتے تھے اب ان کا بیشتر حصہ رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا معاون بن گیا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے غالب و منصور واپس تشریف لائے اور خدا نے بڑی بڑی سلطنتوں پر اسلام کی دھاک بٹھلا دی تو منافقین مدینہ بڑے شرمندہ ہوئے۔ نیز چند سچے مسلمان جو مخلص سستی اور کسل کی بناء پر غزوہ تبوک میں شامل نہ ہوئے تھے، بے حد نادم اور حسرت زدہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں تمام ملک شام فتح ہوا۔

غزوۂ تبوک رجب 9 ہجری میں ہوا۔

غزوۂ تبوک کے متعلق مختلف لوگوں کی حالتیں

یہاں سے سورۃ کے اخیر آیات تک غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس غزوہ کے متعلق لوگوں کی کئی حالتیں ہوگئی تھیں۔

اول جو بلا تردد ساتھ ہو لیے۔

دوم جو بعد تردد ساتھ ہو لیے۔

سوم جو عذر کی وجہ سے نہ جا سکے۔

چہارم وہ مومنین جو باوجود عذر نہ ہونے کے محض سستی کے سبب نہ جا سکے۔

پنجم اکثر منافقین جو باوجود عذر نہ ہونے کے نفاق کے سبب نہیں گئے۔ آیات کثیرہ میں ان ہی کا ذکر ہے۔

ششم بعض منافقین جو بقصد تجسس وشرارت ساتھ ہو لیے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کا ذکر ختم سورۃ تک کہیں کہیں آیا ہے۔

مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب

ان آیات میں مسلمانوں کو خطاب کر کے بڑی شدت سے جہاد کی طرف ابھارا جاتا ہے۔ اور بتلایا ہے کہ تھوڑے سے عیش و آرام میں پھنس کر جہاد کو چھوڑنا گویا بلندی سے پستی کی طرف گر جانے کے مترادف ہے۔ مومن صادق کی نظر میں دنیا کے عیش و آرام اور مال و دولت کی آخرت کے مقابلے میں کوئی وقعت نہ ہونی چاہیے۔ چنانچہ حدیث میں بھی ہے کہ اگر خدا کے نزدیک دنیا کی وقعت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا۔

پھر آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ خدا کا کام کسی پر منحصر اور موقوف نہیں۔ تم اگر سستی کرو گے تو وہ اپنی قدرت کاملہ سے کسی دوسری قوم کو دین حق کی خدمت کے لیے کھڑا کر دے گا اور تم اس سعادت سے محروم رہو گے جو تمہارے ہی نقصان کا باعث ہے۔ درحقیقت یہ تو خدا کا فضل واحسان ہے کہ وہ تمہیں اپنے دین کی خدمت کا موقع دے رہا ہے۔ (درس قرآن:581/2)

سستی وکاہلی کے اثرات اور اس کا علاج

ان آیات میں بظاہر اس چوتھی جماعت کا ذکر ہے جو بغیر کسی صحیح اور قوی عذر کے محض اپنی سستی کی بناء پر شریک جہاد نہ ہو سکے تھے۔ ان کو اس سستی کا سبب اور پھر اس کا علاج بھی تعلیم فرمایا گیا۔

مرض کا جو سبب اور علاج اس جگہ بیان فرمایا گیا ہے اگرچہ اس جگہ اس کا تعلق ایک خاص واقعہ سے تھا لیکن اگر غور کیا جائے تو

ثابت ہوگا کہ دین کے معاملے میں ہر کوتاہی، سستی اور غفلت اور تمام جرائم اور گناہوں کا اصلی سبب یہی دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت ہے۔

اس لیے حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "حب الدنیا رأس کل خطیئة" یعنی دنیا کی محبت ہر خطا و گناہ کی بنیاد ہے۔ اسی لیے آیت مذکورہ میں فرمایا گیا کہ "اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوگیا کہ جب تمہیں اللہ کے راستے میں نکلنے کا کہا جاتا ہے تو تم زمین کو لگتے جاتے ہو (حرکت کرنا نہیں چاہتے) کیا تم آخرت کے بدلے صرف دنیا کی زندگی پر منحصر ہو گئے"

تشخیص مرض کے بعد اس کا علاج اگلے جملہ میں اس طرح ارشاد ہوا کہ "دنیوی زندگی سے نفع اٹھانا تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل اور حقیر ہے"، جس کا حاصل یہ ہے کہ بڑی فکر آخرت کی دائمی زندگی کی ہونی چاہیے۔ اور یہ فکر آخرت ہی درحقیقت سارے امراض کا واحد اور مکمل علاج ہے اور انسداد جرائم کے لیے بے نظیر نسخہ اکسیر ہے۔

عقائد اسلام کی بنیادی باتیں

عقائدِ اسلام کی بنیادی باتیں تین ہیں: توحید، رسالت اور آخرت

ان میں عقیدہ آخرت درحقیقت اصلاح عمل کی روح اور جرائم اور گناہوں کے آگے ایک آہنی دیوار ہے۔ اگر غور کیا جائے تو واضح طور پر معلوم ہوگا کہ دنیا میں امن وسکون اس عقیدہ کے بغیر قائم ہی نہیں ہوسکتا۔ آج کی دنیا میں مادی ترقیات اپنے شباب کو پہنچی ہوئی ہیں۔ جرائم کے انسداد کے لیے بھی کسی ملک اور قوم میں مادی تدبیروں کی کوئی کمی نہیں۔ قانون کی جکڑ بندی اور اس کے لیے انتظامی مشینری روز بروز ترقی پر ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی آنکھوں دیکھا حال ہے کہ جرائم ہر جگہ اور ہر قوم میں روز بروز ترقی ہی پر ہے۔

ہماری نظر میں اس کی وجہ اس کے سوا نہیں کہ مرض کی تشخیص اور علاج کا رخ صحیح نہیں ہے۔

مرض کا سوچشمہ مادہ پرستی اور مادیات میں انہماک اور آخرت سے غفلت اور اعراض ہے اور اس کا واحد علاج ذکر اللہ اور آخرت کی فکر ہے۔ جس وقت اور جس جگہ بھی دنیا میں اس اکسیری نسخہ کو استعمال کیا گیا پوری قوم اور اس کا معاشرہ صحیح انسانیت کی تصویر بن کر فرشتوں کے لیے قابل رشک ہوگیا۔

عہد رسالت اور عہدہ صحابہ کرامؓ کا مشاہدہ اس کے لیے کافی دلیل ہے۔ آج کی دنیا جرائم کا انسداد تو چاہتی ہے مگر خدا اور آخرت سے غافل ہوکر چاہتی ہے۔ اور قدم قدم پر ایسے سامان جمع کرتی ہے جس میں رہ کر خدا اور آخرت کی طرف دھیان بھی نہ آئے تو اس کا لازمی نتیجہ وہی ہے جو آنکھوں کے سامنے آرہا ہے کہ بہتر سے بہتر قانون اور قانونی مشینریاں سب فیل نظر آتی ہیں۔ جرائم اپنی جگہ نہ صرف موجود بلکہ روز بروز طوفانی رفتار سے بڑھ رہے ہیں۔ کاش ایک مرتبہ عقلائے دنیا اس قرآنی نسخہ کو استعمال

کر کے دیکھیں تو انہیں معلوم ہو کہ کس قدر آسانی کے ساتھ جرائم پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

آگے دوسری آیات میں سستی اور کاہلی برتنے والوں کو ان کے مرض اور علاج پر متنبہ کرنے کے بعد آخری فیصلہ یہ بھی سنا دیا کہ ''اگر تم جہاد کے لیے نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دیں گے اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو کھڑا کر دیں گے، اور دین پر عمل نہ کرنے سے تم اللہ کو یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

(درس قرآن:2/582)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھری نصیحت فرمائی مسلمانوں کو خطاب کر کے بڑی شدت سے جہاد کی طرف ابھارا جاتا ہے اور بتلایا ہے کہ تھوڑے سے عیش و آرام میں پھنس کر جہاد کو چھوڑنا گویا بلندی سے پستی کی طرف گر جانے کے مترادف ہے۔

(درس قرآن:2/581)

دعا

یا اللہ! ہم کو اور ہماری پوری قوم کو جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ صادق عطا فرما۔ یا اللہ! دین کے مقابلے میں دنیا کی اہمیت کو ہماری نظروں میں ہیچ کر دے۔ یا اللہ! آخرت کی فکر ہمارے دلوں میں ایسی بٹھا دے کہ ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے رک جائیں۔ یا اللہ! ہمیں دین کی خدمت کے لیے محض اپنے فضل و احسان سے قبول فرما۔ آمین! (درس قرآن:2/582)

صادقین کی معیت اختیار کرنے کی تلقین

54۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (سورۃ التوبۃ:119)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔'' (ریاض القرآن:207)

پسِ منظر

گزشتہ آیت میں غزوۂ تبوک سے غیر حاضری کے سلسلے میں تین حضرات صحابہ کرامؓ یعنی کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیہ، حضرت مرارہ بن ربیع کے واقعہ کی طرف اشارہ تھا اور ان حضرات کی قبولیت توبہ کا بیان ہوا تھا۔

ان حضرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں سچ بولنے اور کوئی حیلہ وعذر پیش نہ کرنے کے سبب پچاس دن کی سختی تو ضرور برداشت کرنی پڑی مگر توبہ مقبول ہوئی۔ ان حضرات کے واقعہ سے جو نصیحت و سبق تمام مسلمانوں کو دینا منظور ہے وہ اس مختصر سی آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ (درس قرآن:3/32)

تفسیر

مذکورہ آیت میں تمام ایمان والوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے ایمان والو! تم کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور عقاب سے ڈرو اور ہمیشہ ان لوگوں کی جماعت میں شامل رہو جنہوں نے خلوص اور سچائی کو اختیار کیا اور اپنے طرز عمل سے ان سے جدا نہ ہونا جیسا کہ تم میں سے اس جہاد میں بعض لوگوں نے غلطی سے ایسا کیا۔ گویا تقویٰ، صدق و اخلاص اختیار کرنے اور صادقین کی معیت کا حکم عامۃ المسلمین کو دیا جا رہا ہے کہ سچ بولنا، سچوں کے ساتھ شامل ہونا اور ہر وقت اور ہر حال میں صداقت کا اظہار کرنا قول و عمل نشست و برخاست خواب و بیداری حرکت و سکون ہر چیز میں ہر حال میں صداقت کو ترک نہ کرنا۔

صحبت و مجلس کا اثر

یہاں آیت میں دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے ایک تو اختیار تقویٰ، دوسرے صادقین کی معیت و رفاقت۔ انسان کا خاصہ ہے کہ

اچھے سے اچھے نظریات اس پر کم اثر انداز ہوتے ہیں لیکن معمولی سے معمولی صحبت اس کو اپنا لیا کرتی ہیں۔قرآن حکیم نے اسی فطرتی اصول سے انسانی کردار کی رہنمائی فرمائی اور تلقین فرمائی کہ اگر تم تقویٰ اور پرہیز گاری کی دولت کے خواہش مند ہو تو پرہیز گار اور متقی لوگوں کی صحبت اور ان کی رفاقت اختیار کرلو تم بھی سچے اور متقی بن جاؤ گے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جھوٹ نہ سنجیدگی کے طور پر بول سکتے ہو نہ دل لگی کے طور پر، سند چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو۔ پھر فرمایا کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ کوئی بھی اس حکم سے مستثنیٰ ہوسکتا ہے۔

اس جگہ قرآن حکیم نے متقی علماء وصلحاء کے بجائے صادقین کا لفظ اختیار فرما کر متقی عالم وصالح کی پہچان بھی بتلادی کہ متقی وصالح صرف وہی شخص ہوسکتا ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو۔نیت اور ارادے کا بھی سچا ہو،قول وفعل کا بھی سچا ہو۔

نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان کے بعد تقویٰ ضروری ہے اور پھر صادقین کی معیت یعنی صحبت بھی ضروری ہے کیونکہ کوئی کمال بغیر اس کمال کے کامل کی صحبت کے حاصل نہیں ہوتا۔مثلاً کمال علم کے لیے محض مطالعہ کتب کافی نہیں بلکہ کسی عالم کی صحبت میں اور خدمت میں رہ کر علم حاصل کرنا ضروری ہے۔یہی حال ہر علم وفن کا ہے۔صحبت ومرافقت کا اثر تمام عقلاء کے نزدیک مسلم ہے۔

انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ اس میں چوری کا مادہ ہوتا ہے۔ایک ساتھی کی طبیعت دوسرے ساتھی کے اخلاق و عادات کو چراتی ہیں۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جہاں اس آیت میں صادقین کی معیت ورفاقت کا حکم دیا وہیں ساتویں پارہ سورہ انعام میں ظالموں اور فاسقوں سے دوستی اور ان کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا۔ارشاد ہے: فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ تاکہ ظلم اور فسق کے جراثیم اس تک متعدی نہ ہوں۔(درس قرآن:3/32)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھرے انداز میں خطاب فرمایا کہ اے ایمان والو! تم کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور عقاب سے ڈرو اور ہمیشہ ان لوگوں کی جماعت میں شامل رہو جنہوں نے خلوص اور سچائی کو اختیار کیا۔

دعا

یا اللہ! ہمارے دلوں میں بھی کفار سے جہاد کا سچا عزم نصیب فرما اور ساتھ ہی دین کا علم حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرما اور یا اللہ! جو کچھ ہم کو دین کا علم حاصل ہوا اس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! جملہ فرائض وواجبات میں ہم کو شرعی آداب ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرما اور ہم میں سے ہر ایک کو دین کی خدمت کا کوئی نہ کوئی حصہ نصیب فرما۔ آمین!(درس قرآن:2/36)

جہاد کی ترتیب کا ذکر

55۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَ اعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (سورۃ التوبۃ:123)

''اے ایمان والو! ان کافروں سے جنگ کرو جو تمہارے آس پاس ہیں اور چاہیے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں، اور جان لو کہ اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (ریاض القرآن:208)

ربط

گزشتہ آیت میں بتایا گیا کہ جہاد فی نفسہ فرض کفایہ ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ کچھ لوگ اس فریضہ کو انجام دیں اور کچھ لوگ اجتماعی تقسیم کار کے اصول پر دین کے دوسرے کاموں مثلاً دینی احکام کی تعلیم و تعلم وغیرہ میں لگیں۔ اب اس آیت میں جہاد کی ترتیب کا ذکر ہے۔ (درس قرآن:37/3)

تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ کفار میں سے جو لوگ تم سے قریب ہوں پہلے جہاد ان سے کیا جائے۔ قریب ہونا مقام کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے کہ جائے سکونت سے جو قریب رہنے والے کفار ہیں وہ جہاد میں مقدم کیے جاویں اور رشتہ، نسب اور تعلقات کے اعتبار سے بھی جو قریب ہوں وہ دوسروں سے مقدم کیے جاویں کیونکہ اسلامی جہاد درحقیقت انہی کی خیر خواہی کے تقاضہ سے ہے اور خیر خواہی و ہمدردی میں رشتہ داروں اور تعلقات والے مقدم ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ یعنی ''اپنے قریبی عزیزوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں''

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تعمیل فرمائی اور سب سے پہلے اپنے خاندان کے لوگوں کو جمع کر کے کلمہ حق پہنچایا۔

(معارف القرآن:494/4)

جہاد کی ترتیب

اس آیت میں جہاد کی ترتیب کا ذکر ہے کہ اول جہاد ان کفار سے ہونا چاہیے جو مسلمانوں سے قریب تر ہوں بعدہ ان کے قریب رہنے والوں سے۔اسی طرح درجہ بدرجہ حلقہ جہاد کو وسیع کرنا چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین کے جہاد اسی ترتیب سے ہوئے۔''دفاعی جہاد'' میں بھی فقہاء نے یہی ترتیب رکھی ہے کہ جس اسلامی ملک پر کفار حملہ آور ہوں وہاں کے مسلمانوں پر دفاع واجب ہے اگر وہ کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے متصل رہنے والے مسلمانوں پر، وہ کافی نہ ہوں تو پھر جو مسلمان ان سے متصل ہیں۔اسی طرح اگر ضرورت پڑے تو درجہ بدرجہ مشرق سے مغرب تک جہاد فرض ہوجاتا چلا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ کے اندر و باہر کچھ لوگ مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کی انتہائی کوشش کرتے تھے۔مدینہ کے یہودی اور دوسرے کفار ہر وقت مسلمانوں کی بیخ کنی کی تدبیروں میں سرگرم رہتے تھے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو حکم ہوا کہ اسلام کے خلاف سازشوں کی بیخ کنی کرو اور کافروں سے قتال کرو اور جہاد میں ابتدا ان لوگوں سے ہونی چاہیے جو قریب ترین رہنے والے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی آیت کے موافق کفار سے جہاد کیا۔چنانچہ اول مشرکین عرب سے قتال کیا اور پھر بنی قریظہ اور بنی نضیر اور خیبر کے یہود سے قتال کیا جو مدینہ کے اردگرد رہتے تھے۔پھر جب ان سے فارغ ہوئے تو شام کا قصد کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کے خلفائے راشدین ؓ نے بھی اسی پر عمل کیا۔عرب سے فارغ ہوکر ملک شام، روم، عراق، فارس، مصر وغیرہ ممالک کو فتح کیا اور کفر کی بستیوں میں اسلام کا جھنڈا بلند فرمایا۔

مومن مجاہد کی شان

پھر آیت میں مومن مجاہد کی شان بتلائی کہ دشمنان دین و خدا کے معاملے میں سخت و شدید ہونا چاہیے تاکہ نرمی اور ڈھیلا پن دیکھ کر دشمن جری نہ ہوجائے۔گویا موجودہ جنگی اصطلاح میں ملت کو ایک مستقل نظم بندی کی حالت میں رہنا چاہیے یعنی اہل ایمان ہمیشہ اپنی جگہ پر مضبوط، آمادہ جہاد، مستعد اور کیل کانٹے سے لیس رہیں تاکہ دشمن کی ہمت ہی نظر بد ڈالنے کی نہ پڑے۔

جہاد کی بنیاد تقویٰ

آیت کے آخر میں فرمایا کہ'' جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہیں''اور یہ فرمایا کر متنبہ کیا کہ جہاد و قتال کی بنیاد تقویٰ ہی پر ہونی چاہیے۔اس طرح اہل ایمان کو جہاد و قتال میں ایک طرف اخلاص کامل کی تعلیم دے دی اور طمع مال اور حصول شہرت وغیرہ

کے راستے بند کر دیے تو دوسری طرف ان کا علاقہ اللہ تعالیٰ سے جوڑ کر یہ بتلا دیا کہ تمہیں اب دشمنوں سے خوف و ہراس کی کیا بات ہے؟ کفار کی کثرت، ان کے اسلحہ جنگ کی بہتات اور قوت وشوکت کی فراوانی سے اندیشہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری نصرت کے لیے ہر قوی سے قوی تر ناصر و حافظ موجود ہے۔

مفسر ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ جن مسلمان سلاطین نے یہ تقویٰ کی شرط پوری کی اور احکام شریعت پر عمل جاری رکھا ان کے زمانہ میں فتوحات بھی برابر ہوتی رہیں اور جوں جوں وہ شرائط وتقویٰ سے ہٹ گئے فتح مندی بھی ان سے کنارہ کرتی گئی۔

(درس قرآن:3/37)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے محبت بھرا خطاب فرمایا کہ اے اہل ایمان! اول جہاد ان کفار سے ہونا چاہیے جو مسلمانوں سے قریب تر ہوں بعدہ ان کے قریب رہنے والوں سے۔ اسی طرح درجہ بدرجہ حلقہ جہاد کو وسیع کرنا چاہیے۔

اور مومن کو اپنی شان کا لحاظ کرتے ہوئے دشمنان دین وخدا کے معاملہ میں سخت وشدید ہونا چاہیے اور جہاد وقتال کی بنیاد تقویٰ پر ہونی چاہیے۔ (درس قرآن:3/37)

دعا

یا اللہ! دین کے لیے ہم نے محنت کرنا اور سختیاں اٹھانا چھوڑ دیا اور آرام طلبی اور تن آسانی میں پڑ گئے اور دنیا کے عیش وراحت کو مقدم کرلیا۔ اسی وجہ سے ہم میں جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ صادقہ جاتا رہا۔

یا اللہ! صحابہ کرامؓ کے طفیل سے جنہوں نے دین کی نصرت وحمایت میں ہر طرح کی جانی و مالی قربانیاں پیش کیں ہم کو بھی دین کے دشمنوں سے مقابلہ ومقاتلہ کی سعادت عطا فرما۔ آمین (درس قرآن:3/34)

اعمالِ خیر، خصوصاً نماز کی ترغیب

56۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورۃ الحج:77)

''اے ایمان والو!تم رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے رب کی عبادت کیا کرو اور نیک کام کیا کرو، امید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔'' (ریاض القرآن:342)

پسِ منظر

یہ آیت مبارکہ اس سورت کی آخری آیات میں سے ہے۔گزشتہ آیات میں ایمان واسلام کے بڑے اور خصوصی اصول یعنی توحید ورسالت کا اثبات، قیامت وحشر ونشر کا واقع ہونا، اس زندگی کے اعمال کے مطابق آخرت میں جزا وسزا کا ملنا۔ پھر ہر ایک کے متعلق منکرین کے شبہات ومجادلات کا جواب مذکور ہو چکا تو اب خاتمہ پر اہل ایمان سے خطاب ہوتا ہے۔

(درس قرآن:4/275)

تفسیر

درج بالا آیت مبارکہ میں اہل ایمان سے خطاب ہوتا ہے اور شریعت اسلامیہ کی برتری ظاہر فرما کر اہل اسلام کو ضروری ہدایات وتعلیم دی جاتی ہے، اس امت کے فرائض یاد دلائے جاتے ہیں اور اخیر میں اہل ایمان کو ذات باری تعالیٰ پر بھروسہ کرنے اور اس کی نصرت وامانت طلب کرنے کی ترغیب وتعلیم دے کر سورت کو ختم فرمایا گیا ہے۔

گزشتہ سے جو مضمون بیان ہوتا آ رہا تھا اس کا لب لباب اور خلاصہ یہی تھا کہ اللہ عزوجل سے بڑھ کر انسان کا مربی اور ہادی کون ہو سکتا ہے؟ اسی کی ذات کو کمال علم، کمال قوت اور کمال قدرت حاصل ہے اس لیے اس کی ذات کو پہچاننے، اس پر ایمان لانے اور دل وجان سے اسی کی طرف جھکنے کی ہدایت فرمائی گئی تھی اور منکرین ومشرکین کو تنبیہ کی گئی تھی کہ اگر وہ سرکشی اور شرک وکفر پر قائم رہے تو اپنا

ہی سب کچھ بگاڑیں گے اور دائمی عذاب سے واسطہ پڑے گا، جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ مشرکین کے عقائد واعمال اچھی طرح ردو بطلان فرما کر اب اخیر میں مومنین کو مخاطب فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ تم اکیلے اپنے رب کی بندگی پر لگے رہو، اسی کے آگے جھکو، اسی کے آگے پیشانی ٹیکو اور اسی کے لیے دوسرے بھلائی کے کام کرو تا کہ دنیا اور آخرت میں تمہیں فلاح نصیب ہو۔ تو قبول اسلام کے بعد یہاں سب سے پہلے نماز، پھر دوسری عبادتیں اور پھر اور نیکیاں کرنے کا حکم دیا گیا اور اس پر وعدہ دین و دنیا کی بھلائی کا فرمایا گیا۔ اور چونکہ بغیر کسی تصریح اور قید کے فرمایا گیا ہیں اس لیے مفسرین نے اس سے دنیا و آخرت دونوں جہان کی بھلائی اور فلاح مراد لیا ہے۔ آگے ہدایت کی جاتی ہے کہ اللہ کے احکام بجالانے اور دین کے کاموں میں سستی اور بے دلی کو دخل نہ دو بلکہ ہر کام اللہ کا کام سمجھ کر پوری مستعدی، توجہ اور استحضار قلب اور اخلاص نیت کے ساتھ ہو۔ (درس قرآن:4/275)

سورۂ حج کا سجدۂ تلاوت

سورۂ حج میں ایک آیت تو پہلے گزر چکی ہے جس پر سجدۂ تلاوت کرنا بالاتفاق واجب ہے۔
آیت مذکورہ پر سجدۂ تلاوت کے وجوب میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے:

عندالاحناف

امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، سفیان ثوریؒ کے نزدیک اس آیت پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں کیونکہ اس میں سجدہ کا ذکر رکوع وغیرہ کے ساتھ آیا ہے جس سے نماز کا سجدہ مراد ہونا ظاہر ہے۔
اس آیت کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ سجدۂ نماز مراد ہے اس کی تلاوت کرنے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

عندالشافعیؒ

امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کے نزدیک اس آیت پر بھی سجدۂ تلاوت واجب ہے۔ ان کی دلیل ایک حدیث ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ سورۂ حج کو دوسری سورتوں پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس میں دو سجدۂ تلاوت ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس روایت کے ثبوت میں کلام ہے۔ (معارف القرآن:6/288)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھری نصیحت فرمائی۔ ان آیات میں اہل اسلام کو اعمال خیر کی ترغیب اور دین اسلام پر مضبوطی کے ساتھ جم جانے اور قائم رہنے کی تاکید فرمائی جاتی ہے جو فلاح اور نجات کا ذریعہ ہے اور اعمال خیر میں تمام عبادات تمام خیرات وصدقات

اور مکارم اخلاق اور محاسن اعمال سب داخل ہیں۔ یہاں ایمان کے بعد رکوع وسجود کا حکم دینے سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ نماز کے خصوصی ارکان ہیں تو ایمان کے بعد سب سے پہلے نماز کا حکم دینے سے نماز کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔ (درس قرآن:4/277)

دعا

یا اللہ! ہماری گزشتہ تقصیرات کو اپنی رحمت سے معاف فرما دے اور آئندہ کے لیے ہم کو عزم و ہمت عطا فرما۔ نماز کو قائم کرنے اور اپنی بندگی وعبادت کے بجالانے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! ہم سے دین کی وہ خدمت لے لیجئے جس کا مطالبہ قرآن پاک کرتا ہے۔ یا اللہ! ہماری غفلتوں کو دور فرما دے اور ہم کو اپنا سچا بندہ بنالے اور اپنے نبی کریم ﷺ کا وفادار امتی ہونا نصیب فرما دے۔ یا اللہ! امت مسلمہ پر رحم فرما اور اس کو اپنے نام ولقب (مسلم) کی لاج رکھنے کی توفیق عطا فرما اور اسلام کو فروغ و برتری عطا فرما۔ آمین!

(درس قرآن:4/278)

شیاطین کی پیروی سے اجتناب کی تاکید

57۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ وَ مَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (سورۃ النور:21)

''اے ایمان والو! تم شیطان کے قدموں پر نہ چلو، اور جو شخص شیطان کے قدموں پر چلے گا تو وہ اس کو بے حیائی اور بدی ہی کے کام کرنے کو کہے گا، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص کبھی پاک نہ ہو سکتا لیکن اللہ ہی جس کو چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔'' (ریاض القرآن:353)

پسِ منظر

گزشتہ آیات میں ان مسلمانوں کو خطاب فرما کر اللہ تعالیٰ کی نصائح و احکام سنائے گئے تھے جو کسی نہ کسی درجہ میں منافقین کے اس اٹھائے ہوئے طوفان تہمت میں شریک ہو گئے تھے اور ان کو بتلایا گیا تھا کہ اگر اللہ کا فضل و کرم اور لطف رحم نہ ہوتا تو تم بھی اس وقت قہر الٰہی سے نہ بچتے مگر اس نے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمائی اور بعض کو حد شرعی سے پاک کر دیا۔ (درس قرآن:4/348)

تفسیر

ان آیات میں تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ شیطان کی چالوں سے ہوشیار رہا کریں۔ مسلمان کا یہ کام نہیں ہونا چاہیے کہ شیاطین الانس والجن کے قدم بہ قدم چلنے لگے۔ ان ملعونوں کا کام تو یہی ہے کہ لوگوں کو بے حیائی اور برائی کی طرف لے جائیں۔ تم جان بوجھ کر کیوں ان کے بہکاوے میں آتے ہو۔ دیکھ لو! شیطان نے ذرا سا چرکہ لگا کر کتنا بڑا طوفان کھڑا کر دیا۔ اس لیے مسلمانوں کو ہر قول و فعل اور طریق زندگانی میں شیطان کی پیروی سے اجتناب ضروری ہے۔ شیطان تو سب کو بگاڑ کر چھوڑتا ہے۔ ایک کو بھی سیدھے راستہ پر نہ رہنے دیتا مگر یہ تو خدا کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ وہ اپنے مخلص بندوں کی دستگیری فرما

کر بہتیروں کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور بعض کو مبتلا ہو جانے کے بعد توبہ کی توفیق دے کر درست کر دیتا ہے۔ یہ بات اسی خدائے واحد کے اختیار میں ہے اور وہی اپنے علم محیط اور حکمت کاملہ سے جانتا ہے کہ کون بندہ سنوارے جانے کے قابل ہے اور کس کی توبہ قبول ہونی چاہیے۔ وہ سب کی توبہ وغیرہ کو سنتا ہے اور ان کی قلبی کیفیات سے پوری طرح آگاہ ہے۔

پیار بھری نصیحت

اہل ایمان کو پیار بھری نصیحت کی جا رہی ہے کہ شیاطین الانس والجن کی پیروی نہ کرو۔ مسلمانوں کو ہر قول وفعل اور طریق زندگانی میں شیطان کی پیروی سے اجتناب ضروری ہے۔ (درس قرآن:4/349)

دعا

یا اللہ! ہمیں باہم حلم اور عفو سے کام لینے کی ہمت عطا فرما اور آپس میں اللہ کے لیے ایک دوسرے کی خطاؤں کو معاف کر دینے کی توفیق نصیب فرما۔ اپنی شان غفور الرحیمی سے ہمیں دین و دنیا دونوں جہانوں میں اپنی عفو و مغفرت سے نواز دیں۔ یا اللہ! آپ ہی جس کو چاہیں پاک وصاف رکھتے ہیں اور تزکیہ نفس عطا فرماتے ہیں۔ ہمارے نفوس کا بھی تزکیہ فرما دے اور ہمیں تمام گناہوں سے پاک وصاف فرما دے۔ آمین!

کسی کے گھر میں داخل ہونے کے آداب

58۔

یَاۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ بُیُوۡتِكُمۡ حَتّٰی تَسۡتَاۡنِسُوۡا وَ تُسَلِّمُوۡا عَلٰۤی اَهۡلِهَا ؕ ذٰلِكُمۡ خَیۡرٌ لَّكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ (سورۃالنور:27)

''اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو۔ جب تک اجازت حاصل نہ کرلو اور گھر والوں کو سلام نہ کرلو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم یاد رکھو۔'' (ریاض القرآن:354)

شانِ نزول

حضرت عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری عورت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے گھر میں بسا اوقات ایسی حالت میں ہوتی ہوں کہ میں نہیں چاہتی کہ اس حالت میں مجھے کوئی دیکھے، نہ والد نہ کوئی اولاد، لیکن گھر کے آدمیوں میں سے کوئی نہ کوئی اندر آجاتا ہے، کبھی میرے والد آجاتے ہیں اور میں اس حالت میں ہوتی ہوں تو میں کیا کروں؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شام کے راستوں میں مکانات اور سرائے بنے ہوئے ہیں مگر ان میں کوئی رہتا نہیں ہے، وہاں کسی سے داخل ہونے کی اجازت طلب کریں؟ اس پر یہ آیت اتری: لَیۡسَ عَلَیۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ مَسۡكُوۡنَةٍ (آیات قرآنی کے شان نزول:342)

تفسیر

اسلام چونکہ حکیمانہ اور مصلحانہ مذہب ہے۔ تمام اخلاقی، معاشرتی اور اجتماعی اصلاحات کے مکمل اور قوانین کی تعلیم اس نے دی ہے۔ پہلے زنا، تہمت، بدگمانی وغیرہ کی سخت ممانعت فرمائی۔ اب جو چیزیں ان کے اسباب ہیں ان سے بھی روکا جاتا ہے۔

منجملہ ان اسباب کے کسی کے گھر میں بغیر اذن و اطلاع کے چلا جانا بھی ہے۔ اس لیے پہلی ہدایت یہاں یہ دی گئی کہ خاص

اپنے رہنے کا جو گھر ہواس کے علاوہ کسی دوسرے کے رہنے کے گھر میں یوں ہی بے خبر نہ گھس جائے۔کیا جانے صاحب خانہ کس حال میں ہواوراس وقت کسی کا اندر آنا پسند کرتا ہے یا نہیں۔لہٰذا اندر جانے سے پہلے آواز دے کراجازت حاصل کرے۔

حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ تک سلام کرے اوراجازت داخل ہونے کی لے،اگر تین بار کے بعد بھی اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے۔اجازت طلب کرنے میں بے جا اصرار کرنا یا اجازت نہ ملنے کی صورت میں دروازے پر جم کر کھڑے ہوجانا جائز نہیں ہے۔ اگر تین دفعہ کے استیذ ان کے بعد صاحب خانہ کی طرف سے اجازت نہ ملے یا وہ ملنے سے انکار کردے تو واپس چلے جانا چاہیے۔

ایک اورصورت یہ بیان ہوتی ہے کہ اگر یہ معلوم ہو کہ گھر میں کوئی موجود نہیں ہے تب بھی دوسرے کے گھر میں بدون مالک ومختار کی اجازت کے مت جاؤ۔یعنی کسی کے خالی گھر میں بھی بلا اجازت داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ہاں اگر صاحب خانہ نے خود اس بات کی اجازت صراحتاً دی ہو تو اس اجازت کے موافق جانے میں کوئی حرج نہیں مثلاً صاحب خانہ نے آپ سے یہ کہہ دیا ہو کہ اگر میں موجود نہ ہوں تو آپ میرے کمرے میں آکر بیٹھ جائیں یا صاحب خانہ کسی اور جگہ موجود ہے اور آپ کے آنے کی اطلاع پر وہ کہلا بھیجے کہ آپ بیٹھیے میں ابھی آتا ہوں تو یہ اجازت ہی کی شکل ہے اوراس صورت میں مکان میں داخل ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

تیسری صورت

تیسری ہدایت یہ دی جاتی ہے کہ اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس ہوجاؤ۔اوراس پر برا نہ ماننا چاہیے۔ بسا اوقات آدمی کی طبیعت کسی سے ملنے کو نہیں چاہتی یا حرج ہوتا ہے یا کوئی ایسی بات کررہا ہے جس پر غیر کو مطلع کرنا پسند نہیں تو تم کو کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ اس پر بوجھ ڈالو۔کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ دوسرے کو ملاقات کرنے پر مجبور کرے۔اس طرح بار خاطر بننے سے تعلقات صاف نہیں رہتے اور دل میں کشیدگی پیدا ہوتی ہے۔آگے تاکید کے لیے فرمایا کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتے ہیں یعنی جیسا کچھ تم کروگے اور جس نیت سے کروگے حق تعالیٰ اس کے مناسب جزا دے گا۔

چوتھی ہدایت

پھر چوتھی ہدایت دی جاتی ہے کہ جن مکانوں میں کوئی خاص آدمی نہیں رہتا، نہ کوئی روک ٹوک ہے مثلاً مسجد، مدرسہ، سرائے، مسافر خانہ، ہوٹل، دکانیں وغیرہ اگر وہاں تمہاری کوئی چیز ہے یا تم کو اس کو برتنے کی ضرورت ہے تو بے شک وہاں جاسکتے ہو اس کے لیے استیذ ان کی ضرورت نہیں۔اللہ تعالیٰ نے تمہارے تمام چھپے اور کھلے حالات کی رعایت سے یہ احکام مشروع کیے ہیں جن سے مقصود فتنہ وفساد کے دروازوں کو بند کرنا ہے۔مومن کو چاہیے کہ اپنے دل میں اسی غرض کو پیش نظر رکھ کران پر عمل کرے۔

آیت کا مخاطب

اگر چہ ان آیات میں خطاب مردوں کو ہے مگر عورتوں کا حکم بھی یہی ہے۔ مردانہ میں بھی اور زنانہ میں بھی۔ حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اجازت لینے کا حکم صرف دوسرے کے گھر جانے کی صورت ہی میں نہیں ہے بلکہ خود اپنی ماں بہنوں کے پاس جانے کی صورت میں بھی ہے۔

ایک صاحب نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کیا میں اپنی ماں کے پاس جاتے وقت اجازت طلب کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے سوا ان کی خدمت کرنے والا اور کوئی نہیں ہے، کیا ہر بار جب میں ان کے پاس جاؤں تو اجازت مانگوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو پسند کرتا ہے کہ اپنی ماں کو برہنہ دیکھے یعنی اجازت نہ لینے میں یہ احتمال ہے کہ ہوسکتا ہے کسی وقت وہ ایسی حالت میں ہو کہ تم کو دیکھنا پسند نہ ہو اور تم یکا یک پہنچ جاؤ۔ احادیث میں ہے کہ اگر گھر میں صرف بیوی ہے تو بھی پردیس یا سفر سے واپسی پر اچانک گھر میں نہ گھس جائے۔ کچھ پہلے سے اطلاع کر دے یا خبر بھجوا دے۔ اسی طرح احادیث صحیحہ میں دوسرے کے گھر میں جھانکنے کی بھی سخت ممانعت آئی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص تیرے گھر میں جھانکے اور تو ایک کنکری مار کر اس کی آنکھ کو پھوڑ دے تو کچھ گناہ نہیں۔
مزید تفصیل کے لیے معارف القرآن جلد ششم (درس قرآن: 4/356)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھری نصیحت فرمائی کہ کسی کے گھر میں بغیر اذن واطلاع کے نہیں جانا چاہیے اور اس سے متعلق تمام ہدایات اور مصلحتیں سمجھائی گئیں۔

دعا

یا اللہ ہم کو ان جملہ قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما، ہمیں اپنی زندگی شریعت مطہرہ کے احکام کے مطابق گزارنے کی توفیق نصیب فرما اور ہر طرح کے فتنہ وفساد وظاہری وباطنی سے ہماری حفاظت فرما۔ یا اللہ! جملہ ممنوعات شرعیہ سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین!

آدابِ خانہ داری کی تعلیم

59۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَ لَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ (سورۃ النور:58)

''اے ایمان والو! تمہارے غلاموں کو اور تم میں جو بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہیے، فجر کی نماز سے پہلے اور دوپہر کو، جب تم اپنے کپڑے اتارتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تین وقت تمہارے لیے پردے کے ہیں، ان کے بعد نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی ان پر، تم ایک دوسرے کے پاس کثرت سے آتے جاتے رہتے ہو، اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیتوں کی وضاحت کرتا ہے اور اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔''

(ریاض القرآن:358)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک انصاری غلام کو دوپہر کے وقت حضرت عمر فاروق ؓ کو بلانے کے لیے بھیجا۔ غلام حضرت عمر ؓ کے گھر کے اندر ایسی حالت میں داخل ہوا کہ حضرت عمر ؓ کو ایسی حالت میں دیکھنا اس کو ناگوار ہوا، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اجازت لیکر گھر میں داخل ہونے کا حکم دیں تو اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت مقاتل ؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اسماء بنت مدثر کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان کا ایک بڑی عمر کا غلام تھا، ایک دن وہ غلام ان کے پاس ایسے وقت آیا جس وقت میں آنا ان کو ناگوار گزرا تو وہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!

ہمارے خادم اور غلام کبھی نامناسب وقت میں آجاتے ہیں، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (آیات قرآنی کے شان نزول:342)

تفسیر

شروع سورۃ سے چوتھے رکوع کے آخر تک متعدد احکام بیان فرمائے گئے تھے۔ اب آداب خانہ داری اور تہذیب خانگی کے متعلق ایک مفید ترین قاعدے کی تعلیم ان آیات میں دی جاتی ہے۔

انسان کو اپنے رہنے کے لیے ایک علیحدہ گھر اور ٹھکانہ چاہیے۔ عموماً اس کے ساتھ اس کی بیوی بچے، خدمت گزار جن کے اندر پہلے زمانہ میں لونڈی اور غلام بھی شامل ہوتے تھے۔ سب مل جل کر رہتے ہیں ان آیات میں ایک گھر میں رہنے والوں کو رہنے کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ ہر وقت تو ایک گھر میں ملے جلے بغیر رہنا عام لوگوں کے لیے دشواری کا باعث ہے مگر تین وقت ایسے ہیں کہ جن میں خلوت مطلوب ہوتی ہے اور ان اوقات میں آدمی دوسرے کا اپنے پاس آنا پسند نہیں کرتا۔ فجر کی نماز سے پہلے اور عشاء کی نماز کے بعد اور دن میں دوپہر کو جس وقت آدمی زائد کپڑے اتار کر کچھ دیر آرام کرتا ہے۔ پس ان تین وقتوں میں جبکہ انسان بے فکری سے اپنے گھر میں نامعلوم کس حالت میں ہو۔ گھر کے باندی اور غلام ایسے بچے جو حد بلوغ تک نہیں پہنچے اور جن سے عادتاً پردہ نہیں کیا جاتا۔ چاہے وہ اپنے گھر کے ہوں یا بیگانہ۔ چپ چاپ بے اطلاع ان وقتوں میں گھر میں نہ آئیں۔ ان خاص وقتوں کے علاوہ گھر کے باندی غلام اور چھوٹے بچے انہیں گھر میں آنے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ گھریلو ضروریات کے لیے ان کا آنا جانا گھر میں ضروری ہے۔ اور بار بار کے آنے جانے میں ہر وقت کی اجازت طلبی میں دشواری ہے۔

مگر یہاں ایک بات یہ سمجھ لینے کی ہے جس کو مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیعؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آیت مذکورہ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ میں جو آیا ہے اس کے معنی مملوک غلام اور لونڈی دونوں پر حاوی ہیں۔ ان میں مملوک غلام جو بالغ ہو وہ تو شرعاً اجنبی غیر محرم کے حکم میں ہے۔ اس کی آقا اور مالک عورت کو بھی اس سے پردہ کرنا واجب ہے۔ یہاں مراد وہ لوگ ہیں جو ہر وقت گھر میں آنے جانے کے عادی ہیں۔

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو پیار بھرے انداز میں آداب خانہ داری کے متعلق ایک مفید ترین قاعدے کی تعلیم دی کہ مذکورہ تین وقتوں میں گھر کے اندر جانے کی اجازت لینی چاہیے۔

دعا

یااللہ! ہم نے قرآنی احکام کو خیر باد کہہ کر جو ظلم اپنی جانوں پر کیا ہے ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دے اور آئندہ کے لیے ہم کو قرآنی ہدایات کے موافق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما۔

اور قرآن پاک کے ہر چھوٹے بڑے حکم پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کا عزم اس بھٹکی ہوئی امت مسلمہ کے ہر فرد کو نصیب فرما۔ بے پردگی کے فتنہ اور وبال کو ہم سے اور ہماری عورتوں سے دور فرما۔ ہماری حفاظت فرما۔ یااللہ! بے دینی کے فتنے کے مٹنے اور ختم ہو جانے کی صورتیں غیب سے ظاہر فرما۔ آمین! (درس قرآن:4/399)

اطاعت کے لیے فضل واحسان کی یاد دہانی

60۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا (سورة الاحزاب:9)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ کے احسان کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں تو ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی، اور اللہ دیکھنے والا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔'' (ریاض القرآن:420)

پسِ منظر

شوال 5ہجری کے مطابق ماہ فروری 627ء میں ابوسفیان اور مخالفین اسلام کے کئی قبائل نے مل کر مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کی ٹھانی۔ اس غرض سے تقریباً 12 ہزار کا لشکر جرار مدینہ پر چڑھائی کے لیے مکہ سے نکلا۔ یہ لشکر ساز وسامان سے آراستہ اور طاقت کے نشے میں چور تھا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دشمنوں کی اس نقل وحرکت کا علم ہوا تو سب سے پہلے کلمہ جو زبان مبارک پر آیا وہ یہ تھا ''حسبنا اللہ ونعم الوکیل''، یعنی اللہ ہمیں کافی ہے اور وہی ہمارا کارساز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام ؓ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی ؓ نے عرض کیا ہم اہل فارس کا دستور یہ ہے کہ ایسے موقع پر خندق کھود کر دشمن سے خود کو محفوظ کر لیتے اور اس کو مجبور بنا دیتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مشورہ کو قبول فرمایا اور تین ہزار صحابہ کرام ؓ کی معیت میں شہر کے گرد جدھر سے حملہ کا اندیشہ تھا تقریباً ساڑھے تین میل لمبی خندق کھودی گئی ادھر کفار کا لشکر آپہنچا اور مدینہ کا محاصرہ کرلیا۔ اسلامی لشکر نے دشمن کے مقابل مورچے جما دیے۔ 20,25 روز تک دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی رہیں، درمیان میں خندق حائل تھی۔ عرب کے لیے یہ ایک نئی حکمت جنگ تھی اور قریش اس پر دنگ رہ گئے۔ جاڑے کے زمانے میں ایک طویل محاصرہ کے بعد کفار کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ اس غزوۂ خندق کو غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس جنگ میں کفار نے اپنے ساتھ بہت سارے اسلام دشمن قبیلوں کو بھی ساتھ ملالیا تھا۔ سورۃ الاحزاب کی اس آیت میں اسی غزوہ کے بارے میں بیان ہے۔ (درس قرآن:5/130)

تفسیر

اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اتباع کی ترغیب کے لیے اہل ایمان کو خطاب کر کے اپنا احسان اور فضل یاد دلاتے ہیں کہ اے ایمان والو! اس سخت وقت کو یاد کرو جبکہ تمہارے اوپر لشکر چڑھ آئے تھے اور جب تم ہر طرف سے گھِر گئے تھے اور تمہاری سخت حالت ہوگئی تھی۔ مراد اس سے جنگ احزاب ہے تو ہم نے دشمنوں کو ہزیمت دے کر تم سے ٹال دیا اور سخت ٹھنڈی ہوا چلا دی اور فرشتوں کا لشکر جو تمہیں دکھائی نہ دیتا تھا بھیج دیا۔ تمہاری حالت یہ تھی کہ مدینہ کی مشرق کی طرف سے جو اونچا علاقہ تھا اور مغرب کی طرف سے جو نیچا حصہ تھا۔ تمہیں دشمنوں نے اکٹھے ہو کر گھیر لیا تھا اور دہشت کے مارے تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں، جیسا کہ خوف کے وقت ہوا کرتا ہے۔ اور تمہارے دل دھڑک کر گلوں تک پہنچ گئے تھے یہ ایک محاورہ عرب کی بات سے جو شدت خوف کے وقت کہا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے محاورہ میں کہتے ہیں کہ ناک میں دم آ گیا تھا یا کہا کرتے ہیں کہ دل باہر نکل پڑا۔ اور تم اللہ تعالیٰ سے طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے یعنی سچے اور ایمان دار تو یہی کہتے تھے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ اسلام ضرور فتح یاب ہوگا مگر منافقین کہتے کہ ہم مصیبت میں پڑ گئے۔ بس اب کے خاتمہ ہے۔ ایسی مصیبت پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔ اب کے شاید ہی بچیں۔ کوئی کہتا کہ اس بادل فوج سے جیتنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ کمزور یقین والوں کے منہ سے بھی یاس و ہراس کے کلمہ نکل جاتے تھے۔ مزید واقعات و حالات اسی جنگ احزاب کے اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ (درس قرآن: 5/132)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے پیار بھرے انداز میں اہل ایمان کو اپنا احسان اور فضل یاد دلایا ہے۔ جب غزوۂ احزاب میں وہ آزمائے گئے اور ان کی حالت سخت ہوگئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد بھیجی فرشتوں کے لشکر اور سخت ٹھنڈی ہوا کی صورت میں اور یوں کفار کو جنگ میں شکست ہوئی۔

دعا

یا اللہ! ہمارے قلوب کو پاک رکھ اور ہمیں حقیقی ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرما۔ اور ہر حال میں ہم کو اخلاص کے ساتھ دین سے وابستہ رہنے کا عزم و ہمت عطا فرما۔

یا اللہ! اپنے دین کی خدمت کے لیے ہم کو بھی توفیق عطا فرما اور کسی نہ کسی درجہ میں دین کے لیے ہمیں بھی جانی و مالی قربانی کی سعادت نصیب فرما۔ آمین (درس قرآن: 5/138)

ذکر اللہ کی تلقین

61۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۔ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا (سورۃ الاحزاب:41)

''اے ایمان والو! اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو۔ اور اس کی تسبیح کرو صبح اور شام۔'' (ریاض القرآن:424)

پسِ منظر

گزشتہ آیت جو مخالفین اور منافقین کے طعن و اعتراض بسلسلہ نکاح حضرت زینبؓ کو دفع کرنے کے لیے نازل ہوئی تھی۔ اس میں ضمناً آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فضیلت رسالت و ختم نبوت کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ تو چونکہ حق تعالیٰ نے یہ ایک بہت بڑا احسان فرمایا کہ ایسے عظیم الشان پیغمبر اور پیغمبروں کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہدایت کے لیے بھیجا۔ اس لیے آگے ان آیات میں اہل اسلام کو خطاب کر کے اس احسان عظیم کے شکریہ میں خصوصیت کے ساتھ ذکر و اطاعت کا حکم دیا جاتا ہے اور پھر اس ذکر و طاعت کی مزید ترغیب کے لیے حق تعالیٰ اپنے بھی دنیوی و اخروی احسانات ذکر فرماتے ہیں۔ (درس قرآن:171/5)

تفسیر

ان آیات میں ایمان والوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے ایمان والو! تم احسانات الٰہیہ کو عموماً اور ایسے عظیم الشان رسول کی بعثت کو خصوصاً یاد کر کے حق تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور وہ شکر اس طرح ادا کرو کہ منعم حقیقی کو کبھی نہ بھولو۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، رات دن، صبح و شام ہمہ وقت اس کو یاد رکھو اور اس کے ذکر و اطاعت پر دوام رکھو اور اس کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے رہو۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کی حقیقی شکر گزاری یہی ہے کہ حق تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا جائے اور یہ ذکر کرنا عام ہے یعنی زبان سے بھی دل سے بھی اور اعضاء و جوارح سے بھی اور اس کی اطاعت پر دوام رکھا جائے۔ اس میں ہر طرح کے اعمال صالحہ جانی و مالی سب آ گئے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے مومنین رشد و ہدایت اور ایمان و احسان کی راہوں میں ترقی کرتے ہیں یہ تو دنیا میں ان کا حال ہوا اور آگے آخرت کا اعزاز و اکرام ذکر فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر سلام بھیجے گا۔ اور فرشتے سلام کرتے ہوئے

ان کے پاس آئیں گے اور مومنین کی آپس میں بھی دعا سلام ہی ہوگی۔مومنین کے اعزاز واکرام کا کیا کہنا!

قرآن پاک میں اور بھی بیسوں جگہ ذکر کی تاکید فرمائی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ چونکہ اسلام کی تعلیم اور اس کا مطالبہ یہ ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اسلام درحقیقت نام ہی اس کا ہے کہ اللہ کے بندے اپنی پوری زندگی احکام الہٰیہ کے ماتحت گزاریں اور ہر حال اور ہر معاملہ میں وہ اللہ کی فرمانبرداری کریں اور چونکہ یہ بات کامل طور پر جب ہی ہوسکتی ہے کہ بندے کو ہر وقت اللہ کا خیال رہے اور اس کے دل میں اللہ کی عظمت ومحبت پوری طرح بیٹھ جائے ہر وقت اللہ کا اور اس کے حکموں کا خیال رہے اور آدمی کا دل اللہ سے غافل نہ ہو۔یہی حقیقت ہے ذکر کی اور اسی لیے قرآن کریم کی ایک خاص تعلیم یہ ہے کہ بندے کثرت سے اللہ کا ذکر کریں اور اس کی تسبیح وتقدیس اور حمد وثنا سے اپنی زبان تر رکھیں۔دل میں اللہ کی محبت اور عظمت پیدا کرنے کا یہ ایک خاص ذریعہ اور آزمودہ نسخہ ہے۔یہ ایک فطرتی بات ہے کہ آدمی جس کی عظمت وکمال کے خیال میں ہر وقت ڈوبا رہے اور جس کی یاد ودھیان سے دل ودماغ بسا ہے اس کی عظمت ومحبت ضرور پیدا ہوجائے گی اور برابر ترقی کرتی رہے گی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ذکر کی کثرت عشق ومحبت کے چراغ کو روشن کرتی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کامل اطاعت وبندگی کی وہ زندگی جس کا نام اسلام ہے وہ صرف محبت ہی سے پیدا ہوسکتی ہے۔صرف محبت ہی وہ چیز ہے جو محب صادق کو محبوب کا کامل مطیع اور فرمانبردار بنا دیتی ہے۔اس لیے قرآن پاک میں ذکر کی کثرت کی سخت تاکید اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔(درس قرآن:5/172)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے پیار بھرے انداز میں ایمان والوں کو مخاطب کر کے ذکر اللہ کی تاکید فرمائی ہے۔(درس قرآن:5/172)

دعا

یا اللہ! ہم کو ظاہراً وباطناً زندگی کے ہر شعبہ میں شریعت اسلامیہ کی پابندی نصیب فرما اور اس وقت جو طرح طرح کی گمراہیاں اور فتنے پھیل رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے ہماری اور پوری امت مسلمہ کی حفاظت فرما اور مضبوطی سے دین کو پکڑنے اور اس پر جمے رہنے کی ہمت، توفیق اور استقامت عطا فرما۔آمین (درس قرآن:5/172 170)

طلاق کا عام حکم

62۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا (سورۃ الاحزاب:49)

''اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو ان کے بارے میں تم پر کوئی عدت لازم نہیں ہے جس کا تم شمار کرو، پس ان کو کچھ سامان دے دو اور خوبی کے ساتھ ان کو رخصت کرو۔''

(ریاض القرآن:425)

پسِ منظر

پچھلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چند صفات کمال اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخصوص شان کا ذکر تھا، آگے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ان خصوصیات کا ذکر آنے والا ہے جو نکاح و طلاق کے معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک گونہ خصوصیت رکھتی ہیں اور عام امت کی نسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان میں ایک امتیاز حاصل ہے۔ اس سے پہلے بطور تمہید کے ایک عام حکم متعلقہ طلاق ذکر کیا گیا ہے جو سب مسلمانوں کے لیے عام ہے۔

تفسیر

ان آیت میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے طلاق سے متعلق ایک عام حکم بیان کیا گیا ہے۔ آیت مذکورہ میں اس کے متعلق تین احکام بیان کیے گئے ہیں۔

پہلا حکم

یہ کہ کسی عورت سے نکاح کر لینے کے بعد خلوت صحیحہ سے پہلے ہی کسی وجہ سے طلاق کی نوبت آ جائے، تو مطلقہ عورت پر کوئی عدت واجب نہیں، وہ فوراً ہی دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ آیت مذکورہ میں ہاتھ لگانے سے مراد صحبت اور صحبت کا حقیقی یا حکمی ہونا اور

دونوں کا ایک حکم ہونا خلاصہ تفسیر میں معلوم ہو چکا ہے اور صحبت حکمی خلوت صحیحہ ہو جانا ہے۔

دوسرا حکم

یہ ہے کہ مطلقہ عورت کو شرافت اور حسن خلق کے ساتھ کچھ سامان دے کر رخصت کیا جائے۔ کچھ سامان دے کر رخصت کر دینا ہر مطلقہ کے لیے مستحب و مسنون ہے اور بعض عورتوں میں واجب ہے۔

اگر تب تک مہر نہ دیا گیا ہو تو طلاق کے وقت خوش دلی سے ادا کر دیں۔ یہ حقوق واجبہ میں سے ہے۔

اور غیر واجب حقوق مثلاً مطلقہ کو رخصت کے وقت کپڑوں کا ایک جوڑا دے کر رخصت کرنا یہ بھی داخل ہے جو ہر مطلقہ عورت کو دینا مستحب ہے۔ ''مَتِّعُوْهُنَّ'' کا صیغہ امر عام ترغیب کے لیے ہے جس میں واجب اور غیر واجب دونوں قسمیں شامل ہیں۔

متعہ طلاق سے مراد وہ لباس ہے جو عورت گھر سے نکلنے کے وقت ضرور ہی استعمال کرتی ہے۔ اس میں پاجامہ، کرتہ، اوڑھنی اور ایک بڑی چادر جو سر سے پاؤں تک بدن کو چھپا سکے شامل ہے۔ اگر شوہر بیوی دونوں مالدار ہیں تو کپڑے اعلیٰ قسم کے دیے جائیں۔ اگر دونوں غریب ہیں تو کپڑے ادنیٰ درجہ کے دیے جائیں اور اگر ایک غریب اور دوسرا مالدار ہے تو اوسط درجے کا لباس دیا جائے۔

مگر قرآن کریم نے عام مطلقہ عورتوں کے لیے تو ایک بڑی پابندی عدت کی اور ایام عدت کو شوہر کے مکان میں گزارنے کی لگا دی۔ طلاق دینے والے پہ فرض کر دیا کہ اس مدت کے اندر عورت کو اپنے گھر سے نہ نکالے، اور اس کو بھی پابند کر دیا کہ ایام عدت میں اس گھر سے نہ نکلے اور شوہر پر فرض کر دیا کہ طلاق دینے کے باوجود اس زمانہ عدت کا نفقہ بدستور جاری رکھے۔

تیسرا حکم

یہ دیا گیا کہ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا یعنی ان کو رخصت کرو خوبی کے ساتھ، جس میں یہ پابندی لگائی گئی کہ زبان سے بھی کوئی سخت بات نہ کہیں، طعن و تشنیع کا طریقہ اختیار نہ کریں۔

مخالفت کے وقت مخالف کے حقوق کی رعایت وہی کر سکتا ہے جو اپنے نفس کے جذبات پر قابو رکھے، اسلام کی ساری تعلیمات میں اس کی رعایت رکھی گئی ہے۔ (معارف القرآن: 8 / 180 ۔ 182)

پیار بھری نصیحت

اس آیت میں عام اہل ایمان کو پیار بھرے انداز میں خطاب کیا جا رہا ہے کہ جو لوگ ایمان کی دولت سے مشرف ہو چکے ہیں، وہ سن لیں کہ اگر نکاح کے بعد، رخصتی سے پہلے طلاق کی نوبت آ جائے تو عورت پر کوئی عدت واجب نہیں۔ ایسی مطلقہ عورتوں کو کچھ

مال ومتاع دے دو۔اوران کوخوش دلی کے ساتھ اچھے طریقے سے رخصت کرو۔(درس قرآن:176/5)

دعا

یااللہ! تونے جواحکام ازدواجی زندگی کے ہم کوعطافرمائے ہیں ہم کوان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطافرما۔اور ہر کام ہمارا قانون الٰہیہ کے ماتحت ہو۔ہم کوظاہراًوباطناً زندگی کے ہرشعبہ میں شریعت اسلامیہ کی پابندی نصیب فرما۔اورتعمیل احکام میں ہم سے جوکوتاہیاں سرزدہوچکی ہیں ان کواپنی رحمت اورشان غفورالرحیمی سے معاف فرما۔آمین!(درس قرآن:178/5)

آدابِ معاشرت کے احکام

63۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا (سورۃ الاحزاب:53)

''اے ایمان والو! نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گھروں میں مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو، لیکن جب تم کو بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ، پھر جب تم کھا چکو تو اٹھ کر چلے جاؤ اور باتوں میں لگے ہوئے بیٹھے نہ رہو، اس بات سے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ناگواری ہوتی ہے مگر وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں، اور اللہ حق بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا، اور جب تم رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو، یہ طریقہ تمہارے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور ان کے دلوں کے لیے بھی، اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تکلیف دو اور نہ یہ جائز ہے کہ تم ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک بڑی بھاری بات ہے۔'' (ریاض القرآن:426)

شانِ نزول

اکثر مفسرین رقم طراز ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح ہوا تو رخصتی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور اور ستو کے ساتھ ولیمہ کیا اور ایک بکری بھی ذبح کی، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میری والدہ ام سلیمؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حیس (کھجور، پنیر یا ستو اور گھی ملا کر تیار کیا ہوا کھانا) سے بھرا ایک مٹی کا برتن بھیجا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو کھانے کے لیے بلا لاؤں، لوگ آتے گئے اور کھانا کھاتے گئے، پھر میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے سب کو دعوت دی اب کوئی باقی نہیں رہا، جس کو میں بلاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے کھانا اٹھالو، کھانا اٹھا لیا گیا، سب لوگ چلے گئے مگر تین آدمی گھر میں ہی بیٹھے رہے اور آپس میں باتیں کرتے رہے۔ کافی دیر گزر گئی اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیا کے پیکر تھے، چنانچہ آیت مذکور نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے درمیان پردہ ڈال دیا۔

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے کسی حجرے کے پاس سے گزر ہوا تو دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آکر پھر حجرے میں داخل ہوئے اور میرے سامنے پردہ گرادیا، پھر میں ابوطلحہ ؓ کے پاس آیا اور ان سے یہ صورت حال ذکر کی تو انہوں نے کہا کہ اگر تمہاری بات سچی ہے تو اللہ تعالیٰ اس بارے میں ضرور قرآن نازل فرمائیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

نیز حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اچھے برے ہر طرح کے لوگ آتے ہیں۔ اس لیے بہتر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہرات ؓ کو پردہ کا حکم دے دیں۔ اس کے بعد پردے کی آیت 59 نازل ہوئی۔ (رواہ بخاری عن مسدد)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ ؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانا کھاتے تھے، ایک دن کسی صحابی کا ہاتھ حضرت عائشہ ؓ کے ہاتھ کو لگ گیا جو اس وقت وہاں موجود تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا محسوس ہوا۔ اس پر پردہ کی آیت نازل ہوئی۔

حضرت عطاءؒ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس ؓ کا قول ہے کہ قریش کے ایک سردار نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں حضرت عائشہ ؓ سے نکاح کروں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (آیات قرآنی کے شان نزول: 375)

تفسیر

آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے چند احکام دیے گئے۔

پہلا حکم

اے لوگو! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں بے بلائے مت جاؤ یعنی بلا اجازت نہ چلے آیا کرو۔

دوسرا حکم

اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں تم کو کھانے کے لیے آنے کی اجازت دی جائے تو پھر جانے میں مضائقہ نہیں مگر تب بھی ایسے طور سے جانا چاہیے کہ اس کھانے کی تیاری کے انتظار میں نہ رہو۔ یعنی بے دعوت تو جاؤ مت اور دعوت ہو تو تب بھی بہت پہلے سے مت

جا بیٹھو لیکن جب تم کو بلایا جاوے کہ اب کھانا تیار ہے تب جایا کرو۔

تیسرا حکم

جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور وہیں بیٹھ کر باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔ اس میں بھی ایک غلط عادت کی اصلاح تھی۔ بعض لوگ کھانے کی دعوت میں بلائے جاتے تو کھانے سے فارغ ہو جانے کے بعد بیٹھک لگا دیتے اور باتوں کا ایسا سلسلہ چھیڑ دیتے کہ جو ختم ہی ہونے میں نہ آتا۔ انہیں اس بات کی پرواہ نہ ہوتی کہ صاحب خانہ کو اس سے اذیت ہوگی۔

(درس قرآن:5/183)

چوتھا حکم

اس کے بعد حکم ہوا کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے پردہ کیا کریں گی تو اب جب تم کوئی چیز ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مانگو تو پردہ کے باہر کھڑے ہو کر وہاں سے مانگا کرو یعنی بے ضرورت تو پردہ کے پاس جانا اور بات کرنا بھی نہ چاہیے لیکن ضرورت میں کلام کر سکتے ہو مگر رؤیت اور ازواج مطہرات کا سامنا نہ ہونا چاہیے۔ اس آیت کو ''آیت حجاب'' کہا جاتا ہے۔

اس حکم کے بعد ازواج مطہرات کے گھروں میں دروازوں پر پردے لٹکا دیے گئے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر تمام مسلمانوں کے لیے نمونہ کا گھر تھا اس لیے تمام مسلمانوں کے گھروں پر بھی پردے لٹک گئے۔ پھر آگے اس حجاب یعنی پردہ کے حکم کی علت بھی بیان فرما دی گئی کہ یہ بات ہمیشہ کے لیے جانبین کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ (درس قرآن:5/185)

پہلے حکم کی توضیح

اوپر یہ حکم دیا گیا تھا کہ اہل ایمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں جم کر نہ بیٹھ جایا کریں کہ یہ چیز باعث اذیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اب آگے علی الاطلاق حکم دیا جاتا ہے کہ صرف اسی معاملہ میں نہیں بلکہ کسی امر میں بھی اہل ایمان کے لیے جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچائیں یعنی کفار و منافقین تو جو چاہیں بکتے پھریں یا کرتے رہیں لیکن مومنین کو یہ ہرگز لائق نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں یا وفات کے بعد کوئی بات ایسی کہیں یا کریں جو ضعیف سے ضعیف درجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا کا سبب بن جائے۔ مومنین پر لازم ہے کہ اپنے محبوب و مقدس پیغمبر کی عظمت و شان کو ہمیشہ مقدم رکھیں کہ کہیں غفلت یا تساہل سے کوئی تکلیف دہ حرکت نہ صادر ہو جائے کہ جو دنیا اور آخرت کا خسارہ اٹھانا پڑے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی مخالفت کی جائے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی کوئی اہانت یا توہین کی جائے، یا ازواج مطہرات پر کوئی عیب لگایا جائے یا آپ

ﷺ کے پاک دین میں بد دینی پھیلائی جائے یا بدعات کو رواج دیا جائے۔ یہ سب نبی کریم ﷺ کو ایذا اور دکھ دینے کی صورتیں ہیں جس کی سزا بڑی سخت ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح سے اس بات سے محفوظ رکھیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں سیر کرنے والے زمین میں جو میری امت کے اعمال مجھے پہنچاتے ہیں اور فرمایا کہ میرا وفات کرنا بہتر ہے تمہارے واسطے، اس واسطے کہ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کیے جائیں گے۔اگر بہتر ہوں گے تو میں اس میں خدا تعالیٰ کا شکر کروں گا۔اگر بد اعمال دیکھوں گا تو تمہارے حق میں طلب مغفرت کروں گا۔(درس قرآن:5/185)

پانچواں حکم

آیت مبارکہ میں صاف حکم دیا گیا کہ تم کو کسی امر میں بالکل جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچاؤ اور ان تکلیف دہ حرکات میں سے ایک بہت سخت اور بھاری گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کے بعد نکاح کرنا چاہے یا ایسے نالائق ارادہ کو دل میں لائے یا زبان سے ذکر کرے۔ یہ سب گناہ ہے۔سو اگر اس کے متعلق کسی چیز کو زبان سے ظاہر کرو گے یا اس ارادہ کو دل میں پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ کو دونوں کی خبر ہو گی کیونکہ وہ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں پس تم کو اس پر سزا دیں گے۔

(درس قرآن:5/186)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھرے انداز میں نصیحت فرمائی کہ بلا وجہ نبی ﷺ کے گھروں میں مت جایا کرو اور اگر کھانے کے لیے بلایا جائے تو کھانا کھا کر چلے جایا کرو اور ازواج مطہرات سے اگر کوئی ضروری بات یا کام ہو تو پردہ سے پیچھے کیا کرو۔اور نبی ﷺ کو کسی طرح بھی اذیت نہ پہنچاؤ اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو۔

(درس قرآن:5/183)

دعا

یا اللہ! ہم کو قرآنی احکام پر دل و جان سے عمل کرنے کا جذبہ عطا فرما اور اب تک ہم سے جو اس معاملہ میں کوتاہیاں سرزد ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما۔اور آئندہ کے لیے ہم کو عزم و اطاعت قرآنی نصیب فرما۔آمین (درس قرآن:5/186)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام کا حکم

64۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورۃ الاحزاب:56)

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو۔''

(ریاض القرآن:427)

شانِ نزول

حضرت کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے کہ کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمیں ''سلام'' کا طریقہ تو معلوم ہو گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام کیسے پیش کریں لیکن ''صلوۃ'' (درود) کا طریقہ کیا ہے؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ کے منبر پر بیٹھے مہدی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک ایسے امر کا حکم دیا کہ جس کی ابتدا خود اپنی ذات سے کی پھر فرشتوں سے اس امر کی تعمیل کا ذکر کیا، پھر انہوں نے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں تمام پیغمبروں میں سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منتخب فرمایا اور تمام لوگوں میں سے تم کو اس صلوۃ وسلام کے ساتھ مخصوص کیا لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر بجالاؤ۔

(مؤلف فرماتے ہیں کہ) میں نے استاد ابو عثمان الواعظؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ امام سہل بن محمد بن سلیمان فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو مقام و مرتبہ بخشا کہ میں (خدا تعالیٰ) خود ان پر درود وسلام بھیجتا ہوں۔ یہ حضرت آدمؑ کے اس مقام و مرتبہ سے کہیں بلند و بالا ہے جو ان کو فرشتوں کے سجدہ کرانے سے عطا فرمایا تھا، اس لیے کہ حضرت آدمؑ کی اس شرف یابی میں خود اللہ تعالیٰ کا شریک ہونا جائز اور درست نہیں ہے۔ جبکہ آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ نبی علیہ السلام پر صلوۃ بھیجتے ہیں پھر اس کے فرشتے بھی اس عمل میں اس کے ساتھ شریک ہیں، معلوم ہوا کہ درود شریف کا یہ عمل جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سب شریک ہیں، اس عمل سے زیادہ بلیغ ہے جس میں صرف فرشتے شامل ہیں۔

نیز الصحیح میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے

اللہ تعالیٰ دس بار اس پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں‘‘۔(آیات قرآنی کے شان نزول:378)

تفسیر

یہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتکریم اور عظمت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت و شفقت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثنا اور اعزاز و اکرام کرتا ہے اور اللہ کے فرشتے بھی رحمت بھیجتے ہیں۔اس لیے اے ایمان والو! تم بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوۃ ورحمت بھیجا کروتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو حق وعظمت تمہارے ذمہ ہے ادا ہوسکے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سے احکامات ارشاد فرمائے، نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ اور بہت سے انبیاء کرام کی توصیفیں اور تعریفیں بھی فرمائیں۔ان کے بہت سے اعزاز واکرام بھی بیان فرمائے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو فرشتوں کو حکم فرمایا کہ ان کو سجدہ تعظیمی کیا جائے لیکن کسی حکم یا اعزاز واکرام میں یہ نہیں فرمایا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں تم بھی کرو۔ یہ اعزاز صرف سید الکونین فخر دو عالم اشرف الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لیے ہے کہ اللہ جل شانہ نے صلوٰۃ کی نسبت اولاً اپنی طرف، اس کے بعد اپنے پاک فرشتوں کی طرف کرنے کے بعد مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں، اے مومنو! تم بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوۃ بھیجو۔اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ اس عمل میں اللہ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ مومنین کی شرکت ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بے حد مہربان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف فرماتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بلند کرتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی رحمتوں کی بارش فرماتا ہے۔ ملائکہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غایت درجہ کی محبت رکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ سے زیادہ بلند مرتبہ عطا فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو سر بلند کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو فروت بخشے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محمود پر پہنچائے تو اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ کے ساتھ ایمان والوں کو بھی دو چیزوں کا حکم دیا گیا۔ایک صلّوا علیہ دوسرے سلّموا تسلیما

صلّوا علیہ کے حکم کا مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرویدہ ہو جاؤ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثنا کرو۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاص رحمتوں اور برکتوں کی دعا کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس طرح دعائیں کر کے اپنی نیازمندی اور شکرگزاری کا ثبوت دو۔اسی قسم کی دعا کو’’درود‘‘ کہتے ہیں۔

سلّموا تسلیما کا مطلب یہ ہے کہ تم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کامل سلامتی کی دعا کرو۔ پوری طرح دل وجان سے آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت سے پرہیز کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے فرمانبردار بن کر رہو۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت کے حکم کے مطابق عمر بھر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا یعنی نماز میں تشہد میں **السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته** کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجا کریں، اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں یہ بھی بتا دیجیے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر "صلوۃ" یعنی درود کیسے بھیجا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یوں کہا کرو:

اَللّٰھُمَّ صلی علی محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علی ابراهیم وعلیٰ اٰل ابراهیم انك حمید مجید۔

اَللّٰھُمَّ بارك علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما بارکت علی ابراهیم وعلیٰ اٰل ابراهیم انك حمید مجید

"یعنی اے اللہ! اپنی خاص رحمت فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر جیسا کہ آپ نے رحمت فرمائی حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام پر اور ان کی آل پر۔ ساری حمد وستائش کے بعد سزاوار اور بزرگی وعظمت والے آپ ہی ہیں۔ اے اللہ! خاص برکتیں نازل فرما حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر جیسا کہ آپ نے خاص برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر۔ ساری حمد وستائش کے سزاوار اور عظمت و بزرگی والے آپ ہی ہیں۔"

اس کے علاوہ اور بھی متعدد درود شریف احادیث میں آئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو تعلیم فرمائے۔

(درس قرآن:5/188،189)

فضائل

1۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ جل شانہ اس پر دس دفعہ صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

2۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کے سامنے میرا تذکرہ آئے اس کو چاہیے کہ مجھ پر درود بھیجے اللہ جل شانہ اس پر درود بھیجے گا اور اس کی دس خطائیں معاف کرے گا اور اس کے دس درجات بلند کرے گا۔

3۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ کے لیے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جن کا خاص کام یہی ہے کہ وہ روئے زمین پر پھرتے رہتے ہیں اور میرا جو امتی مجھ پر صلوٰۃ وسلام بھیجے وہ اس کو مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

4۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ مجھ پر ہزاروں دفعہ درود شریف پڑھے تو اس کو موت نہ آئے گی جب تک کہ وہ اپنی جگہ جنت میں نہ دیکھ لے گا۔

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان والوں کو پیار بھری نصیحت فرمائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتہائی تعظیم وتکریم کریں جس کی ایک خوبصورت تدبیر صلوٰۃ وسلام بھیجنا ہے۔(درس قرآن:5/ 190)

دعا

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو خاتم الانبیاء والمرسلین کی امت میں پیدا فرمایا اور دین اسلام کی دولت سے نوازا۔حق تعالیٰ ہمیں اس نعمت عظمیٰ کی قدر کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا و پکا متبع وفادار امتی ہونا نصیب فرمائے۔آمین!(درس قرآن:5/ 170)

اہلِ کتاب کی روش اختیار کرنے سے بچنا

65۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا (الاحزاب:69)

''اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے موسیٰؑ کو اذیت پہنچائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ان باتوں سے بری ثابت کیا، اور وہ اللہ کے نزدیک باعزت تھے۔'' (ریاض القرآن:428)

تقویٰ اور درست بات کہنے کی تاکید

66۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (سورۃ الاحزاب:70)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو۔'' (ریاض القرآن:428)

پسِ منظر

یہ دونوں آیات مبارکہ آپس میں مضمون کے لحاظ سے مربوط ہیں۔ ان سے گزشتہ آیات میں اللہ اور رسول کی مخالفت احکام جس کو ایذا سے تعبیر فرمایا گیا تھا اس پر وعید سنائی گئی تھی اور ایسے لوگوں کو قیامت میں جو حسرت وندامت ہوگی اس کو بیان فرمایا گیا تھا کہ اس دن غایت حسرت سے یوں کہیں گے کہ کاش ہم نے دنیا میں اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی تو آج اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوتے۔

آیت نمبر 69 کی تفسیر

مسلمانوں کو عام ہدایت کی جاتی ہے کہ تم اپنے رسول ﷺ کے ساتھ کوئی برتاؤ ایسا نہ کرنا جیسا کہ بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ جھوٹے الزامات لگائے اور بے سروپا تہمتیں آپ کے سر پر تھوپیں۔ تو جنہوں نے تہمت تراش کر موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دی تھی۔ اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تو کچھ نہ بگڑا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بڑے معزز پیغمبر تھے۔

حدیث مبارکہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت حیا کرنے والے اور اپنے بدن کو چھپانے والے تھے ان کے بدن کو کوئی نہ دیکھتا تھا۔ جب غسل کی ضرورت ہوتی تو پردہ کے اندر غسل کرتے تھے۔ ان کی قوم بنی اسرائیل میں عام طور پر یہ رواج تھا کہ مرد سب کے سامنے ننگے ہو کر نہاتے تھے، تو بعض بنی اسرائیل کہنے لگے کہ موسیٰؑ جو کسی کے سامنے نہیں نہاتے اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے بدن میں کوئی عیب ہے۔ یا تو برص ہے یا خصیتین بہت بڑے ہوئے ہیں یا کوئی اور آفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ موسیٰؑ کی اس طرح کے عیوب سے براءت کا اظہار فرما دیں۔ ایک روز موسیٰؑ نے خلوت میں غسل کرنے کے لیے اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیے، جب غسل سے فارغ ہو کر اپنے کپڑے لینا چاہے تو یہ پتھر (بحکم خداوندی حرکت میں آ گیا) کپڑے لے کر بھاگنے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی لاٹھی اٹھا کر پتھر کے پیچھے یہ کہتے ہوئے چل دیے ثوبی حجر۔ ثوبی حجر اے پتھر! میرے کپڑے، اے پتھر! میرے کپڑے، مگر پتھر چلتا رہا یہاں تک کہ یہ پتھر ایسی جگہ جا کر ٹھہرا جہاں بنی اسرائیل کا ایک مجمع تھا، اس اس وقت بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو سر سے پاؤں تک ننگا دیکھا تو بہترین صحیح وسالم بدن دیکھا (جس میں ان کی طرف منسوب کیا ہوا کوئی عیب نہ تھا) اس طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی براءت ان عیوب سے سب کے سامنے ظاہر فرما دی۔ پتھر یہاں پہنچ کر ٹھہر گیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے اٹھا کر پہن لیے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے پتھر کو لاٹھی سے مارنا شروع کیا۔ خدا کی قسم اس پتھر میں موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے تین، چار یا پانچ اثر قائم ہو گئے۔

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا

''اور تھے موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نزدیک صاحب وجاہت۔''

اللہ کے نزدیک کسی کی وجاہت اور جاہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرمائیں، اس کی خواہش کو رد نہ کریں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ حفظہ اللہ کا مستجاب الدعوات ہونا قرآن سے واقعات کثیرہ کی صورت میں ثابت ہے۔ جن میں انہوں نے کسی چیز کی دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے اسی طرح قبول فرمایا۔ ان میں سب سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ ہارون حفظہ اللہ کو پیغمبر بنانے کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے قبول فرما کر ان کو موسیٰؑ کے ساتھ شریک رسالت بنا دیا حالانکہ منصب نبوت کسی کو کسی کی سفارش پر نہیں دیا جاتا۔ (ابن کثیر)

الغرض یہاں عام مسلمانوں کو ہدایت فرمائی گئی کہ تم یہودیوں کی سی حرکت نہ کرنا۔ تمہاری روش اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہ نہ ہونی چاہیے جو بنی اسرائیل کی روش موسیٰؑ کے ساتھ تھی۔ (درس قرآن: 5 / 193

آیت نمبر 70 کی تفسیر

عام مسلمانوں کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ تم اللہ سے ڈرو یعنی ہر امر میں اطاعت اللہ اور اطاعت رسول کا خیال رکھو اور بالخصوص

زبان سے کلام کرنے میں اس کا بہت ہی خیال رکھو اور ہمیشہ اللہ کے خوف وڈر سے منہ سے سیدھی، سچی راست اور دیانت داری کی بات کہو۔ اور جب تم تقویٰ اور راستی اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں تمہارے اعمال کو قبول کرے گا۔ اور تمہارے کام سنوار دے گا۔ اور تمہاری خطائیں اور لغزشیں معاف کردے گا اور یہ ثمرات اطاعت پر ہیں اور اطاعت وہ چیز ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔ (درس قرآن:5/198)

یہاں اصل حکم سب مسلمانوں کو یہ دیا گیا ہے کہ اتَّقُوا اللّٰہَ یعنی تقویٰ اختیار کرو۔ جس کی حقیقت تمام احکام الٰہیہ کی مکمل اطاعت ہے کہ تمام اوامر کی تعمیل کرے اور تمام منہیات و مکروہات سے اجتناب کرے اور ظاہر ہے کہ یہ کام آسان نہیں اس لیے اتَّقُوا اللّٰہَ کے بعد ایک خاص عمل کی ہدایت کی جاتی ہے یعنی اپنے کلام کی درستی اور اصلاح یہ بھی اگرچہ تقویٰ ہی کا ایک جزو ہے مگر ایسا جزو ہے کہ اس پر قابو پا لیا جائے تو باقی اجزاءِ تقویٰ خود بخود حاصل ہوتے چلے جائیں گے۔ جیسا کہ خود آیات مذکور میں قول سدید اختیار کرنے کے نتیجہ میں (اگلی آیت مبارکہ میں) يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ کا وعدہ ہے یعنی اگر تم نے اپنی زبان کو غلط باتوں سے روک لیا اور کلام درست اور بات سچی سیدھی صاف کہنے کے خوگر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی اصلاح فرمائیں گے اور سب کو درست کر دیں گے اس طرح وہ سب قبول ہوں گے اور یہ بھی وعدہ فرمایا يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ یعنی جو لغزشیں تم سے سرزد ہوئیں ان کو معاف فرما دیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ ایک صرف زبان اور کلام کی درستی دین و دنیا دونوں کے کام درست کرنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی زبانوں کی حفاظت اور کلام کی درستگی کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔ آمین (درس قرآن:5/200)

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ کا ترجمہ یہ ہے کہ "کہو بات سیدھی کہ سنوار دے تم کو تمہارے کام" (معارف القرآن:242)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھری نصیحت فرمائی کہ تم یہودیوں کی سی حرکت نہ کرنا۔ تمہاری روش اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہ نہ ہونی چاہیے جو بنی اسرائیل کی روش موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ تم اللہ سے ڈرو یعنی ہر امر میں اطاعت اللہ اور اطاعت رسول کا خیال رکھو۔ اور بالخصوص کلام کرنے میں اس کی بہت رعایت رکھو کہ جب بات کرنا راستی کی بات کہو۔ (درس قرآن:5/200)

دعا

یا اللہ! ہمیں ایسے قول و فعل سے بچا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی اور اذیت کا باعث ہو۔ ہمیں سچے ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا اتباع بھی نصیب فرما اور ہمیں ہر حال میں راستی اور صداقت پر قائم رکھ۔ اور ہم سے جو کوتاہیاں سرزد ہو چکی ہیں انہیں اپنی رحمت سے معاف فرما۔ آمین (درس قرآن:5/200)

مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب

67

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (سورۃ محمد:7)

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو جما دے گا۔''

(ریاض القرآن:508)

پسِ منظر

مذکورہ آیات سے پہلے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب میں اس کی وجہ بتائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو یہ قدرت ہے کہ ان کافروں اور دشمنان اسلام کو کوئی آسمانی عذاب بھیج کر ''عاد'' و ''ثمود'' وغیرہ کی طرح ہلاک کر ڈالے لیکن جہاد و قتال مشروع کر کے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا امتحان لینا تھا۔ وہ دیکھتا ہے کہ کتنے مسلمان اللہ کے راستے میں جان و مال نثار کرنے کے لیے تیار ہیں اور کفار میں کتنے لوگ ان تنبیہی کارروائیوں سے بیدار ہوتے اور اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو اللہ نے رکھی ہے۔ (درس قرآن:6/33)

تفسیر

یہاں یہ آیت بڑی قابل غور ہے کہ ''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔''

اللہ کی مدد سے مراد ہے کہ اللہ کے دین کی مدد۔ یہاں صاف فرمایا گیا کہ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا اور جب اللہ تعالیٰ مدد فرمائے تو کامیابی میں کیا شک۔ تو گویا اللہ کی مدد مشروط ہے اللہ کے دین کی مدد کے ساتھ، اسی سے اس کی ضد بھی سمجھ لی جائے کہ اگر اللہ کے دین کی مدد نہیں کی جائے گی تو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد بھی شامل حال نہ ہوگی اور پھر جب اللہ کی مدد شامل حال نہ ہوگی تو پھر جو درگت مسلمانوں کی بنے اور جو سزا ملے اور جو ناکامی پیش آئے وہ تھوڑی ہے۔ تو مسلمانوں سے یہ خطاب صاف ظاہر فرما رہا ہے کہ اے مسلمانو! اگر تم اللہ کی مدد کو اپنے شامل حال رکھنا چاہتے ہو تو پھر اللہ کے دین کی مدد والی شرط پوری کرنا بھی لازم ہے اور اللہ کی مدد یعنی اللہ کے دین کی مدد کیا ہے؟ یہی کہ دین کے ہر شعبے میں دین کو قائم کیا جائے۔ احکامِ

شریعت جاری وساری ہوں قوانین خداوندی کی پابندی ہو۔شعائر اسلام کا قیام ہوان کی عظمت و بلندی ہو۔قرآنی اوامر ونواہی کا نفاذ ہو۔جن باتوں کے کرنے کا اللہ ورسول نے حکم دیا ہے ان کا اتباع اور فرمانبرداری ہواور جن باتوں سے اللہ اور رسول نے منع فرمایا ہے۔ان سے کامل اجتناب، دوری اور پرہیز ہو۔حکومت ہوتو قرآن وسنت کے موافق، عدالت وانصاف ہوتو قرآن و حدیث کے مطابق،تعزیرات اور سزائیں ہوں تو اسلامی قوانین کے ماتحت الغرض قرآن ایک دوجگہ نہیں دسیوں جگہ یہ صاف صاف ظاہر فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی حمایت ونصرت بندوں کے ساتھ ان کے ایمان واسلام کے ساتھ ہے۔اس لیے اللہ کی حمایت اور نصرت اور تائید حاصل جبھی ہوسکتی ہے جب ایمان واسلام کا دامن مضبوطی سے تھاما جائے۔(درس قرآن:6/33)

پیار بھری نصیحت

ایمان والوں کو پیار بھرے انداز میں خطاب کیا جاتا ہے کہ اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو گے اور اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو کفار کے مقابلہ میں ثابت قدم رکھے گا اور دشمنوں کے مقابلہ میں تمہارے قدم جما دے گا۔

(درسِ قرآن:6/34)

دعا

یااللہ! دین واسلام کی سچی محبت واطاعت ہم سب کو، ہماری قوم کو، ہمارے ملک کو اور تمام عالم کے مسلمانوں کو نصیب فرما۔آمین!(درس قرآن:6/34)

اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کا حکم

68۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ (سورۃ محمد:33)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔''

(ریاض القرآن:511)

ربط

گزشتہ آیات سے منافقین کا ذکر ہوتا چلا آیا ہے اور وہ اپنی نفاق کی وجہ سے جو جہاد سے جان چراتے تھے اس پر ان کی مذمت فرمائی گئی تھی اور بتایا گیا کہ جہاد وغیرہ کے احکام سے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی آزمائش مقصود ہے۔

تفسیر

آیتِ مبارکہ میں اہل ایمان کو نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ جہاد یا اللہ کی راہ میں اور کوئی محنت و ریاضت اسی وقت مقبول ہے جب اللہ اور رسول کے حکم کے موافق ہو۔ محض اپنی طبیعت کے شوق یا نفس کی خواہش پر وہ کام نہ ہو، ورنہ ایسا عمل یوں ہی بیکار ضائع جائے گا اور مسلمان کا کام نہیں کہ جو نیک عمل کر چکا ہے یا کر رہا ہے اس کو کسی صورت سے ضائع ہونے دے۔ اسی میں ریا، عجب، نام و نمود اور غرور و تکبر وغیرہ سب آ گئے کہ جو مومن کے اعمال کو ضائع کرنے والے ہیں اور نہ صرف اعمال ضائع ہوتے ہیں بلکہ نیکی برباد گناہ لازم کے مصداق ہوتے ہیں۔

احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی یہی بتلایا ہے کہ تمام اچھے اعمال و اخلاق کی روح و جان ''اخلاص اور للّٰہیت'' ہے۔ اگر بظاہر اچھے سے اچھے اعمال اس سے خالی ہوں اور ان کا مقصد رضائے الٰہی نہ ہو بلکہ نام و نمود یا اور کوئی ایسا ہی جذبہ ان کا محرک ہو تو اللہ کے نزدیک ان اعمال کی کوئی قیمت نہیں اور ان پر کوئی ثواب ملنے والا نہیں۔ بلکہ بجائے ثواب کے خدا کے عذاب کا مستحق ہوگا۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ ''جب

الحزن''غم کے کنویں یا غم کی خندق سے پناہ مانگا کرو۔ بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''**جب الحزن**'' کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہنم میں ایک وادی یا خندق ہے جس کا حال اتنا برا ہے کہ خود جہنم ہر دن میں 400 مرتبہ اس سے پناہ مانگتی ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس میں کون لوگ جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ قراء (پڑھنے والے) جو دوسروں کو دکھانے کے لیے اعمال کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ، تو دیکھیے قرآن کا پڑھنا کتنے اعلی درجے کا اور دین داری کا کام ہے مگر ریا کی بدولت اور اخلاص وللّٰہیت نہ ہونے کی وجہ سے کتنی سخت سزا اس کی بیان فرمائی گئی۔

مسلم شریف کی وہ حدیث بھی مشہور ہے کہ قیامت کے دن دوزخ میں ڈالے جانے کا پہلا فیصلہ ریا کار عالم وعابد، ریا کار مجاہد و شہید اور ریا کار سخی کے بارے میں کیا جائے گا۔ یہ احادیث کس قدر لرزا دینے والی ہیں روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ احادیث کو بیان کرتے وقت کبھی کبھی بے ہوش ہو جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت معاویہؓ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ یہ حدیث ان کے سامنے بیان کی گئی تو وہ بہت روئے اور روتے روتے بے حال ہو گئے۔

غور کیجئے کہ جب ایسے اعلی اعمال کا انجام بھی ریا اور نام نمود اور طلب شہرت کے باعث ایسا عبرت ناک ہو سکتا ہے تو دوسرے اعمال کا تو کہنا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہماری حفاظت فرمائے اور ہم کو اخلاص اور للّٰہیت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پیار بھری نصیحت

ایمان والوں کو پیار بھری نصیحت فرمائی گئی کہ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو اور اللہ اور رسول کے احکام کے خلاف کر کے اعمال کو برباد مت کرو۔

دعا

یا اللہ! رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت اور نافرمانی سے امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کو بچا لیجیے اور اسلام و مسلمین کو غلبہ عطا فرما۔ آمین!

آدابِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم

69۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (سورۃ الحجرات:1)

''اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔'' (ریاض القرآن:516)

شانِ نزول

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ بنوتمیم کا ایک قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ قعقاع بن معبد کو اس کا امیر مقرر کر دیں، حضرت عمرؓ نے کہا کہ نہیں، بلکہ اقرع بن حابسؓ کو اس کا امیر بنا دیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ تم تو میرے خلاف ہی چلنا چاہتے ہو؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں آپ کے خلاف نہیں چلنا چاہتا ہوں۔ دونوں میں نزاع بڑھا، آوازیں بلند ہونے لگیں تو اس پر مذکورہ آیت کا نزول ہوا۔ رواہ البخاری عن الحسن بن محمد الصباح

(آیاتِ قرآنی کے شان نزول:397)

تفسیر

اس سورۃ کی ابتدا ہی سے ایمان والوں کو خطاب کر کے آداب واحکام کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اسلام میں سب سے اول اور اہم مسئلہ اللہ اور رسول کی تعظیم وعظمت کا ہے کیونکہ جب اللہ اور رسول کی عظمت وعزت دل میں ہوگی تو ان کے احکام کی تعمیل بھی ہوگی۔ اس آیت میں سب سے پہلے پہلا حکم ایمان والوں کو یہ دیا جاتا ہے کہ جس معاملہ میں اللہ اور رسول کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہو اس کا فیصلہ پہلے ہی آگے بڑھ کر اپنی رائے سے نہ کر بیٹھو بلکہ حکم الٰہی کا انتظار کرو اور جس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کچھ ارشاد فرمائیں خاموشی سے کان لگا کر سنو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بولنے سے پہلے خود بولنے کی جرات نہ کرو، جو حکم ادھر سے ملے اس پر بے چوں و چرا اور بلا پس وپیش عامل بن جاؤ۔ اپنی غرض اور رائے کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احکام پر مقدم نہ رکھو بلکہ اپنی خواہشات وجذبات کو اللہ اور

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے تابع بناؤ۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی ہوائے نفس یعنی اس کی خواہشات اور نفسی میلانات میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہوجائے۔

پس قرآن کریم کی اس آیت کا تقاضا اور مطالبہ بھی یہی ہے جو اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ حقیقی ایمان جب ہی حاصل ہو سکتا ہے اور ایمانی برکات تب ہی نصیب ہوسکتی ہیں جبکہ آدمی کے نفسی میلانات اور اس کے جی کی چاہتیں کلی طور پر احکام الٰہیہ اور ہدایات وارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع اور ماتحت ہوجائیں۔

تجربہ بھی اس بات پر شاہد ہے کہ مسلمانوں کے آپس میں بیشتر نزاعات ومناقشات خودرائی اور غرض پرستی ہی کے ماتحت وقوع پذیر ہوتے ہیں۔جس کا واحد علاج یہ ہے کہ مسلمان اپنی شخصی رایوں اور غرضوں کو کسی ایک بلند معیار کے تابع کردیں اور ظاہر ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے بلند کوئی معیار مومن کے لیے نہیں ہوسکتا۔اور ایسا کرنے میں ہوسکتا ہے کہ وقتی اور عارضی طور پر کسی تکلیف یا نقصان کو اٹھانا پڑے لیکن اس کا آخری انجام یقینی طور پر دین ودنیا کی سرخروئی اور کامیابی ہے۔اسی سے اس کی ضد کو بھی سمجھ لیا جائے یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات وارشادات چھوڑ کر دوسری باتوں میں خواہ وقتی اور عارضی کیسی ہی دلربائی نظر آتی ہو لیکن اس کا آخری انجام مسلمان کے لیے یقینی طور پر دین ودنیا کے خسارہ اور نقصان کے علاوہ ہرگز کچھ نہیں۔تو گویا پہلا حکم یہاں اہل ایمان کو آیت میں یہ دیا گیا کہ اللہ اور رسول سے کسی معاملہ میں پیش قدمی نہ کی جائے بلکہ سچی فرمانبرداری اور تعظیم اختیار کی جائے۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس رسول کی سچی فرمانبرداری اور تعظیم اس وقت میسر ہوسکتی ہے جب خدا کا خوف دل میں ہو۔اگر دل میں خوف خداوندی نہیں تو بظاہر دعوی اسلام کو نباہنے کے لیے اللہ اور رسول کا نام بار بار زبان پر لائے گا اور بظاہر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کو سامنے رکھے گا لیکن فی الحقیقت اپنی اندرونی خواہشات واغراض کی تحصیل کے لیے ایک حیلہ اور آلہ کار بنائے گا۔اس لیے آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ یادرہے کہ جو زبان پر ہے اللہ تعالیٰ اسے سنتا ہے اور جو دل میں ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی جانتا ہے۔پھر اس کے سامنے یہ فریب کہ ظاہر کچھ اور باطن کچھ کیسے چل سکے گا۔اس لیے آدمی کو چاہیے کہ حق تعالیٰ سے سچا خوف اور ڈر دل میں رکھ کر کام کرے۔

اس آیت کے تحت بعض علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ علمائے دین اور مشائخ دین کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ وارث انبیاء ہیں اور دلیل میں یہ واقعہ نقل فرمایا کہ کسی موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت ابودرداءؓ جو ایک صحابی ہیں وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آگے چل رہے ہیں تو یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابودرداءؓ کو تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ کیا تم ایسے شخص سے آگے چلتے

ہو جو دنیا اور آخرت میں تم سے بہتر ہے اور فرمایا کہ دنیا میں آفتاب کا طلوع وغروب کسی ایسے شخص پر نہیں ہوا جو انبیاء کے بعد ابوبکر سے بہتر وافضل ہو۔(معارف القرآن)

اسی لیے علماء نے فرمایا کہ اپنے استاد اور مرشد کے ساتھ بھی یہی ادب ملحوظ رکھنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس ادب پر عمل پیرا ہونے کی توفیق وسعادت نصیب فرمائیں۔(درس قرآن:6/ 83،84)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو پیار بھری نصیحت فرمائی کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے پہلے تم کسی قول یا فعل میں سبقت مت کیا کرو۔اور اللہ سے ڈرو۔

دعا

یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی سچی توقیر واحترام عطا فرما۔تاکہ ہر معاملہ میں ہم کو قرآن و سنت کی ہدایت کا اتباع نصیب ہو۔آمین!(درس قرآن:6/ 84)

آدابِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم

70

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (سورۃ الحجرات:2)

''اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اوپر مت کرو اور نہ اس کو اس طرح آواز دے کر پکارو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔''

(ریاض القرآن:516)

شانِ نزول

یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ان کے کان میں ثقل تھا اور یہ بلند آواز تھے۔ جب بات کرتے تو اونچی آواز میں بات کرتے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اس طرح بات کرتے، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچتی، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ثابت بن قیسؓ فرمانے لگے کہ میں ہی وہ شخص ہوں جو اپنی آواز کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر بلند کرتا تھا اور میں اہل جہنم میں سے ہوں، یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ جنتی ہے۔'' (رواہ مسلم عن قطر بن نسیر)

ابن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں کہ قریب تھا کہ دو نیک آدمی ہلاک ہو جاتے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی آوازیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بلند ہو گئیں۔ جب بنو تمیم کا قافلہ آیا تو ایک نے اقرع بن حابس کو امیر مقرر کرنے کا کہا اور دوسرے نے کسی اور کی طرف اشارہ کیا، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ سے کہنے لگے کہ تم تو میرے خلاف ہی چلو گے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرا ارادہ آپ کی مخالفت کا نہیں ہے، آوازیں بلند ہونے لگیں تو اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

ابن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت عمرؓ کا حال یہ ہو گیا تھا کہ بسا اوقات ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا۔ (آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول:398)

مذکورہ آیت میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اپنی آوازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز سے بلند نہ کیا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں نہ شور وشغب کیا جائے اور نہ چیخ کر بات کی جائے اور جیسے آپس میں بے تکلفی سے بات چیت کرتے ہو اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بات چیت نہ کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کرنا خلاف ادب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خطاب کرو تو نرم آواز سے، تعظیم واحترام کے لہجے میں، ادب وشائستگی کے ساتھ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گفتگو کرتے وقت پوری طرح احتیاط رکھنی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا اونچا بولنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ناگوار خاطر ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تکدر و اذیت پیش آئے۔ اگر ایسا ہوا تو تم کہیں کے نہ رہو گے اور تمہارا سارا کیا کرایا اکارت ہو جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناخوشی کے بعد مسلمان کا ٹھکانہ کہاں۔ تو بلند آوازی اور بے تکلفی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گفتگو کرنے سے منع فرمایا گیا اور یہ اس لیے کہ کہیں کسی وقت یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناراضگی اور ایذا کا باعث نہ ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایذا دہی موجب حبط عمل ہے تو ایسا کرنے سے خدشہ ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ تمام اعمال حبط کر لے اور تمہیں اس کا پتہ بھی نہ چلے۔ علاوہ مجلس نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یوں بھی زبان سے بات نکالنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

چنانچہ ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک شخص اللہ کی رضامندی کا کوئی کلمہ ایسا کہہ گزرتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کلمہ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ کو وہ اتنا پسند آتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ جنتی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی انسان خدا کی ناراضگی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ جاتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن خدا تعالیٰ اسے اس کلمہ کی وجہ سے جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں پہنچا دیتا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

تو ان آیات میں اللہ رب العزت نے جو آداب نبوت تعلیم فرمائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان آداب کی درجہ کمال میں تعمیل فرمائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اتنا ادب کرتے تھے کہ دیکھنے والے ششدر رہ جاتے تھے۔ سامنے مجلس نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بیٹھتے تو معلوم ہوتا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گفتگو فرماتے تو خاموشی چھا جاتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وضو فرماتے تو محبت اور ادب میں صحابہ رضی اللہ عنہم وضو کا پانی اپنے ہاتھوں میں لے لیتے اور اپنے چہروں اور بدنوں پر مل لیتے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آواز قدرتاً بلند تھی وہ بہت گھبرائے اور پریشان خاطر ہوئے کہ کہیں بلند آوازی سے گفتگو کرنے پر اعمال حبط ہو جانے کی وعید کے مرتکب نہ ہو جائیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذرا سی بھی ناراضگی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ پھر جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات مبارک میں آپ

ﷺ کے سامنے یا آپ ﷺ کی مجلس میں بلند آواز سے بولنا ممنوع تھا۔علماء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی قبر شریف کے پاس بھی بلند آواز سے بولنا مکروہ ہے۔اس لیے کہ رسول ﷺ جس طرح اپنی حیات مبارکہ میں قابل احترام وعزت تھے اسی طرح اب بھی آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں بھی باعزت اور قابل احترام ہی ہیں۔روایت میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب ؓ نے دو شخصوں کی کچھ بلند آوازیں مسجد نبوی میں سن کر وہاں آ کر ان سے دریافت فرمایا۔تمہیں معلوم بھی ہے کہ تم کہاں ہو؟ پھر ان سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا کہ طائف کے۔آپ نے فرمایا کہ اگر مدینہ کے ہوتے تو میں تمہیں پوری سزا دیتا۔

ان آیات سے متعلق شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک تنبیہ لکھی ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضور ﷺ کی احادیث سننے اور پڑھنے کے وقت بھی یہی ادب چاہیے اور قبر شریف کے پاس جو حاضر ہو وہاں بھی ان آداب کو ملحوظ رکھے۔نیز آپ ﷺ کے خلفاء،علماء،ربانیین اور اولوالامر کے ساتھ درجہ بدرجہ اسی ادب سے پیش آنا چاہیے تاکہ جماعتی نظام قائم رہے۔فرق مراتب نہ کرنے سے بہت سے مفاسد اور فتنوں کا دروازہ کھلتا ہے۔''

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب حضور ﷺ کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا خلاف ادب ہے تو آپ ﷺ کے احکام و ارشادات سننے کے بعد ان کے خلاف آواز اٹھانا کس درجہ کا جرم وگناہ ہوگا جو کہ ہمارے معاشرے میں ایک طبقہ کا محبوب مشغلہ بنا ہوا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہی اس پرفتن دور میں ہمارے دین وایمان کی حفاظت فرمائے۔آمین!(درس قرآن:6/75۔77)

پیار بھری نصیحت

ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھرے انداز میں آداب نبوت تعلیم فرمائے۔(درس قرآن:6/86)

دعا

یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنی اور اپنے رسول پاک ﷺ کی سچی اور پکی محبت وعظمت وعزت اتار دے اور ہمارے لیے اپنے احکام اور رسول ﷺ کی ہدایات پر چلنا آسان فرما دے کہ اسی میں ہماری دین ودنیا کی بہتری اور بھلائی ہے۔

یا اللہ! ہمیں علمائے ربانی حقانی کے ادب واحترام کی توفیق نصیب فرما کہ جن کے واسطے ہم کو قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ کا علم حاصل ہوا۔یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرما کہ ہم آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے باز آجائیں اور آپ کے اطاعت گزار اور فرمانبردار بندے بن کر زندہ رہیں۔آمین!(درس قرآن:6/84)

فاسق کی خبر کی تحقیق کا حکم

71۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ (سورۃ الحجرات:6)

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لائے تو تم اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانی سے کوئی نقصان پہنچا دو پھر تم کو اپنے کیے پر پچھتانا پڑے۔'' (ریاض القرآن:517)

شانِ نزول

یہ آیت ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بنو مصطلق کی طرف زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ ولید بن عقبہ کی بنو مصطلق والوں سے پرانی دشمنی چلی آ رہی تھی۔ جب وہاں کے لوگوں کو معلوم ہوا تو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی خاطر ان کے استقبال کے لیے بستی سے باہر آئے۔ شیطان نے ان کو سجھایا کہ یہ لوگ قتل کے ارادے سے آئے ہیں۔ چنانچہ ولید خوفزدہ ہو کر راستہ سے ہی واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے اور حاضر خدمت ہو کر کہا کہ بنو مصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور میرے قتل کا ارادہ کیا ہے۔ اس پر آپ ﷺ برافروختہ ہوئے اور ان پر لشکر کشی کا ارادہ فرمایا، جب مصطلق کے لوگوں کو ولید کی واپسی کا پتہ چلا تو بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہمیں آپ ﷺ کے قاصد کے آنے کی خبر ملی تو ہم ان کے اکرام و استقبال کے لیے بستی سے باہر آئے تا کہ ہماری طرف اللہ تعالیٰ کا جو حق ہے اس کو ادا کریں لیکن یہ واپس ہی چلے آئے، ہمیں خدشہ ہوا کہ شاید یہ اس لیے راستہ سے ہی واپس آ گئے ہیں کہ آنجناب ﷺ کی طرف سے غضب بھرا مکتوب گرامی ان کو ملا ہوگا۔ اس میں آپ ﷺ نے ہم پر ناراضگی کا اظہار کیا ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے غضب سے پناہ پکڑتے ہیں۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حارث بن ضرارؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے اسلام کی دعوت دی اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔ میں نے اسلام قبول کیا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا اقرار کیا اور عرض کیا کہ میں اپنی قوم میں جا کر ان کو بھی اسلام

اور ادائے زکوٰۃ کی طرف دعوت دوں گا جو لوگ میری بات مان لیں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے میں ان کی زکوٰۃ کو جمع کرلوں گا اور آپ ﷺ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ تک اپنا کوئی قاصد میرے پاس بھیج دیں تاکہ جو رقم زکوٰۃ کی میرے پاس جمع ہوجائے اس کو سپرد کردوں۔ پھر جب حارث نے حسب وعدہ ایمان لانے والوں کی زکوۃ جمع کرلی اور وہ مہینہ اور تاریخ جو قاصد بھیجنے کے لیے طے ہوئی تھی گزر گئی اور آپ ﷺ کا کوئی قاصد نہ پہنچا تو حارث کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ شاید رسول ﷺ ہم سے کسی بات پر ناراض ہیں ورنہ یہ ممکن نہیں تھا کہ آپ ﷺ وعدے کے مطابق اپنا آدمی نہ بھیجتے۔

حارث نے اس خطرہ کا ذکر اسلام قبول کرنے والوں کے سرداروں سے کیا اور ارادہ کیا کہ یہ سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوجائیں، ادھر واقعہ یہ ہوا کہ حضرت محمد ﷺ نے مقررہ تاریخ پر ولید بن عقبہؓ کو اپنا قاصد بنا کر زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیج دیا تھا مگر ولید بن عقبہ کو راستہ میں خیال آیا کہ اس قبیلہ کے لوگوں سے میری پرانی دشمنی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مجھے قتل کرڈالیں۔ اس خوف کے سبب وہ راستہ ہی سے واپس ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ سے جا کر کہا کہ ان لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا اور میرے قتل کا ارادہ کیا۔ اس پر رسول ﷺ کو غصہ آیا اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے سرکردگی میں ایک دستہ مجاہدین کا روانہ کیا۔ ادھر یہ دستہ مجاہدین کا روانہ ہوا ادھر سے حارث بن ضرار مع اپنے ساتھیوں کے حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لیے نکلے۔ مدینہ کے قریب دونوں کی ملاقات ہوئی۔ حارث نے ان لوگوں سے پوچھا کہ آپ کن لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ حارث نے سبب پوچھا تو اس کو ولید بن عقبہ کے بھیجنے کا اور ان کی واپسی کا واقعہ بتلایا گیا اور یہ کہ ولید بن عقبہ نے حضور ﷺ کے سامنے یہ بیان دیا ہے کہ بنی مصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا اور میرے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حارث نے یہ سن کر کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے میں نے ولید بن عقبہ کو دیکھا تک نہیں اور نہ وہ میرے پاس آئے۔ اس کے بعد حارثؓ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو پیغام حق دے کر بھیجا ہے نہ وہ میرے پاس آئے نہ میں نے ان کو دیکھا۔ پھر جب مقررہ تاریخ پر آپ ﷺ کا قاصد نہ پہنچا تو مجھے خطرہ ہوا کہ شاید مجھ سے کوئی قصور ہوگیا ہو جس پر حضور ﷺ ناراض ہوئے اس لیے میں حاضر خدمت ہوا۔ حارثؓ فرماتے ہیں کہ اس پر سورۃ الحجرات کی مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (آیاتِ قرآنی کے شان نزول:403)

تفسیر

آیتِ مبارکہ میں ایک دوسری ہدایت دی جاتی ہے۔ اکثر نزاعات ومناقشات اور لڑائی جھگڑوں کی ابتدا جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے اس لیے اس اختلاف اور تفریق کے سرچشمہ ہی کو بند کرنے کی تعلیم دی گئی یعنی کسی خبر کو یوں ہی بے تحقیق قبول نہ کرنا چاہیے۔

مسلمانوں کو ہدایت فرمائی گئی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے کسی خبر یا رائے پر عمل نہ کریں تو برا نہ مانو، حق لوگوں کی خواہش یا رائے کے تابع نہیں ہوسکتا۔ ایسا ہو تو زمین وآسمان کا سارا کارخانہ ہی درہم برہم ہو جائے۔

اس قرآنی حکم کہ ''خبروں کی تحقیق کرلیا کرو کہ آیا یہ صحیح ہے یا غلط'' کے نہ برتنے سے نامعلوم کتنے فتنے پیدا ہوتے ہیں اور کتنے گھر خاندان جنگ وجدل میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ آج کل یہ بڑی مصیبت ہے کہ جہاں کسی نے کوئی بات خواہ کیسی جھوٹی لغو ہو کہہ دی تو بس فوراً اس کو مان لیا۔ جس سے نہ کسی عزت والے کی عزت محفوظ ہے اور نہ کسی شریف کا شرف بچا ہوا ہے۔ اس لیے قرآن حکیم نے حکم دیا کہ جب بھی کسی کے متعلق کوئی بات سنے پہلے اس کی جانچ پڑتال اور تحقیق ہونی چاہیے پھر اس پر یقین کرنا چاہیے۔ اب یہ مسئلہ مستقل ہے۔ حضرت تھانویؒ نے بیان القرآن میں لکھا ہے کہ تحقیق کہاں واجب ہے، کہاں جائز ہے اور کہاں ممنوع ہے۔ سو اس میں قول مجمل یہ ہے کہ جہاں تحقیق نہ کرنے سے کوئی واجب شرعی فوت ہوتا ہو وہاں واجب ہے۔ مثلاً کسی نے یہ سنا کہ فلاں شخص مجھے جسمانی یا مالی ضرر پہنچانا چاہتا ہے تو اپنے دفع مضرت کے لیے ایسے موقع پر تحقیق جائز ہے۔ اور اگر تحقیق کرنے سے اپنی کوئی دفعِ مضرت نہیں اور اس دوسرے کو ناگواری ہے تو تحقیق حرام ہے، مثلاً کسی نے سنا کہ فلاں شخص خفیہ شراب پیتا ہے تو تحقیق نہ کرنے سے اپنا کوئی ضرر نہیں اور تحقیق کرنے سے اس شخص کی رسوائی اور فضیحت ہوتی ہے تو یہ تحقیق جائز نہیں۔ اس کا پوشیدہ رکھنا اور چھپانا ضروری ہے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر کسی میں کوئی عیب ہے تو خود مجھ میں اس سے کئی گنا زیادہ عیب موجود ہیں لہٰذا اکرامِ مسلم کا خیال ضروری ہے۔ مگر افسوس کہ آج کثرت سے مسلمان اس مرض میں گرفتار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنا فضل فرما دیں اور ہماری اصلاح کی صورتیں پیدا فرما دیں۔ آمین! (درس قرآن: 6/ 89-90)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھری نصیحت فرمائی کہ خبروں کی تحقیق کرلیا کرو اور حق کو اپنی خواہش یا رائے کے تابع نہ بناؤ بلکہ اپنی خواہشات کو حق کے تابع رکھو۔

دعا

یا اللہ! جملہ قرآنی ہدایات وتعلیمات پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو ارشادات ہم تک پہنچیں، ان پر دل وجان سے ہمیں عمل کرنے والا بنا دیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کے خلاف کرنے سے ہمیں کراہت و نفرت نصیب فرما۔ اور ہماری رائے وخواہش کو شریعت مطہرہ کا پابند بنا اور اب تک جو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق میں کوتاہیاں سرزد ہوئی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیں۔ آمین! (درس قرآن: 6/ 89، 90)

آپس میں مذاق اور طعنہ زنی سے اجتناب کا حکم

72۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (سورۃ الحجرات:11)

''اے ایمان والو! نہ مرد دوسرے مرد کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو، ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا بہت بری بات ہے، اور جو باز نہ آئیں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔'' (ریاض القرآن:517)

شانِ نزول

اس آیت مبارکہ کے مختلف حصوں کے الگ الگ شان نزول ترتیب وار عرض ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ ۔۔۔کا شان نزول

یہ آیت، ثابت بن قیس بن شماس؄ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔قصہ یہ ہوا کہ ثابت؄ کان سے کچھ بہرے تھے، اس لیے جب مجلس نبوی میں حاضر ہوتے تو لوگ ان کو آگے جگہ دیتے اور یہ حضور ﷺ کے قریب بیٹھ جاتے اور آپ ﷺ کے ارشادات سے فیض یاب ہوتے، ایک دن ثابت؄ آئے تو سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ چکے تھے، جگہ تنگ تھی۔ انہوں نے لوگوں کی گردنیں پھلانگنا شروع کر دیا، اور کہنے لگے کہ مجلس میں کشادگی پیدا کرو، کشادگی پیدا کرو، کسی نے ان سے کہا کہ یہ جگہ ہے یہاں بیٹھ جائیں، حضرت ثابت؄ کو برا لگا اور وہیں بیٹھ گئے۔ پھر کسی آدمی نے اشارہ کسی کی طرف کیا کہ یہ کون ہیں؟ اس نے کہا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں۔ ثابت؄ نے طنز کرتے ہوئے کہا کہ نہیں، بلکہ فلاں عورت کا بیٹا ہے، ثابت؄ نے اس کی ماں کا ذکر کیا جس کی وجہ سے اس کو زمانۂ جاہلیت میں عار دلائی جاتی تھی، اس پر اس آدمی نے شرم کے مارے اپنا سر جھکا لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ کا (شان نزول)

اس آیت کا نزول حضور ﷺ کی ان دو ازواج مطہرات؄ کے متعلق ہوا ہے جنہوں نے حضرت ام سلمہ؄ سے مزاح کیا تھا،

سبب یہ ہوا کہ حضرت ام سلمہؓ نے اپنی کمر سے ایک کپڑا باندھا ہوا تھا جس کے کنارے پیچھے کی جانب لٹکائے ہوئے تھے اور اس کو کھینچتی جا رہی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ ذرا اس کو دیکھو کتے کی زبان کی طرح کی چیز اپنے پیچھے کھینچتی جا رہی ہے! یہ بات انہوں نے از راہِ تمسخر کہی تھی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان ازواج مطہراتؓ کے متعلق نازل ہوئی جب انہوں نے ام سلمہؓ کو کوتاہ قد ہونے پر طعنہ دیا تھا۔

حضرت عکرمہؒ، حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت صفیہؓ بنت حی بن اخطب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یہ عورتیں مجھے طعنہ دیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہود یہ بنت یہودیین! آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تم نے انہیں یہ کیوں نہیں کہا کہ میرے باپ ہارون علیہ السلام ہیں، میرے چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں اور میرے شوہر محمد ﷺ ہیں" اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ۔ (شان نزول)

امام شعبیؒ، ابوجبیرابن الضحاکؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد کہتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہمارے ہاں تشریف لائے تو ایک آدمی دوسرے کو برے نام سے پکارنے لگا، کسی نے حضور ﷺ سے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! اس کو یہ نام برا لگتا ہے۔ اس پر آیت بالا نازل ہوئی۔ (آیاتِ قرآنی کے شان نزول:406)

تفسیر

اس آیت میں پہلی چیز جس سے مسلمانوں کو ممانعت فرمائی گئی وہ تمسخر ہے۔ تمسخر وہ ہنسی ہے جس سے دوسرے کی تحقیر اور دل شکنی اور دل آزاری ہو اور یہ حرام ہے اور وہ ہنسی جس سے دوسرے کا دل خوش ہو وہ مزاح اور خوش طبعی کہلاتی ہے اور ایسی ہنسی جائز ہے بلکہ بہت سے حالات میں مستحب ہیں۔ تمسخر یعنی ہنسی اور ٹھٹھا میں کسی کو بے عزت کرنا یہ باہمی عداوت کی جڑ ہے۔ پھر کسی کا مذاق اڑانا اس بات کی دلیل ہے کہ خود تو عیوب سے پاک صاف ہے اور دوسرا قابل مذمت اور لائق تمسخر ہیں۔ یہ رعونت اور تکبر کی شاخ ہے جو اسلام میں قطعاً ممنوع ہے۔

دوسری چیز جس کی آیت میں ممانعت کی گئی وہ طعنہ ہے۔ طعنہ زنی بھی دل دکھانے والی چیز ہے جس سے اتفاق و محبت میں نہ صرف فرق آ جاتا ہے بلکہ اس کی جڑیں ہل جاتی ہیں۔

تیسری چیز جس سے یہاں ممانعت فرمائی گئی وہ **وَلَا تَنَابَزُوْا** ہے یعنی کسی کو چڑانے والوں ناموں سے نہ پکارو مثلاً اندھا، کانا، لنگڑا، لولا۔۔۔ ایسے القاب سے یاد کرنا خواہ کسی میں وہ باتیں موجود ہوں اس سے منع فرمایا گیا۔ اسی طرح کسی کو جاہلیت کے نام اور صفات سے یاد کرنا یا فسق اور برائی کے ناموں سے یاد کرنا یہ سب ممنوع ہے اور یہ سب اتنے بڑے گناہ ہیں کہ اگر اس کا

مرتکب توبہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ظالم ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کے اصل مقام تک پہنچنے کے لیے اور اس کی خاص برکتیں حاصل کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی خودغرضی سے پاک ہو اور اس کے دل میں اپنے دوسرے بھائیوں کے لیے اتنی خیرخواہی ہو کہ جو نعمت اور جو بھلائی اور جو بہتری وہ اپنے لیے چاہے وہ دوسرے بھائیوں کے لیے بھی چاہے اور جو بات اور جو حال وہ اپنے لیے پسند نہ کرے اس کو کسی دوسرے بھائی کے لیے بھی پسند نہ کرے۔ اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ صاحب ایمان نہ ہو جاؤ اور تم پورے مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ تم میں باہم محبت نہ ہو۔ کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتلاؤں کہ اگر اس پر عمل کرنے لگو تو تم میں باہمی محبت پیدا ہوجائے، وہ بات یہ ہے کہ تم اپنے درمیان سلام کا رواج پھیلاؤ اور اس کو عام کرو' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان کا دعوی کرنے والی کسی قوم اور کسی معاشرہ کے ایمان کی تکمیل کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ان میں باہم محبت و مودت ہو۔ اگر ان کے دل ایک دوسرے کی محبت سے خالی ہیں تو سمجھنا چاہیے کہ وہ حقیقت ایمان اور اس کے برکات و ثمرات سے محروم ہیں۔ ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن لعن طعن کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ فحش گو اور نہ بدکلام ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بدکلامی اور فحش گوئی اور دوسروں کے خلاف زبان درازی یہ باتیں ایمان کے منافی ہیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنے بھائی کے عیب کو ظاہر نہ کر شاید اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردے اور تجھ کو مبتلا کردے۔ اسی طرح فرمایا گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں اور یہ کسی کو خبر نہیں کہ کس نے کب توبہ کی۔ ہوسکتا ہے جس کو تم برا کہتے ہو اس نے توبہ کر لی ہو اور جس کو تم تکبر اور غرور میں قابل مذاق سمجھتے ہو وہ تو اپنے عجز و انکسار کی وجہ سے معزز مکرم ہوجائے۔ اور تم اپنی بلندی و پاکی کے زور میں اللہ تعالیٰ کے مجرم ٹھہرو۔ (درس قرآن: 6/94)

پیار بھری نصیحت

ایمان والوں کو پیار بھرے انداز میں ہدایت دی جاتی ہے کہ ایک جماعت دوسری جماعت کے ساتھ نہ مسخراپن کرے، نہ ایک دوسرے پر آوازیں کسی جائیں، نہ کھوج نکال کر عیب نکالے جائیں اور نہ برے ناموں اور برے القاب سے فریق مقابل کو یاد کیا جائے۔

دعا

یا اللہ! ہماری گزشتہ تقصیرات کو معاف فرما اور ہماری توبہ کو قبول فرما۔ آمین

گمان اور غیبت سے بچنے کا حکم

73۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًاؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ.

(سورۃ الحجرات:12)

''اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اور ٹوہ میں نہ لگو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، اس کو تم خود ناگوار سمجھتے ہو۔ اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔'' (ریاض القرآن:518)

ربط

گزشتہ آیات سے وہ ہدایات بیان ہو رہی ہیں کہ اول تو مسلمانوں میں نزاع واختلاف پیدا ہی نہ ہو اور اگر کبھی ایسا ہو جائے تو اس کو ختم کرنے کی ہدایت دی گئی اور ایسی باتوں سے منع فرمایا گیا کہ جس سے اختلاف بڑھتے ہیں۔ اب آگے اس آیت میں مزید ان باتوں سے منع کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کو روکا جاتا ہے کہ جن سے اختلاف اور تفریق باہمی بڑھتی ہے۔ (درس قرآن:6/95)

تفسیر

پہلی چیز جس کی یہاں اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی ہے۔ وہ سوءِ ظن یا بدگمانی ہے۔ یہ بدگمانی ایسی بری چیز ہے کہ اس سے دلوں کے اندر کینے کے اژدھے پلتے ہیں اور جماعت میں افتراق وتشتت پیدا ہوتا ہے۔ اس بدگمانی کی بدولت اچھے اچھے دوست اور رشتہ دار بھی جدا ہو جایا کرتے ہیں۔ اور برخلاف اس خراب عادت کے نیک گمانی ایسی اچھی صفت ہے کہ برے تعلقات کو بھی الفت ومحبت میں تبدیل کر دیتی ہے۔ احادیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیک گمانی کی بڑی تاکید اور بدگمانی سے بچنے کی سخت ضرورت واہمیت بیان فرمائی ہے۔

ابن ماجہ میں ایک حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ طواف کرتے ہوئے خانہ کعبہ کو مخاطب کر کے فرمایا تو کتنا پاک

گھر ہے۔ تو کیسی اچھی خوشبو والا ہے۔ تو کس قدر عظمت والا ہے اور کیسی بڑی حرمت والا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ مومن کی حرمت اس کے مال اور اس کی جان کی حرمت اور اس کے ساتھ نیک گمان کرنے کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری حرمت سے بہت بڑی ہے۔

دوسری چیز جس کی اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی وہ کسی کے عیوب اور کمزوریوں کی تفتیش اور جستجو میں نہ پڑنے کی ہے۔ یہ تجسس اور دوسروں کے عیوب کی دریافت اور ٹٹول بھی کمینہ حرکات ہیں۔ تاوقتیکہ کوئی شرعی مصلحت یا ضرورت اس کی نہ آپڑے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کوئی کسی کی پردہ پوشی دنیا میں کرے گا خدا اس کی پردہ پوشی آخرت میں کرے گا۔

تیسری چیز جس کی اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی وہ یہ ہے کہ کوئی کسی کی غیبت اور بدگوئی نہ کرے۔ غیبت یعنی کسی کی غیر حاضری میں اس کے عیوب بیان کرنا ایک تو بزدلی ہے دوسرے اس کے ساتھ چھپی دشمنی ہے اور تیسرا اس کی تذلیل ہے۔ صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کی پس پشت ایسی بات کرنی جو اسے ناگوار ہو۔ کسی نے عرض کیا کہ اگر اس میں حقیقتاً وہ بات موجود ہو تو پھر کیا؟ فرمایا یہی تو غیبت ہے۔ اگر واقعتاً وہ بات موجود نہ ہو تب تو بہتان ہے۔

اللہ اللہ! غیبت میں آج مسلمان کیسے مشغول اور مبتلا ہیں۔ ایسی حرام اور ناپاک شے جو زنا سے بھی بدتر ہو جو اپنی نیکی کے زوال کا باعث ہو۔ وہ مسلمانوں کی مجلسوں کی رونق اور مسلمانوں کا محبوب مشغلہ ہو۔ معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

آگے آیت میں اس غیبت کی برائی کو ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے کہ بھلا کوئی بھائی کا مردہ گوشت کھانا پسند کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کسی کو پسند نہیں ہو سکتا تو جس کی غیبت ہوتی ہے وہ غائب ہوتا ہے اس لیے اس کو مردہ سے تشبیہ دی۔ یعنی وہ مردہ کی مانند بے خبر ہے اور یہ اس کی برائی کرنا اس کا گوشت کھانا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دانتوں میں خلال کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے تو آج گوشت چھکا بھی نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ فلاں شخص کا گوشت تمہارے دانتوں کو لگ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کی غیبت کی تھی۔ اخیر میں فرمایا جاتا ہے کہ ان نصیحتوں پر کاربند وہی ہو گا جس کے دل میں خدا کا ڈر ہے تو ایمان اور اسلام کا دعویٰ رکھنے والوں کو واقعی طور پر اس خداوند قدوس کے غضب سے ڈر کر ایسی ناشائستہ حرکتوں کے قریب بھی نہ جانا چاہیے اور اگر پہلے کچھ غلطیاں اور کمزوریاں سرزد ہوئی ہوں تو اللہ تعالیٰ کے سامنے صدق دل سے توبہ کرے وہ اپنی مہربانی سے معاف فرما دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ **تواب رحیم ہے۔**

قرآن مجید کی ان اخلاق اور معاشرتی ہدایتوں پر عمل کرنا اگر ہم سیکھ لیں تو آج دنیا میں بھی ایک حد تک جنت کا مزہ آنے لگے۔ آج جب کہ مسلمانوں میں باہم نظم اور اتحاد اور اتفاق کی شدید ضرورت ہے تو یہ چیزیں یعنی بدگمانی، جاسوسی، غیبت اس اتفاق و اتحاد کے لیے سم قاتل اور زہر ہلاہل سے کم نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اسلام اور ایمان کی حفاظت فرمائیں اور ہماری زبانوں کو غیبت کے گناہ سے خصوصاً محفوظ رکھیں۔ (درس قرآن: 6/97، 98)

چند ضروری فقہی مسائل

مسئلہ 1: غیبت کا بقصد و اختیار سننا بھی ایسا ہی ہے جیسے خود غیبت کرنا۔

مسئلہ 2: بچے اور مجنون اور کافر ذمی کی غیبت بھی حرام ہے کیونکہ ان کی ایذاء بھی حرام ہے۔

مسئلہ 3: غیبت جیسے قول و کلام سے ہوتی ہے ایسے ہی فعل یا اشارہ سے بھی ہوتی ہے۔

مسئلہ 4: بعض صورتوں میں غیبت کی اجازت ہے مثلاً کسی شخص کی برائی کسی ضرورت یا مصلحت سے کرنا پڑے تو وہ غیبت میں داخل نہیں۔ بشرطیکہ وہ ضرورت و مصلحت شرعاً معتبر ہو۔

مسئلہ 5: کسی کی برائی اور عیب ذکر کرنے سے مقصود اس کی تحقیر نہ ہو بلکہ کسی ضرورت اور مجبوری سے ذکر کیا گیا ہو۔

(معارف القرآن: 8)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے پیار بھرے انداز میں اہل ایمان کو چند باتوں کی نصیحت کی۔ سب سے پہلے بدگمانی سے منع فرمایا کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے عیوب کی جستجو اور ٹٹول میں نہ رہا کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

دعا

یا اللہ! ہم کو ان قرآنی ہدایت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرما اور ہماری زبانوں کو اور اعضا و جوارح کو تمام گناہوں سے عموماً اور غیبت و بدگمانی و تجسس کے گناہوں سے خصوصاً محفوظ فرما۔ یا اللہ! اپنا حقیقی خوف و ڈر ہمارے دلوں کو نصیب فرما۔ تاکہ ہم کو تمام گناہوں سے توبہ نصیب ہو۔ یا اللہ! ہماری گزشتہ تقصیرات کو معاف فرما اور ان پر سچے دل سے توبہ کرنے کی توفیق مرحمت فرما اور اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرما۔ آمین!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کا حکم اور دوہرا اجر

74۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ الحدید:28)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اللہ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے عطا کرے گا اور تم کو روشنی عطا کرے گا جس کو تم لے کر چلو گے اور تم کو بخش دے گا، اور اللہ بخشنے والا ہے، مہربان ہے۔'' (ریاض القرآن:542)

آیتِ مبارکہ کی خصوصیت کا پس منظر

اس آیت مبارکہ میں يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد اہل کتاب ہیں جو حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے، قرآن کریم کی عام عادت یہ ہے کہ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کا لفظ صرف مسلمانوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے لیے اہل کتاب کا لفظ آتا ہے۔ کیونکہ صرف حضرت عیسیٰؑ و موسیٰؑ پر ان کا ایمان کافی اور معتبر نہیں جب تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائیں۔ اس لیے وہ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کہلانے کے مستحق نہیں، مگر یہاں اس عام عادت کے خلاف یہ لفظ نصاری کے لیے بولا گیا۔ شاید اس میں حکمت یہ ہو کہ آگے ان کو حکم کیا گیا ہے کہ عیسیٰؑ پر صحیح ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ خاتم الانبیاء پر بھی ایمان لاؤ اور جب وہ ایسا کرلیں تو الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے خطاب کے مستحق ہو گئے۔ آگے اس تکمیل ایمان پر ان سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ ان کو دوہرا اجر و ثواب ملے گا۔ (معارف القرآن:6 / 330)

تفسیر

اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰؑ پر ایمان رکھنے والوں کو عام خطاب فرمایا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ اے عیسیٰ کے متبعین اور آپ پر ایمان رکھنے والو! تم لوگ عیسیٰ کو سچا نبی مان چکے ہو اب اللہ سے ڈرو۔ نفسانیت اور تعصب کو چھوڑ و اور اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان لاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا رسول مانو تا کہ اللہ تعالیٰ تم کو دوہرا ثواب دے۔ ایک عیسیٰؑ پر ایمان لانے کی وجہ سے اور دوسرا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے۔ اہل کتاب کو اسلام قبول کرنے پر دوہرے ثواب عطا کیے جانے کی تصریح بیسویں پارہ سورہ القصص میں بھی ہو چکی ہے جہاں فرمایا گیا تھا اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ ان لوگوں کو یعنی اہلِ کتاب کو دوہرا ثواب ملے گا۔ تو اہل کتاب نصاریٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے پر ایک بشارت تو دے دی گئی کہ اللہ

تعالیٰ تم کو دوہرا اجر وثواب عنایت فرمائے گا۔ دوسری بشارت یہ دی گئی کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایسا نور عنایت کرے گا کہ جو ہر حال میں تمہارا رفیق رہے گا۔ دنیا میں بھی مرنے کے بعد بھی اور آخرت میں بھی۔

اور تیسری بشارت یہ دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گزشتہ گناہوں کو بخش دے گا۔ کیونکہ وہ **غفور رحیم** ہے اور یہ دولتیں تم کو اس لیے عنایت کرے گا تا کہ قیامت میں جس وقت ان عطایا کا ظہور ہو اس وقت ان اہل کتاب کو جو دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لائے ان کو یہ بات معلوم ہو جاوے کہ وہ ایمان محمدی نہ لانے کی حالت میں فضل خداوندی سے ذرا بھی مستفید نہ ہو سکیں گے۔ یہ اہل کتاب کے اس زعم باطل کی تردید میں ارشاد فرمایا گیا کہ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا دامن پکڑے ہوئے ہیں، ہمیں کیا غم واندیشہ ہے۔ انہیں جتلایا گیا کہ اب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد محض انبیائے قدیم حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان ظاہر کرنا اور جتلانا انہیں مومن رہنے کے لیے کافی نہیں۔ اس لیے قیامت میں وہ اللہ کے فضل سے محروم رہیں گے اور جو اہل کتاب میں سے خاتم الانبیاء پر ایمان لائے ان پر یہ فضل ہوا کہ ان کو دوگنا اجر ملا۔ گزشتہ خطاؤں کی معافی اور نور ایمان مرحمت ہوا اور جو ایمان نہ لائے وہ ان انعامات سے محروم رہے۔ (درس قرآن: 6/257)

سورۃ الحدید کے خواص

1۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان ہے کہ اسم اعظم سورۂ حدید کی چھ آیات میں ہے۔

2۔ اگر جنگ میں جانے والا سورۂ حدید لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اسے دشمن کا کوئی ہتھیار نقصان نہ پہنچائے گا۔

3۔ جسے بخار ہو اس پر سورۂ حدید پڑھی جائے۔

4۔ جسے ورم ہو اس پر سورۂ حدید پڑھ کر دم کیا جائے۔ (الدر النظم)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے پیار بھرے انداز میں نصیحت فرمائی اور متبعین عیسیٰؑ کو نجات آخرت حاصل کرنے کے لیے یہاں خاتمہ سورۃ پر اللہ سے ڈرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم دیا جاتا ہے اور اس پر بشارت سنائی جاتی ہے۔ (درس قرآن: 6/258))

دعا

یا اللہ! تیرا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا اور قرآن کریم جیسی کتاب عطا فرمائی۔ ہم کو قرآن کریم کی ہدایت پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور ہر حال میں ہم کو انصاف و حق پر قائم رکھ۔ یا اللہ! اپنے دین حق کی ہم کو بھی کسی درجہ میں خدمت کی توفیق عطا فرما اور اپنے فضل سے ہمارے دین و دنیا کے تمام معاملات کو درست و راست فرما دے۔ آمین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی اور سرگوشی کرنے کی ممانعت

75۔

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (سورۃ المجادلۃ:9)

''اے ایمان والو! جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرو اور تم نیکی اور پرہیزگاری کی سرگوشی کرو، اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم جمع کیے جاؤ گے۔'' (ریاض القرآن:544)

پسِ منظر

گزشتہ آیات میں سرگوشیوں اور خفیہ باتوں کا ذکر آ گیا کہ آدمیوں کی کوئی سرگوشی اور خفیہ مشورہ ایسا نہیں ہوتا کہ جہاں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ نہ ہو۔ اس لیے آگے منافقین کی سرگوشیوں اور خفیہ مشوروں پر جو وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کرتے تھے ان کو تنبیہ کی جاتی ہے اور مسلمانوں کو تسلی دی گئی کہ منافقین کی یہ سرگوشیاں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ (درس قرآن:6/265)

تفسیر

اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ اپنی سرگوشیوں اور مشوروں میں اس کا دھیان رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے سب حالات اور گفتگو کا علم ہے اور اس استحضار کے ساتھ یہ کوشش کریں کہ ان کے مشورے اور سرگوشی میں کوئی بات فی نفسہ گناہ کی یا دوسروں پر ظلم کرنے کی یا کسی کے خلاف شرع کام کی نہ ہو بلکہ جب بھی آپس میں مشورہ کرو نیک کاموں کے لیے کرو۔ (معارف القرآن:6/345)

یہودیوں اور منافقوں کی شرارت یہ بھی ذکر کی گئی ہے کہ وہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو بجائے السلام علیکم کے السام علیکم کہتے تھے۔ سام کے معنی موت کے ہیں اور لفظوں میں زیادہ فرق نہ ہونے کے سبب مسلمانوں کو اس طرف التفات نہ ہوتا تھا۔ ایک روز ایسا ہی ہوا، عائشہ صدیقہؓ بھی سن رہی تھیں جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو السام علیکم کہا تو عائشہ صدیقہؓ نے جواب دیا: السام علیکم ولعنکم اللہ وغضب علیکم یعنی ہلاکت تم پر ہو اور خدا کی لعنت و غضب۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ایسا کہنے سے روکا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرض کلام کو پسند نہیں فرماتے، آپ کو سختی اور درشتی سے بچنا اور نرمی اختیار کرنا چاہیے۔ عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں سنا کہ ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا کہا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں سن بھی لیا اور اس کا معتدل بدلہ بھی لے لیا، کہ میں نے جواب میں کہہ دیا علیکم یعنی ہلاکت تم پر ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ان کی دعا قبول ہوگی نہیں، میری دعا قبول ہوگی، اس لیے ان کی شرارت کا بدلہ ہوگیا۔

(رواہ البخاری از مظہری)

اس کے بعد مسلمانوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ سچے مسلمانوں کو منافقین کے خوف سے بچنا چاہیے اور ان کو کبھی ان منافقین کی سی حرکت نہ کرنا چاہیے۔ مسلمانوں کے مشورہ اور سرگوشیاں ظلم وعدوان اور اللہ اور رسول کی نافرمانی کے لیے نہیں بلکہ نیکی وتقویٰ اور معقول باتوں کی اشاعت کے لیے ہونی چاہیے تو اہل ایمان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ تم کبھی ان منافقین کی سی حرکتیں نہ کرنا۔ جب کبھی خفیہ باتیں کرو تو وہ گناہ، بے ادبی اور نافرمانی کی نہیں بلکہ نیکی، بھلائی، تقویٰ اور احسان کی باتیں ہونی چاہئیں اور دیکھو ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو اور یاد رکھو کہ تم سب کو ایک دن اللہ کے ہاں دربار میں جمع ہونا ہے۔ ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے اس سے کسی کا ظاہر و باطن پوشیدہ نہیں۔ لہٰذا اس سے ڈر کر نیکی اور پرہیز گاری کی بات چیت کرو۔ (درس قرآن: 6/267)

یہاں آیت میں سرگوشی یعنی کانا پھوسی کو شیطانی حرکت بتلایا گیا ہے۔ اسی لیے حدیث میں ممانعت آئی ہے کہ مجلس میں ایک آدمی کو چھوڑ کر دو شخص آپس میں کانا پھوسی کرنے لگیں۔ کیونکہ اس سے وہ تیسرا شخص غمگین ہوگا اور فکرمند ہوگا کہ شاید میرے ہی متعلق میری کسی حرکت پر کانا پھوسی کر رہے ہیں تو اس کی ممانعت فرمائی گئی۔

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو پیار بھرے انداز میں نصیحت فرمائی کہ جب تم باہم سرگوشی کرو تو گناہ، زیادتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی سرگوشی مت کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ (درس قرآن: 6/266)

دعا

یا اللہ! ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پورا پورا متبع اور فرمانبردار بنا کر زندہ رکھ۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر چھوٹے بڑے حکم کے دل و جان سے اطاعت کرنے کا جذبہ عطا فرما۔ یا اللہ! دین کی صحیح فہم اور دین کا علم ہم کو عطا فرما اور منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔ اور جو منافقین اور اعدائے دین اس وقت بھی اسلام دشمنی میں لگے ہوئے ہیں۔ یا اللہ! ان کی شرارتوں سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرما۔ آمین!

مجلس کے آداب کی تعلیم

76۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ.

(سورۃ المجادلۃ:11)

''اے ایمان والو! جب تم کو کہا جائے کہ مجلسوں میں کھل کر بیٹھو تو تم کھل کر بیٹھو، اللہ تم کو کشادگی دے گا، اور جب کہا جائے کہ اٹھ جاؤ تو تم اٹھ جاؤ۔ تم میں سے جو لوگ ایمان والے ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ ان کے درجے بلند کرے گا، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔'' (ریاض القرآن:544)

شانِ نزول

حضرت مقاتلؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفہ میں تھے، جگہ تنگ تھی، دن جمعہ کا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین و انصار میں سے اہل بدر کا اکرام و احترام کیا کرتے تھے۔ ایک دن کچھ بدری صحابی حاضر خدمت ہوئے، وہ مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچ کر کھڑے رہے۔ انتظار کرنے لگے کہ کوئی ان کے لیے جگہ کھولے گا مگر کسی نے جگہ نہیں کھولی۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھاری ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے غیر بدری صحابہؓ سے فرمایا: ''اے فلاں تم اٹھو، اے فلاں تم بھی اپنی جگہ سے اٹھو'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مجلس سے کچھ لوگوں کو اٹھا دیا تا کہ بدری صحابہ کی وہ جماعت بیٹھ جائے جن کو اپنی جگہ سے اٹھایا گیا ان کو یہ امر ناگوار گزرا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چہروں سے ناگواری کے آثار پہچان لیے۔

دوسری طرف منافقوں نے مسلمانوں سے کہا کہ تم تو کہتے ہو کہ تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے درمیان انصاف کرتے ہیں؟ خدا کی قسم انہوں نے ان لوگوں کے درمیان انصاف نہیں کیا، دیکھو! لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ چکے ہیں اور ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب بیٹھنے کا شوق بھی تھا، مگر انہوں نے اپنی مجلس سے ان کو اٹھا کر تاخیر سے آنے والوں کو ان کی جگہ بٹھا دیا، اس پر اللہ جل جلالہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ (آیات قرآنی کے شان نزول:424)

تفسیر

ان آیات میں اہل ایمان کومجلس کے آداب تعلیم فرمائے گئے۔بعض مفسرین نے ان آیات کے حکم کوصرف رسول اللہ ﷺ کی مجلس تک محدود سمجھا ہے۔لیکن بعض مفسرین نے اس حکم کو عام فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ مسلمانوں کی مجالس کے لیے یہ ایک عام ہدایت ہے کہ اگر کسی مجلس میں پہلے سے لوگ بیٹھے ہوں اور بعد میں مزید کچھ لوگ آئیں تو پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کو چاہیے کہ وہ خود نئے آنے والوں کو جگہ دیں اور حتی الامکان کچھ سکڑ اور سمٹ کر ان کے لیے کشادگی پیدا کریں۔ یہ حکم تو آیت میں پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیا گیا اور بعد میں آنے والوں کو رسول اللہ ﷺ نے حدیث میں یہ ہدایت فرمائی کہ کوئی شخص کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے بلکہ تم لوگوں کو خود دوسروں کے لیے جگہ کشادہ کردو۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے حضور ﷺ نے فرمایا کسی شخص کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر گھس جائے۔اس میں ہدایت آنے والوں کے لیے ہے کہ وہ زبردستی مجلس کے اندر نہ گھسیں اور کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنے کی کوشش نہ کریں۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ اب بھی اس قسم کی انتظامی چیزوں میں صدر مجلس کے احکام کی اطاعت کرنا چاہیے۔ اسلام ابتری اور بدنظمی نہیں سکھلاتا بلکہ انتہائی نظم اور شائستگی سکھلاتا ہے اور جب عام مجالس میں یہ حکم ہے تو میدان جہاد اور صفوف نماز اور صفوف جنگ میں تو اس سے کہیں بڑھ کر ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کی صفوں کی درستی کے وقت ہمارے مونڈھے خود پکڑ پکڑ کر ٹھیک ٹھاک کرتے اور زبانی بھی فرماتے جاتے۔ سیدھے رہو اور ٹیڑھے ترچھے نہ کھڑے ہوا کرو۔ آگے بتلایا گیا ہے کہ سچا ایمان اور صحیح علم انسان کو ادب وتہذیب سکھلاتا اور متواضع بناتا ہے۔ اہل علم واہل ایمان جس قدر کمالات ومراتب میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر جھکتے اور اپنے کو ناچیز سمجھتے جاتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ ان کے درجات اور زیادہ بلند کرتا ہے۔ یہ متکبر یا جاہل گنوار کا کام ہے کہ اتنی سی بات پر لڑے کہ مجھے یہاں سے کیوں اٹھا دیا اور وہاں کیوں بٹھا دیا۔ یا مجلس سے اٹھ جانے کو کیوں کہا؟ اس میں منافقین کے طرز عمل اور ان کے طعن کا جواب بھی ہوگیا۔ (درس قرآن:6/ 269-268)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھرے انداز میں ہدایت دی کہ جب رسول اللہ ﷺ یا اولوالامر یا واجب الاطاعت لوگوں میں سے کوئی کہے کہ مجلس میں جگہ کھول دو جس میں آنے والے کو بھی جگہ مل جائے تو تم جگہ کھول دیا کرو اور آنے والے کو جگہ دے دیا

کرو۔ دوسری ہدایت یہ دی گئی کہ جب کسی ضرورت سے یہ کہا جاوے کہ مجلس سے اٹھ کھڑے ہوتو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔

دعا

یا اللہ! شریعت اسلامیہ نے جو ہر معاملہ میں ہم کو نظم وانتظام کی تعلیم دی ہے اس سے ہم اب بے بہرہ ہوتے جارہے ہیں۔ اسی وجہ سے ہمارے معاملات میں بدنظمی اور ابتری نے جگہ لے لی ہے۔ یا اللہ! ہمارے دین ودنیا کی اصلاح وفلاح کے لیے جو تعلیمات وآداب زندگی شریعت مطہرہ نے تعلیم فرمائے ہیں ہمیں ان کا علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور پھر ان پر عمل پیرا ہونے کی سعادت عطا فرما۔ یا اللہ! یہود ونصاریٰ اور مغربیت کے جو اطوار ہم میں گھستے آرہے ہیں ان سے ہمیں کراہت اور نفرت عطا فرما۔ آمین!

(درس قرآن: 6/269)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملاقات سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم

77۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورۃ المجادلۃ: 12)

''اے ایمان والو! جب تم رسول سے راز دارانہ بات کرو تو اپنی راز درانہ بات سے پہلے کچھ صدقہ دو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور زیادہ پاکیزہ ہے، پھر اگر تم نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔'' (ریاض القرآن: 545)

شانِ نزول

حضرت مقاتل بن حیانؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مال داروں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے اور بہت دیر تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشیاں کرتے رہتے۔ ان کے اس عمل کی وجہ سے فقراء کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھنے کا موقع نہ ملتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا دیر تک بیٹھنا اور باتیں کرنا برا محسوس ہوا، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور حکم دیا کہ جب سرگوشی کرو تو صدقہ کیا کرو۔ چنانچہ تنگ دست لوگ تو تھے ہی مگر جو فراخ دست تھے وہ بھی بخل سے کام لینے لگے۔ صحابہؓ پر یہ بات بھاری ہوئی، اس پر رخصت نازل ہوئی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ کی ایک آیت ایسی ہے کہ نہ مجھ سے پہلے اس پر کسی نے عمل کیا اور نہ میرے بعد اس پر کوئی عمل کرے گا، وہ آیت یہ ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ میرے پاس ایک دینار تھا جو میں نے بیچ دیا اور میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کرتا تو ایک درہم صدقہ کر دیتا یہاں تک کہ سارے دراہم ختم ہو گئے، پھر یہ آیت ایک دوسری آیت سے منسوخ ہو گئی وہ آیت یہ ہے: ''ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ''۔ (آیات مبارکہ کے شان نزول: 424)

تفسیر

منافقین مدینہ جو عموماً یہودی تھے۔ مسلمانوں اور اسلام کا بڑھتا ہوا زور اور شوکت دیکھ کر بظاہر مسلمان ہو گئے تھے۔ لیکن دل

سے انھوں نے اسلام کو قبول نہ کیا تھا اس لیے در پردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل ایمان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیا کرتے تھے۔ من جملہ ان کی ایذا رسانیوں کے ایک امر یہ بھی تھا کہ منافقین وقت بے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کے لیے آجایا کرتے تھے۔ منافقین بے فائدہ باتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کان میں کرتے کہ لوگوں میں اپنی بڑائی جتائیں۔ دیکھا دیکھی بعض مسلمانوں میں سے غیر اہم باتوں میں سرگوشی کر کے اتنا وقت لے لیتے تھے کہ دوسروں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستفید ہونے کا موقع نہ ملتا تھا یا کسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلوت چاہتے تو اس میں بھی تنگی ہوتی تھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مروت اور اپنے اخلاق کریمانہ کے سبب کسی کو منع نہ فرماتے اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہی ہوتی۔ اللہ رب العزت نے اس کی یہ بندش یوں فرمائی کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ یا راز کی باتیں کرنے آئیں وہ فقراء اور مساکین کے لیے صدقہ بھی کچھ لائیں۔

چنانچہ ان آیات میں حکم ہوا کہ جو صاحبِ قدرت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کرنا چاہے وہ اس سے پہلے کچھ خیرات کر کے آیا کرے تو اس صدقہ کے حکم میں کئی مصلحتیں اور فائدے ہیں:

اول تو یہ کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا اظہار ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ مخلصین اور غیر مخلصین کا امتحان ہو جائے۔

تیسرا غرباء اور فقراء کو فائدہ پہنچانا۔

چوتھا صدقہ کرنے والے کے نفس کا تزکیہ۔

پانچویں سب سے بڑھ کر مصلحت سرگوشیوں کا انسداد تھا۔

ہاں جس کے پاس خیرات وصدقہ کرنے کو کچھ بھی نہ ہو اس سے یہ قید معاف ہے۔ جب یہ حکم اترا تو منافقین نے مارے بخل و کنجوسی کے عادت چھوڑ دی اور مسلمان بھی سمجھ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ سرگوشیاں کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اسی لیے یہ قید صدقہ کرنے کی لگائی گئی ہے۔ چنانچہ اس لطیف تدبیر کے ساتھ سرگوشی بہت کم ہوگئی۔

روایات میں ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ حکم آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے پوچھا، کتنا صدقہ مقرر کیا جائے؟ کیا ایک دینار؟ میں نے عرض کیا کہ یہ لوگوں کی قدرت سے زیادہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نصف دینار؟ میں نے عرض کیا کہ لوگ اس کی بھی قدرت نہیں رکھتے۔ فرمایا پھر کتنا؟ میں نے عرض کیا کہ ایک جو برابر سونا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم تو بڑے ہی زاہد ہو یعنی تم نے اتنی کم مقدار کا مشورہ دیا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں پس میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر تخفیف کر دی۔ اس صدقہ کے حکم کے بعد دوسرا حکم بعد میں نازل ہو گیا جس نے صدقہ کے وجوب کو منسوخ کر دیا۔ چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ صدقہ کا حکم دینے سے جو مقصد تھا حاصل ہو

گیا اب یہ وقتی حکم اٹھا لیا گیا اور اس کا وجوب منسوخ ہو گیا لیکن اب چاہیے کہ ان احکام کی اطاعت میں ہمہ تن لگے رہو جو کبھی منسوخ ہونے والے نہیں مثلاً مقررہ نمازیں باقاعدہ ادا کرتے رہو۔ زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری پر کمر باندھ لو اور خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سارے کاموں کی خبر ہے۔ (درس قرآن:6/271)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھری نصیحت فرمائی کہ تم اللہ کے رسول ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو یہ تمہارے لیے بہتر و پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے پھر اگر تم کو مقدور نہ ہو تو اللہ **غفور رحیم** ہے۔ (درس قرآن:6/ 270)

دعا

یا اللہ! ہمیں اہل باطل کی دوستی سے بچا اور بے دینوں کی رفاقت سے علیحدہ رکھ اور ہم کو اہل اسلام اور اہل ایمان سے سچی دوستی اور محبت نصیب فرما۔ یا اللہ! نفاق کی خصلتوں اور عادتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیے اور منافق قسم کے لوگوں کی شرارتوں سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائیے۔ آمین! (درس قرآن:6/

تقویٰ اور آخری انجام کی فکر کی تاکید

78۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ

(سورۃ الحشر:18)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا بھیجا ہے، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔'' (ریاض القرآن:549)

ربط

سورۃ الحشر میں شروع سے کفار، اہل کتاب اور مشرکین و منافقین کے حالات و معاملات اور ان پر دنیا و آخرت کے وبال کا بیان فرمانے کے بعد اب مومنین کو متنبہ کیا جا رہا ہے اور اعمال صالحہ کی پابندی کرنے کی ہدایت ہے۔ (معارف القرآن:6 / 390)

تفسیر

ان آیات میں ایمان اور اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کو خطاب کر کے نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ اے ایمان والو! تم نے نافرمانوں کا انجام تو سن لیا تو اب تم اللہ سے ڈر کر اطاعت اور نیکیوں کا ذخیرہ جمع کرو اور سوچو کہ کل کے لیے یعنی قیامت کے لیے کیا سامان تم نے آگے بھیجا ہے جو مرنے کے بعد وہاں پہنچ کر تمہارے کام آئے اور جس طرح اللہ سے ڈر کر اعمال صالحہ میں کوشش کرنا اور ذخیرۂ آخرت کو جمع کرنا لازم ہے اسی طرح اللہ سے ڈر کر تمام سیئات اور معاصی سے بچنے کا تم کو حکم ہے اور سمجھ لو کہ اللہ سے تمہارا کوئی کام پوشیدہ نہیں۔ لہٰذا اس سے ڈر کر تقویٰ کا راستہ اختیار کرو اور معاصی سے پرہیز رکھو۔ آگے ان احکام کی مزید تاکید کے لیے بتلایا جاتا ہے کہ تم ایمان لا کر ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے اللہ کے احکام سے بے پرواہی کی کہ اللہ کے حقوق کو بھلا دیا اور اس کی یاد سے غفلت اور بے پرواہی برتی۔

یہاں اہلِ اسلام کو قیامت اور آخرت کی بے فکری سے متنبہ کر دیا گیا کہ قیامت کو کچھ دور نہ سمجھو۔ وہ یوم جزا و سزا یقینی اور

قریب ہی آنے والا ہے۔اور قیامت ایک تو پورے عالم کی ہے جب زمین وآسمان اور تمام کائنات سب فنا ہوجائیں گے اور ایک قیامت ہر انسان کی اپنی ہے جو اس کی موت ہی کے وقت آجاتی ہے کیونکہ قبر ہی سے عالم آخرت کے آثار شروع ہوجاتے ہیں اور اپنی موت کا وقت اور حال یقینی طور پر انسان مقرر نہیں کرسکتا۔ ہر آن انسان اس خطرے سے باہر نہیں کہ شاید اگلا دن کیا، اگلا گھنٹہ بھی زندگی کی حالت میں نہ آئے اور اب تو ہارٹ (دل) فیل ہونے کے واقعات نے اس کو ایک عام بات بنادیا ہے تو زندگی میں دین سے غفلت اور لا پرواہی جو آخرت سے غفلت ولا پرواہی ہوئی مسلمان کے لیے تو کسی طرح زیبا نہیں۔(درس قرآن:6/293)

یہاں چند باتیں غور طلب ہیں:

اول: اس آیت میں قیامت کو لفظ ''غد'' سے تعبیر کیا گیا ہے اس کے معنی ہیں آنے والا کل۔اس میں تین چیزوں کی طرف اشارہ ہے:

پہلا پوری دنیا کا مقام بمقابلہ آخرت نہایت قلیل ومختصر ہونا ہے کہ ساری دنیا آخرت کے مقابلہ میں ایک دن کی مثل ہے اور حساب کے اعتبار سے تو یہ نسبت ہونا بھی مشکل ہے۔کیونکہ آخرت دائمی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔انسانی دنیا کی عمر تو چند ہزار سال ہی بتلائی جاتی ہے۔اگر زمین وآسمان کی تخلیق سے حساب لگائیں تو چند لاکھ سال ہوجائیں گے پھر بھی ایک محدود مدت ہے۔

بعض روایات حدیث میں ہے **الدنیا یوم ولنا فیہ صوم** ساری دنیا ایک دن ہے اور اس دن میں ہمارا روزہ ہے اور ہر فرد کی دنیا تو اس کے عمر کے ایام سال ہیں اور وہ آخرت کے مقابلے میں بہت حقیر مدت ہیں۔

دوسرا اشارہ اس میں قیامت کے یقینی ہونے کی طرف ہے جیسے آج کے بعد کل کا آنا امر یقینی ہے اسی طرح دنیا کے بعد قیامت وآخرت کا آنا یقینی ہے۔

تیسرا اشارہ اس طرف ہے کہ قیامت بہت قریب ہے جیسے آج کے بعد کل کچھ دور نہیں اسی طرح دنیا کے بعد قیامت بھی قریب ہے۔

دوم: دوسری غور طلب بات اس آیت میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس میں انسان کو اس پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی کہ قیامت کے دن کے لیے تم نے کیا سامان بھیجا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا اصل وطن اور مقام آخرت ہے۔دنیا میں اس کا مقام ایک مسافر کی طرح ہے۔وطن کے دائمی قیام وقرار کے لیے یہیں سے کچھ سامان بھیجنا ضروری ہے اور لفظ **مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ** عام ہے، نیک اعمال اور بد اعمال دونوں کے لیے جس نے نیک اعمال آگے بھیجے ہیں اس کو ثواب کی صورت میں آخرت کی کرنسی مل جائے گی اور جس نے برے اعمال آگے بھیجے ہیں وہاں اس پر فرد جرم عائد ہوگی۔پھر پہلے **اتقوا اللہ** سے واجبات وفرائض کی ادائیگی کا اہتمام سکھایا گیا اور دوسرے **اتقوا اللہ** سے گناہوں سے بچنے کا اہتمام بتلایا گیا۔اتقوا اللہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ آخرت کے

لیے محض سامان کی صورت بنا دینا کافی نہیں، دیکھ کر بھیجو کہ کھوٹا سامان نہ ہو جو وہاں نہ لیا جائے۔

کھوٹے سامان سے مراد وہ عمل صالح ہیں جس میں اللہ کی رضا کے لیے اخلاص نہ ہو بلکہ نام و نمود یا اور کوئی غرض نفسانی شامل ہو۔ یا وہ عمل بدعت و گمراہی والا ہو۔ (معارف القرآن: 8/391، 392)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھرے انداز میں نصیحت فرمائی کہ اللہ سے ڈرو اور تم میں سے ہر نفس کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ اس نے آخرت کے لیے کیا سامان بھیجا ہے۔ (معارف القرآن: 8/390)

دعا

یا اللہ! اپنی ذات پاک وصفات کی معرفت کاملہ ہم سب کو نصیب فرما۔ اور ہر طرح کے چھوٹے بڑے شرک سے ہم کو کامل طور پر بچا۔ اپنی عبادت و بندگی کی توفیق کاملہ نصیب فرما۔ اور اپنے جملہ احکام کی فرمانبرداری کے ساتھ ہم کو زندہ رکھیے اور اسی پر موت نصیب فرما۔ یا اللہ! اپنے احکام اور آخرت کی تیاری سے غفلت و لاپرواہی ہم سے دور فرما کر اپنا مطیع و فرمانبردار بندہ ہونے کی سعادت عطا فرما۔ آمین (درس قرآن: 6/297)

کفار سے ترکِ تعلقات کا حکم

79۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ
مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ
ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ
ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (سورۃ الممتحنہ:1)

''اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان سے دوستی کا اظہار کرتے ہو حالانکہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا جو تمہارے پاس آیا، وہ رسول کو اور تم کو اس بنا پر جلا وطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب تعالیٰ پر ایمان لائے، اگر تم میری راہ میں جہاد اور میری رضا مندی کی طلب کے لیے نکلے ہو، تم چھپا کر انہیں دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو، اور جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔'' (ریاض القرآن: 550)

شانِ نزول

مفسرین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ آیت حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔ قصہ یہ ہوا کہ ابو عمر بن صہیب بن ہشام بن عبد مناف کی آزاد کردہ باندی ''سارہ'' مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئی۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کی تیاری میں مصروف تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کیا مسلمان ہو کر آئی ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ پھر کیوں آئی ہو؟ اس نے کہا کہ میں بہت حاجت مند ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے سب کچھ دے رکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کھانے کو دیں اور پہننے کے لیے کپڑا بھی دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ''ارے وہ مکہ کے نوجوان کہاں ہیں؟'' وہ اصل میں مغنیہ تھی، کہنے لگی کہ جب سے بدر کا واقعہ ہوا ہے مجھ سے کسی بات کی خواہش نہیں کی گئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو عبد المطلب کو ترغیب دی تو انہوں نے اس عورت کو کپڑا اور غلہ وغیرہ دے دیا۔ حاطب بن ابی بلتعہؓ نے اس عورت کے ہاتھ ایک خط

اہل مکہ کو روانہ کیا۔جس میں یہ درج تھا'' حاطب کی طرف سے اہل مکہ کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم پر چڑھائی کا منصوبہ رکھتے ہیں تم اپنا بچاؤ کرو'' چنانچہ سارہ وہ خط لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ادھر سے جبرائیلؑ نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاطب کی حرکت سے آگاہ کر دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت عمارؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت مقداد بن اسودؓ اور ابو مرثدؓ کو بھیجا، یہ سب حضرات شہسوار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ'' روضہ خاض'' (مقام) میں جب تم پہنچو گے تو تمہیں وہاں ایک عورت ملے گی جو اونٹنی پر سوار ہوگی۔اس کے پاس ایک خط ہے جو حاطب کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام لکھا ہوا ہے۔تم وہ خط قبضہ میں کرو اور یہاں لے آؤ اور اس عورت کو چھوڑ دینا۔اگر وہ خط نہ دے تو اس کی گردن اڑا دینا، چنانچہ یہ سب لوگ روانہ ہوئے اور اسی جگہ میں پہنچے تو وہاں ان کو فی الواقع وہ عورت ملی، انہوں نے اس سے کہا کہ وہ خط کہاں ہے؟ اس نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ اس کے پاس کوئی خط نہیں ہے۔جب تلاشی لی گئی تو خط نہیں ملا۔واپسی کا ارادہ ہوا تو حضرت علیؓ نے کہا کہ خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے جھوٹ نہیں بولا ہے۔یہ کہہ کر اپنی تلوار نیام سے نکالی اور اس سے کہا کہ خط نکالو ورنہ خدا کی قسم میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا اور تیری گردن اڑا دوں گا، جب اس عورت نے معاملہ کی سنگینی کو دیکھا تو چٹیا سے خط نکال کر دے دیا، جو اس نے بالوں میں چھپایا ہوا تھا، پھر اس کو چھوڑ دیا اور خط لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف واپس ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطبؓ کو بلایا، جب حاطب حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ یہ خط پہچانتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سے میں مسلمان ہوا ہوں میں نے کفر نہیں کیا اور جب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہد کیا ہے میں نے عہد شکنی نہیں کی اور جب سے میں نے اہل مکہ سے جدا ہوا ہوں میں نے ان سے محبت نہیں کی ہے، اصل میں مہاجرین میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا مکہ میں کوئی نہ کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو جو مکہ میں موجود اس کے خاندان کی حفاظت کرے، صرف میں پردیسی ہوں، میرے بال بچے ان مشرکین کے درمیان میں رہتے ہیں، مجھے اپنے بال بچوں کی جان کا خطرہ لاحق ہوا تو میں نے چاہا کہ ان پر کوئی احسان دھروں (تاکہ اس حیلے سے میرے بال بچے محفوظ رہ سکیں) نیز مجھے اس بات کا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب ضرور نازل کریں گے اور میرے اس خط سے ان کو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوگا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا عذر قبول کرتے ہوئے ان کو سچا قرار دے دیا۔پھر یہ سورت نازل ہوئی۔نزول سورت کے بعد حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن تن سے جدا کروں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! تجھے کیا خبر اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی جانب جھانک کر یہ فرمایا ہے کہ جو چاہو عمل کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

(رواہ البخاری عن حمید و رواہ مسلم عن ابی بکر بن ابی شیبہ) (آیات مبارکہ کے شان نزول:433)

تفسیر

اس آیت میں اہل ایمان سے خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار مکہ اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے بھی دشمن ہیں۔ ان سے دوستانہ برتاؤ کرنا اور دوستانہ پیغام ان کی طرف بھیجنا ایمان والوں کو زیبا نہیں۔ تمہارے پاس جو دین حق آچکا ہے وہ اس کے منکر ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تم کو کیسی کیسی ایذائیں دے کر ترک وطن پر مجبور کیا۔ محض اس قصور پر کہ تم ایک اللہ کو جو تمہارا سب کا رب ہے کیوں مانتے ہو؟ اس سے بڑی دشمنی اور ظلم کیا ہوگا۔ تعجب ہے کہ تم ایسوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہو۔ تمہارا گھر اور وطن سے نکلنا اگر اللہ کی خوشنودی اور اس کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے ہے اور خالص اس کی رضا کے واسطے تم نے سب کو دشمن بنایا ہے تو پھر انہی دشمنوں سے دوستی گانٹھنے کا کیا مطلب؟ کیا جنہیں ناراض کر کے اللہ کو راضی کیا تھا اب انہیں راضی کر کے اللہ کو ناراض کرنا چاہتے ہو؟

آگے بتلایا گیا کہ آدمی کوئی کام دنیا سے چھپا کر کرنا چاہے تو کیا اس کو اللہ سے بھی چھپا لے گا؟ دیکھو لاکھ چاہا اور کس قدر کوشش کی کہ خط کی اطلاع کسی کو نہ ہو مگر اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع کر دیا اور راز قبل از وقت فاش ہو گیا۔ مسلمان ہو کر کوئی ایسا کام کرے اور یہ سمجھے کہ میں اس کے پوشیدہ رکھنے میں کامیاب ہو جاؤں گا تو سخت غلطی اور بہت بڑی بھول ہے۔

حضرت حاطب پر بدری صحابی ہونے کے باوجود جو اتنی سخت گرفت ہوئی تو اس سے ظاہر ہے کہ شریعت اسلامی میں دشمن حربی سے خط و کتابت رکھنا یا تعلقات دوستانہ قائم رکھنا کیسا شدید جرم ہے۔ ان آیات میں نزول کا موقع حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے لیکن حکم عام ہے اور اہل ایمان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ تعلیم دی گئی کہ کفر و اسلام کا جہاں مقابلہ ہو اور جہاں لوگ اہل ایمان سے محض ان کے مسلمان ہونے کی بنا پر دشمنی کر رہے ہوں تو کسی مسلمان کا کسی غرض اور کسی مصلحت سے بھی کوئی کیسا کام کرنا جس سے اسلام کے مفاد کو نقصان پہنچتا ہو ہرگز کسی مومن کے لیے روا نہیں۔ ساتھ ہی اس واقعہ سے فضائل اصحاب بدریین کا بھی علم ہوتا ہے۔ بخاری و دیگر کتب احادیث میں روایت ہے کہ ''تحقیق اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف نظر فرمائی اور یہ کہہ دیا جو چاہے کرو جنت تمہارے لیے واجب ہو چکی ہے'' معلوم ہوا کہ اصحاب بدر کی اس عظیم الشان نیکی کے بعد ان سے کوئی ایسی غلطی نہ ہوگی کہ جو ان کی اس نیکی شرکت غزوۂ بدر کو محو کر سکے بلکہ یہ عظیم الشان نیکی ہی آئندہ کی غلطی کا کفارہ بن جائے گی۔ (درس قرآن: 6/ 300)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھری نصیحت فرمائی کہ وہ کفار جو مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہیں ان سے ہر طرح پر ترک تعلقات ضروری ہے۔ لیکن جو غیر مسلم جنگ نہیں کر رہے ہیں ان سے احسان کرنے اور انصاف کرنے کی تاکید کی جارہی ہے۔ (درس قرآن: 6/ 299)

دعا

یا اللہ! حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی صفات عطا فرما اور اپنے دوستوں سے دوستی اور اپنے دشمنوں سے دشمنی نصیب فرما۔ (درس قرآن: 6/ 303)

مہاجر عورتوں کی آزمائش اور بیعت کا حکم

80۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ یَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَ اٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَ لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَ سْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَ لْیَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ (سورۃ الممتحنہ: 10)

”اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کو جانچ لو، اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے، پس اگر تم جان لو کہ وہ مومن ہیں تو ان کو کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ، نہ وہ عورتیں ان کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ ان عورتوں کے لیے حلال ہیں، اور کافر شوہروں نے جو کچھ خرچ کیا وہ ان کو ادا کر دو، اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم ان سے نکاح کر لو جب کہ تم ان کے مہر ادا کر دو، اور تم کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رہو، اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہے اس کو مانگ لو اور جو کچھ کافروں نے خرچ کیا ہے وہ بھی تم سے مانگ لیں، یہ اللہ کا حکم ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔“ (ریاض القرآن: 551)

شانِ نزول

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ نے حدیبیہ کے سال حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ مصالحت کی کہ اگر اہل مکہ میں سے کوئی شخص آپ کے پاس آئے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کو ان کی طرف واپس بھیجیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب میں سے کوئی مکہ آئے گا تو وہ اہل مکہ کا ہوگا (واپس نہیں کیا جائے گا) یہ معاہدہ لکھا گیا اور اس پر مہر لگا دی گئی۔ جب معاہدہ لکھا جا چکا تو سبیعہ بنت حارث اسلمیہ مکہ سے آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس وقت حدیبیہ میں تھے، سبیعہ کے خاوند جو کہ کافر تھے آ کر کہنے لگے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! میری بیوی کو میرے حوالے کر دیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ معاہدہ ہو چکا ہے کہ ہمارا کوئی آدمی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے گا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کو ہمارے حوالے کریں گے اور یہ معاہدہ ابھی تازہ ہی ہوا، اس کی لکھائی ابھی خشک بھی نہیں ہوئی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ

نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کو ان کے حوالے کر دیا لیکن عورت کو اپنے پاس ہی رکھا، ان کو حوالہ نہیں کیا۔ (آیات قرآنی کے شان نزول:436)

تفسیر

اللہ تعالیٰ نے صاف حکم دے دیا کہ اگر مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں اور یہ اطمینان کر لیا جائے کہ وہ ایمان اور اسلام ہی کی خاطر ہجرت کر کے آئی ہیں تو انہیں واپس نہ کیا جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ام کلثوم بنت عقبہؓ کی واپسی کا مطالبہ لے کر ان کے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو واپس کرنے سے یہ کہہ کر انکار فرما دیا کہ شرط مردوں کے بارے میں تھی نہ کہ عورتوں کے بارے میں۔ (حسب روایت بخاری شریف) جب معاہدہ کے الفاظ کی طرف توجہ دلائی گئی تو معاہدہ میں لفظ ''رجل'' استعمال ہوا تھا اور عربی زبان میں رجل مرد ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسلام کو صرف مومن عورتوں کی حفاظت سے تعلق تھا ہر طرح کی بھاگ کر پہنچ جانے والی عورت کے لیے مدینہ طیبہ کو پناہ گاہ بنانا مقصود نہ تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں حکم فرمایا کہ جو عورتیں ہجرت کر کے مدینہ آئیں اور اپنے مومن ہونے کا اظہار کریں تو دل کا حال تو اللہ ہی خوب جانتا ہے لیکن ظاہری طور سے ان عورتوں کو جانچ کر لیا کرو کہ وہ آیا واقعی مسلمان ہیں اور محض اسلام اور ایمان کی خاطر وطن چھوڑ کر آئی ہیں۔ کوئی دنیاوی یا نفسانی غرض تو ہجرت کا سبب نہیں بنا۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ ان کا امتحان کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ان سے بیعت لیتے تھے اور کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بنفس نفیس بیعت لیا کرتے تھے۔

آگے حکم ہوا کہ زوجین میں اگر ایک مسلمان اور دوسرا مشرک ہو تو اس اختلاف دین کے بعد تعلق نکاح قائم نہیں رہتا۔ پس اگر کسی کافر کی عورت مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آ جائے تو جو مسلمان اس سے نکاح کرے اس کے ذمہ ہے کہ اس کافر نے جتنا مہر عورت پر خرچ کیا تھا وہ اسے واپس کر دے اور اب جو عورت کا مہر قرار پایا ہے وہ جدا اپنے ذمے رکھے تب نکاح میں لا سکتا ہے۔ دوسری طرف دارالاسلام میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو یعنی جو تمہاری بیویاں دارالکفر میں کفر کی حالت میں رہ گئیں ان کا نکاح تم سے زائل ہو گیا۔ آغاز اسلام میں بہت سے ایسے مرد تھے کہ جنہوں نے اسلام قبول کر لیا مگر ان کی بیویاں مسلمان نہ ہوئیں اور بہت سی ایسی عورتیں تھیں جو مسلمان ہو گئیں مگر ان کے شوہروں نے اسلام قبول نہ کیا۔ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے شوہر ابوالعاص غیر مسلم تھے۔ ابتدائی دور میں ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ

مسلمان عورت کے لیے اس کا کافر شوہر اور مسلمان مرد کے لیے اس کی کافر بیوی حلال نہیں۔ اس لیے ان کے درمیان ازدواجی رشتہ برقرار رہے۔ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد مسلمانوں اور کفار ومشرکین کے درمیان سابقہ ازدواجی رشتوں کو ختم کر دیا۔ اور آئندہ کے لیے ایک قطعی اور واضح قانون کا حکم فرما دیا گیا۔

جب یہ احکام نازل ہوئے تو مسلمان ان احکام کے مطابق مہر کی رقم دینے کو بھی اور لینے کو بھی تیار ہو گئے لیکن کافروں نے دینا قبول نہ کیا۔ تو اس کے متعلق حکم دیا گیا کہ جس مسلمان کی کافر عورت رہ گئی اور کافر اس مسلمان کا کیا ہوا خرچ واپس نہیں کرتے تو جس کافر کی عورت مسلمانوں کے ہاں آئے اس کو جو خرچ دینا تھا اس کافر کو نہ دیں بلکہ اسی مسلمان کو دیں جس کا حق مارا گیا ہے۔ ہاں اس مسلمان کا حق دے کر جو بچ رہا ہے وہ واپس کر دیں۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کافر کو خرچ کیا ہوا واپس نہیں کر سکتا تو وہ بیت المال میں سے دیا جائے۔ اللہ اکبر! کس قدر عدل وانصاف کی تعلیم ہے۔ لیکن اس پر کاربند وہی ہوگا جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہو اور اس پر ٹھیک ٹھیک ایمان رکھتا ہو۔

(درس قرآن: 308/6)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھری نصیحت فرمائی کہ جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان کر لیا کرو۔ اگر ان کو مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف واپس مت کرو کیونکہ اختلاف دین کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے لیے حلال نہیں ہے۔ اور اگر تم عورتوں سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو ان کے مہر ان کے شوہروں کو ادا کر دو اور اگر تمہاری بیوی کافرہ ہے تو اس سے تعلقات کو باقی مت رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو مانگ لو۔ (درس قرآن: 306/6)

دعا

یا اللہ! ہم کو اور ہماری عورتوں کو سب کو سچا اور پکا اسلام اور ایمان نصیب فرما اور شریعت اسلامیہ کے قوانین کے موافق ہم کو اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! آپ نے اپنی حکمت سے جو احکام ہم پر مقرر فرمائے ہیں ان کی دل وجان سے اطاعت کرنا ہم کو نصیب فرما اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو بچا۔ آمین (درس قرآن: 308/6)

یہود سے دوستی کرنے کی ممانعت

81۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَىٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَىٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ (سورۃ الممتحنۃ:13)

''اے ایمان والو! تم ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن کے اوپر اللہ کا غضب ہوا، وہ آخرت سے ناامید ہو گئے ہیں۔ جس طرح قبروں میں پڑے ہوئے کافر ناامید ہیں۔'' (ریاض القرآن:552)

شانِ نزول

یہ آیت ان فقرائے مسلمین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو یہود کو مسلمانوں کی خبروں سے مطلع کرتے تھے اور ان سے میل ملاپ رکھتے تھے۔ اس طرح ان کو یہود کی طرف سے پھل وغیرہ ملتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کو اس حرکت سے منع کیا ہے۔ (آیاتِ قرآنی کے شان نزول:437)

تفسیر

شروع سورۃ میں جو مضمون تھا خاتمہ پر پھر یاد دلا یا یعنی مؤمن کی شان نہیں کہ جس پر خدا ناراض ہو اس سے دوستی اور رفاقت کا معاملہ کرے۔ جس پر خدا کا غصہ ہو، خدا کے دوستوں کا بھی غصہ ہونا چاہیے۔ منکروں کو توقع نہیں کہ قبر سے کوئی اٹھے گا اور پھر دوسری زندگی میں ایک دوسرے سے ملیں گے۔ یہ کافر بھی ویسے ہی ناامید ہیں۔

بعض مفسرین کے نزدیک ''من اصحٰب القبور'' کفار کا بیان ہے یعنی جس طرح کافر جو قبر میں پہنچ چکے وہاں کا حال دیکھ کر اللہ کی مہربانی اور خوشنودی سے بالکلیہ مایوس ہو چکے ہیں اسی طرح یہ کافر بھی آخرت کی طرف سے مایوس ہیں۔ (تفسیر عثمانی:2231)

پیار بھری نصیحت

اللہ نے اہل ایمان کو پیار بھری نصیحت فرمائی کہ جن لوگوں پر اللہ کا غضب ہوا، ان آخرت کے ناامیدوں سے دوستی نہ کرو۔ (ریاض القرآن:552)

دعا

یا اللہ! ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما اور قرآن وسنت کے اتباع کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین (درس قرآن:6/310)

اپنے دعوے کو پورا کرنے کا حکم

82۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (سورۃ الصّف:2)

''اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں۔'' (ریاض القرآن:552)

شانِ نزول

مفسرین لکھتے ہیں کہ مسلمان کہتے تھے کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے تو ہم اپنے مال اور اپنی جانیں اس میں لگا دیں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی فرمائی اور بتایا کہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا یعنی اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ بڑے محبوب ہیں جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں'' ایک دن قتال کی نوبت آئی اور آزمائش ان پڑی تو پشت پھیر کر بھاگ نکلے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ (آیات قرآنی کے شان نزول:438)

تفسیر

اہلِ ایمان کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ زبان سے ایک بات کہہ دینا تو آسان ہے لیکن اس کا نباہنا اور عملاً پورا کرنا آسان نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے سخت ناراض اور بیزار ہوتا ہے جو زبان سے کہے تو بہت کچھ، مگر کرے کچھ نہیں۔

اہلِ ایمان نے کہا تھا کہ ہم کو اگر معلوم ہو جائے کہ کون سا کام اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے تو ہم وہی اختیار کریں۔ اللہ نے فرمایا دیکھو! دعویٰ کی بات سے ڈرنا چاہیے اور سنبھل کر کوئی دعویٰ کرنا چاہیے۔ لو ہم بتلائے دیتے ہیں کہ اللہ کو سب سے زیادہ ان لوگوں سے محبت ہے جو اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں کے مقابلے پر ایک آہنی دیوار کی طرح ڈٹ جاتے ہیں اور میدان جنگ میں اس شان سے صف آرائی کرتے ہیں کہ گویا وہ سب مل کر ایک مضبوط دیوار ہے جس میں سیسہ پلا دیا گیا ہے جس میں کسی جگہ کوئی رخنہ نہیں پڑ سکتا۔ تو مقصود یہ بتلانا ہے کہ محض زبان سے دعوے مت کرو بلکہ خدا کی راہ میں قربانی پیش کرو۔

یہاں کئی اہم امور معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ سچے اور پکے مومن و مسلم کے قول و عمل میں مطابقت ہونی چاہیے۔ جو زبان سے

کہے اسے کر کے دکھائے اور اگر کرنے کی نیت و ہمت نہ ہوتو زبان سے بھی نہ نکالے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر چہ کسی کے دل میں عزم وارادہ بھی کسی کام کے کرنے کا ہو پھر بھی اپنے نفس پر بھروسہ کرے کہ دعویٰ کرنا کہ ہم فلاں کام کریں گے یہ شان عبدیت کے خلاف ہے۔ اول تو اس کے کہنے ہی کی کیا ضرورت ہے اور اگر کسی مصلحت سے کہنا بھی پڑے تو اس کو ان شاء اللہ کے ساتھ مقید کر دے تو پھر وہ دعویٰ نہیں رہے گا۔(معارف القرآن:8)

تیسری بات ان آیات کے تحت علماء نے یہ لکھی ہے کہ آیت مبارکہ کا تعلق دعویٰ سے ہے کہ جو کام آدمی کو کرنا نہیں اس کا دعوی کرنا اللہ کی ناراضی کا سبب ہے۔ رہا معاملہ دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت کا کہ جو کام آدمی خود نہیں کرتا تو اس کی نصیحت دوسروں کو کرے وہ آیت کے مفہوم میں شامل نہیں۔ معلوم ہوا کہ جس نیک کام کرنے کی خود ہمت و توفیق نہیں ہے اس کی طرف دوسروں کو بلانے اور نصیحت کرنے کا سلسلہ نہ چھوڑیں۔(درس قرآن:6/311-312)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھری نصیحت فرمائی کہ محض زبان سے دعوے مت کرو بلکہ خدا کی راہ میں قربانی پیش کرو۔
(درس قرآن:6/311)

دعا

یا اللہ! ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم جو زبان سے کہیں وہ عملا کرنے والے بھی ہوں۔ اور اپنے دین کے لیے ہمیں بھی جان و مال کی قربانی اور جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ صادقہ عطا فرما اور اہل اسلام کو اعدائے دین کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانے کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین (درس قرآن:6/312)

جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب

83۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (سورۃ الصف: 10)

''اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایک ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے۔''

(ریاض القرآن:553)

ربط

پچھلی آیات میں صاف فرمادیا گیا کہ اس دین اسلام کو تمام دوسرے دینوں پر غالب کرنا تو اللہ کا کام ہے لیکن ایمان والوں کا فرض بھی اس سلسلہ میں کچھ ہے جو اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔(درس قرآن:6/317)

تفسیر

اہل ایمان کو مخاطب کر کے سنایا جاتا ہے کہ اے ایمان والو! تمہارا فرض یہ ہے کہ ایمان پر پوری طرح مستقیم رہ کر اللہ کے راستے میں جان و مال سے جہاد کرو۔ساتھ ہی جان و مال سے جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت بتلائی جاتی ہے کہ یہ وہ سوداگری ہے جس میں کبھی خسارہ نہیں۔ دنیا میں لوگ سینکڑوں طرح کے بیوپار اور تجارتیں کرتے ہیں اور اپنا کل سرمایہ تجارت میں لگا دیتے ہیں محض اس امید پر کہ اس سے نفع حاصل ہوگا اور اس طرح اصل مال بھی گھٹنے اور تلف ہونے سے بچ جائے گا پھر وہ بذات خود اور اس کے اہل وعیال تنگدستی اور افلاس کی تلخیوں سے محفوظ رہیں گے لیکن حق تعالیٰ مومنین کو یہاں ایک اعلی درجہ کی تجارت کی تعلیم و تلقین فرماتے ہیں اور وہ یہ کہ مومنین اپنے جان و مال کا سرمایہ جہاد فی سبیل اللہ کی اعلی تجارت میں لگائیں گے تو آخرت کے دردناک عذاب وتباہ کن خسارہ سے مامون ہوجائیں گے۔

یہاں ایمان والوں سے تین باتوں کا مطالبہ کیا گیا ہے:

ایک ایمان باللہ کا۔

دوسرے ایمان بالرسول کا۔

تیسرے جہاد فی سبیل اللہ کا۔

اوران تین امور پر دین و دنیا دونوں میں کامیابی کا وعدہ فرمایا گیا ہے یعنی آخرت میں مغفرت و جنت اور دنیا میں نصرت، غیبی امداد اور تائید الٰہی ۔(درس قرآن:6/318)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو پیار بھری نصیحت فرماتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں جان و مال سے جہاد کرو کہ یہ وہ سوداگری ہے جس میں کبھی خسارہ نہیں۔(درس قرآن:6/318)

دعا

یا اللہ! ہم کو بھی ایمان کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق اور ہمت عطا فرما اور اس کے اخروی و دنیاوی ثمرات نصیب فرما۔ یا اللہ! ہم کو آخرت کی کامیابی کے ساتھ دنیاوی کامرانی بھی اپنی نصرت اور تائید سے عطا فرما۔اور جو بشارت ان آیات میں مومنین کو دی گئی ہیں ان کا مصداق ہم کو بھی بنادے۔ یا اللہ!نفس و شیطان کی خباثت سے ہم کو بچالے اور ہماری جان و مال کو اپنے راستے میں کھپانے کی توفیق مرحمت فرمادے۔ یا اللہ! روئے زمین پر جہاں جہاں اہل اسلام کفار ومشرکین سے جہاد فی سبیل اللہ میں لگے ہوئے ہیں ان کی تائیداور نصرت فرما، ان کو فتح وظفر عطا فرما، ان کے دشمنوں کو مغلوب وخوار اور ذلیل فرما۔ آمین

(درس قرآن:6/320)

دینِ اسلام کی نصرت کی ترغیب

84۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ (سورۃ الصّف:14)

''اے ایمان والو! تم اللہ (کے دین) کے مددگار بن جاؤ اسی طرح جس طرح عیسی بن مریمؑ نے حواریوں سے کہا تھا کہ وہ کون ہیں جو اللہ کے واسطے میرے مددگار بنیں؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں پھر بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے کفر اختیار کیا؛ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے تھے ہم نے ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ غالب آئے۔'' (ریاض القرآن:553)

ربطہ

پچھلی آیات میں اہل ایمان کو جہاد کی ترغیب دی گئی ہے اب آگے حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کا قصہ یاد دلا کر دین اسلام کی مدد اور نصرت کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ (درس قرآن:6 / 320)

تفسیر

یہ سورۃ الصّف کی آخری آیت ہے۔ اس آیت میں اہل ایمان کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ۔ اب اللہ پاک تو بے نیاز ہیں اسے کسی کی مدد کی کیا حاجت؟ تو یہاں اللہ کے مددگار ہونے سے مراد اللہ کے دین کے مددگار ہونے سے ہے یعنی دین الٰہی کے عامل اس کے پھیلانے اور اس کی دعوت و تبلیغ میں سرگرم اور آمادہ ہو جاؤ اور اس کام کے لیے کمر باندھ کر تیار رہو۔ اسی بات کی تائید اور تاکید کے لیے حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کی مثال دی جاتی ہے کہ اے ایمان والو! تم دین کے لیے ایسے ہی سرگرم اور مستعد ہو جاؤ جیسے حضرت عیسیٰؑ کے حواری سرگرم اور مستعد ہو گئے تھے۔

حواری کون لوگ تھے اور یہ لقب ان کا کس وجہ سے ہوا؟ اس میں علمائے مفسرین کے متعدد اقوال ہیں:

حواریوں کے لفظی معنی کپڑا دھو کر اسے صاف اور اجلا کر دینے کے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کے جو سب سے پہلے تابع ہوئے قول مشہور کے موافق وہ دھوبی تھے اور کپڑے صاف کرنے کی وجہ سے حواری کہلاتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ نے ان کو کہا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو۔ آؤ میں تم کو دل کا دھونا سکھاؤں۔ وہ ساتھ ہو لیے پھر ایسے ہی سب ساتھیوں کا لقب حواری پڑ گیا اور وہ 12 آدمی تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے ابتدائی مرید جو کہ عموماً دریا کے کنارے کام کرنے والے ماہی گیر تھے۔ ان حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ کے دین کو سب سے پہلے قبول کیا اور حضرت عیسیٰؑ کی ہمدردی و محبت میں نہایت سرگرم مستعد اور مخلص تھے۔ یہ بستی میں پہنچے اور عیسیٰؑ کے دین کی منادی کی، سفر کیے اور لوگوں کی بڑی مصیبتیں اٹھائیں۔ ان کا طرز معاشرت درویشانہ تھا کسی سے کچھ لیتے دیتے نہ تھے۔ ان کے خلوص کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کو کرامت بھی دی تھی کہ ان کی دعا سے بیمار تندرست ہو جاتے۔ ان حواریوں کی کوشش ہی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے بنی اسرائیل ایمان لے آئے لیکن بہت سے منکر بھی رہے اور اس عرصہ میں گھر گھر لڑائی اور جنگ بھی ہوئی حضرت عیسیٰؑ کے ماننے اور نہ ماننے والوں میں۔ اور یہ حواری بھی مخالفین کے ہاتھوں سے قتل ہوئے مگر آخر کار خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں کو منکروں پر غلبہ دیا۔

اس آیت میں امت محمدیہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ عیسیٰؑ کے مخلص حواریوں جیسے ہونے کی ترغیب دلاتے ہیں کہ تم بھی اشاعت اسلام کے لیے ویسے ہی کوشش دل و جان سے کرو اور آپ ﷺ کے حواری بن جاؤ۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل خدا کے فضل و توفیق سے صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین نے ایسی کی کہ سرزمین عرب کے علاوہ ایک طرف اسپین، یورپ اور افریقہ کے ممالک تک دوسری طرف ہند، چین، ایران اور ترکستان تک اسلام کا جھنڈا بلند کیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

مقصد یہ کہ اے ایمان والو! اسی طرح تم دین محمدی کے لیے کوشش اور جہاد کرلو تو تم کو بھی اللہ تعالیٰ غلبہ عطا فرمائے گا۔

اسی آیت کا آخری جملہ ہے: فَاَیَّدۡنَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلٰی عَدُوِّهِمۡ فَاَصۡبَحُوۡا ظٰهِرِیۡنَ سو ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی سو وہ غالب ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان والوں کو اپنے دشمنوں پر غلبہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی تائید سے حاصل ہوتا ہے۔ اور 1400 سال کی اسلامی تاریخ بھی اس پر شاہد ہے اور ظاہر ہے کہ تائید الٰہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری اور ان کو خوش کرنے اور راضی رکھنے سے ملے گی۔ یا اللہ اور ان کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی نافرمانی اور مخالفت اور قرآن وسنت سے غفلت اور نہ صرف غفلت بلکہ انحراف و اعراض اور بغاوت سے ملے گی؟ اس کو ہر ادنیٰ سے ادنیٰ عقل و علم رکھنے والا مسلمان بھی جانتا ہے۔

یقیناً دشمنوں پر غلبہ اللہ کی تائید سے حاصل ہوتا ہے۔ اہلِ اسلام کو اللہ کے دین کی مدد کرنے پر اللہ کی تائید و مدد و نصرت کا وعدہ

ہے اور دشمنوں پر غلبہ کی بشارت ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا نہ کرنے پر کسی تائید الٰہی کا وعدہ نہیں ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد یہی ہے کہ خود بھی قرآن وسنت کے احکام وہدایات پر عمل کرے اور دین محمدی کے پھیلانے اور دوسروں تک پہنچانے کی حتی الوسع کوشش وسعی کرے۔(درس قرآن:6/321-322)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھری نصیحت فرمائی کہ تم دین کے لیے ایسے ہی سرگرم اور مستعد ہو جاؤ جیسے حضرت عیسیٰؑ کے حواری تھے۔

دعا

یا اللہ! ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما اور دین اسلام کی عظمت اور قدر ہمارے دلوں میں عطا فرما۔اور اس دین پر سچائی کے ساتھ ہم کو عمل پیرا ہونے اور اس کی خدمت کی توفیق نصیب فرما۔آمین (درس قرآن:6/321)

نمازِ جمعہ کے احکام

85۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ يَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الۡبَيۡعَ‌ ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ (سورۃ الجمعہ:9)

''اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کی یاد کی طرف چل پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانو۔'' (ریاض القرآن:555)

ربط

پچھلی آیات یہود کی حالت عبرت کے لیے سنائی گئی۔ جہاں تک ان کا اپنی آسمانی کتاب یعنی توراۃ پر عمل کا تعلق تھا اب آگے ان ہی یہود کی ایک دوسری حالت ان کے متبرک دن یوم سبت کے متعلق بتلا کر اس پر اہل اسلام کو عبرت دلائی جاتی ہے کہ وہ اپنے متبرک دن جمعہ کی عظمت اور احترام بجالائیں۔ (درس قرآن:6/327)

تفسیر

اس آیت مبارکہ میں نماز جمعہ، اذان جمعہ اور اذان کے بعد خرید وفروخت کا ترک کر دینا اور نماز کے لیے سعی کرنے کے احکام دیے گئے ہیں۔

فضیلت یوم الجمعۃ

صحیح مسلم شریف کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام دنوں سے بہتر جمعہ کا دن ہے۔ اسی میں حضرت آدمؑ پیدا کیے گئے اور پھر اسی دن وہ جنت میں داخل کیے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت کا وقوع بھی اسی دن ہوگا۔ (درس قرآن:6/328)

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ تمہارے سب دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے۔ اسی دن صور

پھونکا جائے گا۔اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف پڑھا کرو۔

نماز جمعہ شریعت اسلامیہ میں فرض عین ہے۔قرآن مجید، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔اور اعظم شعائر اسلام سے ہے۔منکر اس کا کافر ہے اور بے عذر اس کا تارک فاسق گناہ گار ہے۔بزرگان سلف نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ جمعہ کا فائدہ اس کو ملے گا جو اس کا منتظر رہتا ہو اور اس کا اہتمام جمعرات سے کرتا ہو۔اور سب سے زیادہ بدنصیب وہ ہے جس کو یہ بھی نہ معلوم ہو کہ جمعہ کب ہے حتی کہ صبح کو لوگوں سے پوچھے کہ آج کون سا دن ہے؟

آگے لکھتے ہیں کہ جامع مسجد میں بہت سویرے جائے جو شخص جتنا سویرے جائے گا اسی قدر اس کو ثواب ملے گا۔

جمعہ کی فرضیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت سے قبل ہی معلوم ہو گئی تھی مگر غلبہ کفر کے سبب اس کے ادا کرنے کا موقع نہ ملتا۔بعد ہجرت کے مدینہ منورہ میں تشریف لاتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جمعہ شروع کر دی۔

باتفاق فقہائے امت یہاں بیع سے مراد فقط فروخت کرنا نہیں بلکہ ہر وہ کام جو جمعہ کی طرف اذان جمعہ کے بعد جانے کے اہتمام میں مخل ہو وہ سب بیع کے مفہوم میں داخل ہے۔اس لیے اذان جمعہ کے بعد کھانا، پینا، سونا کسی سے بات کرنا یہاں تک کہ کتاب کا مطالعہ کرنا وغیرہ سب ممنوع ہیں۔صرف جمعہ کی تیاری کے متعلق جو کام ہیں وہ کیے جا سکتے ہیں۔(درس قرآن:6/329)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیار بھری نصیحت فرمائی کہ جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو تم ذکر اللہ کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت جیسے کام چھوڑ دو۔(درس قرآن:6/329)

دعا

یا اللہ! ہمیں بھی یوم جمعہ اور نماز جمعہ کے حقوق بجالانے کی سعادت نصیب فرما اور ہم کو ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کی پابندی ہر حال میں نصیب فرما اور اپنے ذکر و فکر کی توفیق حسن ہمہ وقت عطا فرما۔دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو درست کرنے میں ہماری مدد فرما اور کوئی دنیاوی مشغلہ اور تجارت ہم کو اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر سے مانع نہ بنے۔آمین (درس قرآن:6/331)

مال واولاد کی وجہ سے غفلت سے ہوشیار رہنے کا حکم

86۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ. (سورۃ المنٰفقون:9)

''اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائے، اور جو ایسا کرے گا تو وہی گھاٹے میں پڑنے والے لوگ ہیں۔'' (ریاض القرآن:556)

ربط

سورۃ المنافقین کے شروع سے گزشتہ آیات تک منافقین کی مذمت، ان کی تقبیح فرمائی گئی۔ اب اس کے بعد مومنین مخلصین کو خطاب فرما کر چند ہدایات دی جارہی ہیں۔ (درس قرآن:6 / 342)

تفسیر

ان آیات میں اہل ایمان کو خطاب کر کے سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو! آدمی کے لیے بڑے خسارہ اور ٹوٹے کی بات ہے کہ باقی کو چھوڑ کر فانی میں مشغول ہو جائے اور اعلیٰ سے ہٹ کر ادنیٰ میں پھنس جائے۔ مال اور اولاد وہی اچھی ہے جو اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت سے غافل نہ کرے۔ اگر ان دھندوں میں پڑ کر خدا کی یاد سے غافل ہو گیا تو آخرت بھی کھوئی اور دنیا میں بھی قلبی سکون و اطمینان نصیب نہ ہوا۔ تو جو لوگ دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں اور مال اور اولاد ہی کی محبت میں گرفتار ہیں اور اللہ کو بھول گئے تو وہ بڑے سخت گھاٹے میں رہنے والے لوگ ہیں۔ (درس قرآن:6 / 343)

یہاں آیت میں مال اور اولاد ہی کا ذکر خاص طور پر فرمایا ہے کیونکہ انسان زیادہ تر انہی کی خاطر دین و ایمان سے منہ موڑ کر نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے ورنہ درحقیقت مراد دنیا کی ہر وہ چیز ہے جو انسان کو یاد خدا سے غافل کردے اور یہ خدا کی یاد سے غفلت ہی ساری خرابیوں کی جڑ ہے۔ اگر انسان کو یہ یاد رہے اور وہ اس تصور کو اپنے ذہن میں قائم رکھے کہ وہ ایک خدا کا بندہ ہے اور وہ خدا

اس کے تمام اعمال وافعال سے باخبر ہے اور ایک دن اس کے سامنے جا کر اپنے زندگی بھر کے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے تو پھر حتی الامکان کسی گمراہی اور بدامنی میں مبتلا نہ ہوگا اور اگر بشری کمزوری سے کبھی اس سے کوئی غلطی یا گناہ سرزد ہو جائے گا تو فوراً اس کو تنبہ ہو کر ہوش آجائے گا اور توبہ سے اس کی تلافی کی کوشش کرے گا۔ (درس قرآن: 6 / 342)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو پیار بھری نصیحت کی کہ موت کے آثار سامنے آنے سے پہلے پہلے صحت اور قوت کی حالت میں اپنے اموال اللہ کی رضا میں خرچ کر کے آخرت کے درجات حاصل کرلو۔ اور مال واولاد کی محبت میں خدا کی یاد اور اطاعت سے غافل نہ ہو۔ (درس قرآن: 6 / 342)

دعا

یااللہ! ہم کو دین اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی اور پکی محبت نصیب فرما۔ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور اتباع بھی نصیب فرما۔ یااللہ! اہل اسلام کو آپس میں سچا اور پکا اتحاد نصیب فرما اور منافقین اور دشمنان دین کے شرور سے اہل اسلام کو محفوظ و مامون فرما۔ آمین! (درس قرآن: 6 / 342)

اولاد اور بیوی کے فتنے سے بچنے کی تاکید

87۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ التغابن:14)

''اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض اولاد تمہارے دشمن ہیں۔پس تم ان سے ہوشیار رہو، اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔'' (ریاض القرآن:558)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ مکہ کا اگر کوئی شخص مسلمان ہوتا اور ہجرت کا ارادہ کرتا تو اس کے اہل وعیال اس کو روکتے اور کہتے کہ ہم تجھے خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ تم اپنے اہل وعیال اور خاندان کو چھوڑ کر مدینہ میں مال واولاد کے بغیر نہ جاؤ، بعض ان کی باتوں میں آ کر نرم دل ہوجاتے اور پسیج جاتے اور مکہ ہی میں ٹھہر جاتے اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت اسماعیل بن ابی خالدؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی مسلمان ہوتا تو اس کے گھر کے افراد اور بیٹے اس کو برا بھلا کہتے، اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

حضرت عکرمہؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ جن حضرات کو ان کے اہل وعیال نے ہجرت سے روکا تھا جب وہ ہجرت کر کے حاضر خدمت ہوئے اور دیکھا کہ ان سے پہلے کے مہاجرین نے خوب علم دین حاصل کر لیا ہے تو ان کا ارادہ ہوا کہ اپنے اہل وعیال کو سزا دیں جنہوں نے ہجرت سے ان کو روکا تھا، اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت اتاری: وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ (آیات قرآنی کے شان نزول:441)

تفسیر

یہ سورۃ التغابن کی خاتمہ کی آیات ہیں۔اس سے پچھلی آیات میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے بتلایا گیا تھا کہ دنیا میں جو تکلیف

یا مصیبت آتی ہے وہ اللہ کے حکم اور مشیت سے آتی ہے۔ ایسے حالات میں جو شخص ایمان پر ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت بخشتے ہیں اور اس کو صبر و تسلیم کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ لہٰذا کیسے ہی حالات ہوں مومن کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگا رہے۔ اگر مصائب سے گھبرا کر اور پریشان ہو کر اس نے اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کے احکام سے روگردانی کی تو وہ خود اپنا نقصان کرے گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ تو سب نیک و بد کو سمجھا کر اپنا فرض ادا کر چکے اس لیے مومن کو ہر حال میں اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکامات پر کمربستہ رہنا چاہیے۔

اب اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بیوی بچوں کی محبت اور فکر میں پھنس کر اللہ کو اور اس کے احکام کو بھلا دیتا ہے۔ ان تعلقات کے پیچھے کتنی ہی برائیوں کا ارتکاب کرتا ہے اور کتنی ہی بھلائیوں سے محروم رہتا ہے۔ بیوی اور اولاد کی فرمائشیں اور رضا جوئی اسے کسی وقت دم نہیں لینے دیتی۔ اس چکر میں پڑ کر آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو اہل وعیال اتنے بڑے دینی خسارہ اور دینی نقصان کا باعث بنیں وہ حقیقتاً اس کے دوست نہیں کہلا جا سکتے۔ بلکہ نتیجہ کے لحاظ سے بدترین دشمن ہیں اور دشمن کا احساس بھی بسا اوقات آدمی کو نہیں ہوتا اس لیے حق تعالیٰ ان آیات میں اہل ایمان کو متنبہ فرماتے ہیں کہ ان دشمنوں سے ہوشیار رہو اور ایسا رویہ اختیار کرنے سے بچو جس کا نتیجہ اہل وعیال کی دنیا سنوارنے کی خاطر اپنا دین ایمان برباد کرنے کے سوا کچھ نہ ہو۔ لیکن یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ دنیا میں ساری بیویاں اور ساری اولاد اسی قماش کی نہیں ہوتی ہیں۔ بہت اللہ کی بندیاں ہیں جو اپنے شوہروں کے دین کی حفاظت کرتی ہیں اور نیک کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہیں اور کتنی ہی سعادت مند اولاد ہے جو اپنے والدین کے لیے باقیات صالحات بنتی ہے۔ (درس قرآن: 6 / 357)

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ بعض اہل مکہ اسلام قبول کر چکے تھے مگر زن و فرزند کی محبت نے انہیں ہجرت سے روک دیا۔ حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا کہ مکہ سے ہجرت کرنا ہر مسلمان پر فرض تھا پھر جب اسلام خوب پھیل گیا تب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت دیکھا کہ ان سے پہلے کے مہاجرین نے بہت کچھ علم دین حاصل کر لیا ہے اس پر ان دیر سے آنے والے مہاجرین کے دل میں آیا کہ اپنے بال بچوں کو سزا دیں۔ اس پر یہ ہدایت دی گئی کہ اب درگزر کرو آئندہ کے لیے ہوشیار رہو۔ اگر ان بیوی بچوں نے تمہارے ساتھ دشمنی کی اور تم کو کوئی دینی یا دنیاوی نقصان پہنچ گیا تو اس کا اثر یہ نہ ہونا چاہیے کہ ایمان والے انتقام کے درپے ہو جائیں اور ان پر نامناسب سختی شروع کر دیں اور تشدد و بے رحمی کا معاملہ ان سے کرنے لگیں ایسا کرنے سے دنیاوی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ جہاں تک عقلاً و شرعاً گنجائش ہو ان کی حماقتوں اور کوتاہیوں کو معاف کرو اور عفو درگزر سے کام لو۔ ان مکارم اخلاق پر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ مہربانی کرے گا۔ (درس قرآن: 6 / 42)

پیار بھری نصیحت

اہل ایمان کو خطاب کر کے ان آیات میں ہدایات دی جاتی ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ بعض عورتیں اپنے مردوں کو اور بعض اولاد اپنے ماں باپ کو یاد خدا اور نیک اعمال سے روک دیتے ہیں جو درحقیقت دشمنی ہے۔اس لیے ہدایت دی گئی ہے کہ ایسے بیوی بچوں سے ہوشیار رہو اور اپنے دین کی نگہبانی ان کی ضروریات اور فرمائشات کے پورا کرنے پر مقدم رکھو۔ایسا نہ ہو کہ بیوی بچوں کی محبت میں پھنس کر احکام الٰہی کو پس پشت ڈال دو۔(درس قرآن:6/358)

سورۃ التغابن کے خواص

اگر کسی ظالم وجابر حکمران وغیرہ کا خوف ہو تو اس کے پاس جانے سے پہلے سورۃ التغابن پڑھ لے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے شر سے اسے کافی ہو جائیں۔(درس قرآن:6/359)

دعا

یا اللہ! ہماری بیویوں اور اولادوں کو ہمارے لیے دین میں معاون اور مددگار بنا۔ ہمارے بیوی بچوں کو اسلام اور ایمان کی سچی محبت نصیب فرما۔ ہمارے مال و اولاد کو اپنی مرضیات کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنا اور ہر حال میں ہم کو اپنے احکام کا پابند رکھیے۔ مال و دولت کی حرص سے ہمارے قلوب کو پاک فرما اور جو کچھ ہم کو عطا کیا ہے اسے اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین!(درس قرآن:6/359)

جہنم کی آگ سے اپنے آپ اور اہل وعیال کو بچانے کی تاکید

88۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (سورۃ التحریم:6)

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر، جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے، بلکہ جو حکم دیا جائے بجا لاتے ہیں۔'' (ریاض القرآن:561)

ربط

شروع سورۃ میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب فرمایا گیا۔اس کے بعد ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب فرمایا گیا اب اس کے بعد اگلی آیات میں تمام اہل ایمان کو خطاب فرمایا گیا ہے۔(درس قرآن:6/375)

تفسیر

اہلِ ایمان کو خطاب کر کے ہدایت دی جا رہی ہے کہ ایمان والوں کو چاہیے کہ خود بھی فرائض وواجبات کی تعمیل کریں اور ایسے کام نہ کریں کہ جن کے باعث جہنم کی آگ میں جانا پڑے اور ساتھ ہی اپنے گھر والوں کو بھی شریعت کے موافق چلنا سکھائیں۔ دین کی اور قرآن وسنت کی تعلیم ان کو بھی دیں۔فرائض وواجبات کی تاکید کریں۔

یہاں آیت میں اہل کا لفظ آیا ہے جس کا عام ترجمہ تو ''گھر والے'' ہیں مگر اہل کے لفظ میں بڑی وسعت ہے اور انسان کے سارے ہی متعلقین ومتوسلین اس کے تحت آجاتے ہیں۔ بیوی، بچے، ملازم، رعایا، شاگرد، مرید وغیرہ سب اہل کے تحت میں آجاتے ہیں تو احکامِ الٰہی کی تعمیل خود کرنا اور اپنے متعلقین میں بقدر امکان ان احکام کی تبلیغ کرنا اور ان کی تعمیل کرانا واجب ہے اور یہی دوزخ کی آگ سے اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو بچانا ہے۔اب وہ جہنم کی آگ کیسی ہے اس کے متعلق بتلایا گیا کہ معمولی آگ نہیں بلکہ ایسی تیز آگ ہے جس کا ایندھن انسانوں کے جسم اور پتھر ہیں اور پتھر سے یا تو عام پتھر مراد ہیں یا تو وہ پتھر ہیں جن کی

دنیا میں پرستش اور پوجا پاٹ ہوتی تھی یا گندھک کے نہایت بدبودار پتھر مراد ہیں اور وہ آگ دنیا کی آگ سے کہیں زیادہ تیز اور جلانے والی ہے۔(درس قرآن:6/376)

بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ اس دنیا کی آگ سے 70 حصہ زیادہ تیز ہوگی۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دوزخ کو ہزار برس تک دھونکا یا گیا یہاں تک کہ اس کا رنگ سرخ ہوگیا پھر ہزار برس تک دھونکا یا گیا یہاں تک کہ سفید ہوگئی پھر اور ہزار برس تک دھونکا یا یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی۔اب وہ بالکل سیاہ تاریک ہے۔

اللہ تعالیٰ اس نار سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھیں۔آمین۔

آگے اس نار کی دوسری کیفیت بتلائی جاتی ہے کہ اس کے داروغہ یا محافظ فرشتے ہیں جو نہایت ہی سخت دل، سخت مزاج اور تندخو ہیں اور بڑے بڑے قدآور اور طاقت والے کہ جن پر نہ کوئی مجرم زور سے غالب آسکے نہ وہ فرشتے کسی پر رحم ومہربانی کریں۔ یہ فرشتے نہ حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور نہ اس کے احکام بجالانے میں کوئی سستی یا دیر کرتے ہیں۔جو بھی ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو فوراً بجالاتے ہیں۔غرض کہ اس جہنم پر ایسے فرشتے مقرر ہیں اور وہ کافروں کو دوزخ میں داخل کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس بھروسہ پر نہیں رہنا چاہیے کہ ایمان کی بدولت جہنم سے آخر نکل جائیں گے۔اتنے سال یعنی دو کروڑ 88 لاکھ برس جلنے کے بعد نکلنا ہوگا وہ بھی جب ہی کہ اور کوئی وجہ زیادہ پڑے رہنے کی نہ ہو۔الامان والحفیظ۔

حضرت ابواللیث سمرقندیؒ نے قرۃ العیون میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے اس کا نام جہنم کے دروازہ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے۔تو نماز چھوڑ کر اور اس سے غفلت برت کر ایسے مسلمان نارجہنم سے بچنے کے سامان کررہے ہیں یا معاذ اللہ معاذ اللہ اس میں جانے کے سامان کررہے ہیں۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور اپنے کریم رب کی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔(درس قرآن:6/377)

پیار بھری نصیحت

حق تعالیٰ شفقت ورحمت سے نصیحت فرمارہے ہیں کہ اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

دعا

یا اللہ! ہمیں اس زندگی میں اپنے مرضیات کی توفیق عطا فرما اور ظاہراً و باطناً ہم کو شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرما۔ہمارے اہل و عیال و متعلقین کو بھی نیک ہدایت اور نیک سیرت عطا فرما اور ہم سب کو اور ہمارے اہل کو نارِ جہنم سے بچا۔آمین!(درس قرآن:6/377)

توبۃ النصوح کا حکم اور ترغیب

89۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورۃ التحریم:8)

''اے ایمان والو! اللہ کے آگے سچی توبہ کرو، امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ معاف کر دے اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جس دن اللہ نبی کو اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا، ان کی روشنی ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑ رہی ہوگی، وہ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہماری روشنی کو کامل کر دیجئے اور ہماری مغفرت فرمائیے، بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔''

(ریاض القرآن:562)

ربط

چونکہ گزشتہ آیات میں کفار کے لیے نارِ جہنم کا ذکر آ گیا تھا اس لیے آگے اس نارِ جہنم سے بچنے کا طریقہ مسلمانوں کو بتلایا جاتا ہے۔(درس قرآن:6/377)

تفسیر

آیتِ مبارکہ میں بتلایا جاتا ہے کہ اے ایمان والو! ابھی دنیا میں توبہ کا وقت ہے۔ بشریت سے جو گناہ سرزد ہو جائے اور جو غلطی نادانی سے کر بیٹھو تو اس سے توبہ کر لو۔ لیکن توبہ ہو ''توبۃ النصوح''، یعنی سچی توبہ۔ دل میں اپنی معصیت پر کامل ندامت ہو۔ آئندہ کے لیے اس کے ترک کا مصمم عزم ہو۔ پھر آگے ایسی سچی توبہ کے نتائج وثمرات بتلائے جاتے ہیں۔ پہلا نتیجہ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ سچی توبہ کر لینے سے تمہارے گناہ تم سے مٹا دے گا۔ توبہ سے گناہوں کا معاف ہو جانا یا ان کا مٹایا جانا قرآن وحدیث سے

ثابت ہے مگر یہ سمجھ لیا جائے کہ توبہ سے حقوق العباد ساقط نہیں ہوتے۔ مثلاً کسی کا حق ناحق دبا لیا یا چوری کر لی تو اس حالت میں توبہ کی تکمیل تب ہی ہوگی جب حقوق العباد بھی ادا کر دے یعنی یا تو چرایا ہوا مال واپس کرے یا صاحب حق سے معاف کرائے۔ اس ارشاد کے تحت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا توبہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔

تو یہاں پہلا ثمرہ توبۃ النصوح کا یہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔

دوسرا ثمرہ یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور یہ اس روز ہوگا یعنی قیامت کے دن۔ جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اور جو اہل ایمان دین کی رو سے آپ کے ساتھ ہیں ان کو رسوا اور شرمندہ نہ کرے گا۔

اس میں تنبیہ ہے کہ قیامت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے والوں کے سوا منکرین و مکذبین سب رسوا و ذلیل ہوں گے اور ظلمت میں گھرے ہوں گے۔

روشنی اور نور بس ایمان والوں کے پاس ہوگا۔ جو ایمان توبہ اور عمل صالح کی روشنی ہوگی اور ان کے آگے آگے اور دائیں طرف دوڑتی ہوئی چلے گی اور وہ ظلماتی راہ کو طے کر کے جنت میں چلے جائیں گے۔ یہ میدان قیامت میں پل صراط سے پہلے ہوگا تو جب اہل ایمان پل صراط پر گزرنے سے پہلے دیکھیں گے کہ منافقوں کی روشنی چمک کر بجھ گئی تو دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہماری روشنی آخر تک قائم رہے، بجھنے نہ پائے اور ہماری مغفرت فرما دیجیے۔ بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ آپ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ (درس قرآن:6/378-379)

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ توبۃ النصوح یہ ہے کہ آدمی اپنے گزشتہ عمل پر نادم ہو اور پھر اس کی طرف نہ لوٹنے کا پختہ ارادہ اور عزم رکھتا ہو۔

کلبیؒ نے فرمایا کہ توبۃ النصوح یہ ہے کہ زبان سے استغفار کرے اور دل میں نادم ہو اور اپنے بدن اور اعضاء کو آئندہ اس گناہ سے روکے۔

حضرت علیؓ سے سوال کیا گیا توبۃ النصوح کیا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا، جس میں چھ چیزیں جمع ہوں:

1۔ اپنے گزشتہ برے عمل پر ندامت۔

2۔ جو فرائض و واجبات اللہ تعالیٰ کے چھوڑے ہیں ان کی قضا۔

3۔ کسی کا مال وغیرہ ظلماً لیا تھا تو اس کی واپسی۔

4۔ کسی کو ہاتھ یا زبان سے ستایا اور تکلیف پہنچائی تھی تو اس سے معافی۔

5۔ آئندہ اس گناہ کے پاس نہ جانے کا پختہ عزم وارادہ۔

6۔ اور یہ کہ جس طرح اس نے اپنے نفس کو اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھا ہے اب وہ اطاعت کرتے ہوئے دیکھ لے۔

(معارف القرآن:8/505)

پیار بھری نصیحت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب کر کے توبہ کا حکم اور ترغیب دی ہے۔ (درس قرآن:6/379)

سورۃ التحریم کے خواص

1۔ اگر کوئی بیمار ہو تو سورۃ التحریم پڑھنے سے شفا ہو گی۔

2۔ اگر کسی کو بے خوابی کا مرض ہو تو وہ یہ سورۃ پڑھے اس کی یہ تکلیف جاتی رہے گی۔

3۔ اگر کوئی مقروض ہے تو وہ یہ سورۃ پڑھے، اس کا قرضہ اترنے کے راستے پیدا ہو جائیں گے۔الدر النظیم

(درس قرآن:6/382)

دعا

یا اللہ! ہم کو بھی دائمی توبۃ النصوح کی توفیق عطا فرما۔ اپنے فضل سے قیامت میں ہماری مغفرت فرما کر جنت کی دائمی نعمتیں عطا فرما۔ یا اللہ! قیامت وحشر کی ذلت ورسوائیوں سے اپنی پناہ میں رکھ اور اپنی رحمت ومغفرت سے ہم سب کو نواز دیجیے۔ اس دنیا کی زندگی میں ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ کا وہ اتباع، محبت اور عظمت نصیب فرما جو میدان حشر میں ہم کو ان کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہونا نصیب کرے اور ہم آپ کے مقام رضا یعنی جنت میں پہنچ جائیں۔ آمین!

مناجات

میری آنکھوں میں سجے خواب حقیقت کر دے!
زندگی کے بچے لمحوں کو بیش قیمت کر دے!

جب بھی دل تڑپے تیرے در پہ حاضری ہو میری
ایسی روح و بدن میں میری طاقت بھر دے!

میری خلوت ہو کہ جلوت بس ہو اِک یاد تیری
میری ہر سانس کو مصروفِ محبت کر دے!

میں نکمی و سیہ کار و گناہگار تیری
دلِ تاریک میں نور اپنا عنایت کر دے!

اک تیرے فضل کی اُمید سکھائے جینا
اپنی مولی میری قسمت میں رفاقت کر دے!

سنت نبوی سے ہر پل کو سجا دے ربّا!
ہر عمل کو پہلے عادت، پھر عبادت کردے!

میری ہر سوچ و تخیل میں ہو اللہ اللہ!
حیات و موت کو اللہ تو راحت کر دے!

ام مطہر فصیح

نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محبت میں تڑپ جانا سعادت ہی سعادت ہے
نبی کے عشق میں جینا عبادت ہی عبادت ہے

جگا دی رب نے اُلفت محض اپنے لطف و احساں سے
محبت چمکی دل میں اور رگ رگ میں سرایت ہے

حدیثِ پاک سے نورِ تکلم جب پڑے ہم پہ
عمل اُس نور پر کرنا ہی جنت کی ضمانت ہے

ہمیں محبوب ہر وہ، جو کرے ہم سے ذکر اُن کا
کہ اُن کی نسبتوں سے جڑ کے رہنا ہی اطاعت ہے

سکھا اللہ ہمیں، عشق و ادب، قدر و وفا اُن سے
نبی کے عاشقوں میں نام ہو، رب کی عنایت ہے

زباں مصروفِ مدحت، دل تڑپتا اور چشم نم
شہرِ خوباں کی اُلفت کی یہ سب ہم پہ عنایت ہے

ام مطہر فصیح

حوالہ جات کتب

1۔آسان تعلیمی درسِ قرآن، تسہیل شدہ ترجمہ مولانا اشرف علی تھانویؒ، تفسیر ملخص از تفسیر ابن کثیر، معارف القرآن، بیان القرآن ودیگر تفاسیر، تعارف وخلاصہ از شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مد ظلھم

2۔تفسیر عثمانی، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، ترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا نور اللہ مرقدہ

3۔آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول (اردو ترجمہ اسباب النزول) ابوالحسن علی بن احمد الواحدی النیشاپوریؒ، ترجمہ وتحقیق مولانا خالد محمود صاحب

4۔معارف القرآن، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ

5۔ریاض القرآن، حضرت مولانا محمد یونس پالنپوریؒ

اللہ سبحانہ وتعالٰی نے بنی اسرائیل کو ایک بار براہ راست خطاب فرمایا تھا جس کی وجہ سے بنی اسرائیل فخر وغرور کرتے کہ ہم اللہ کے بہت لاڈلے ہیں۔ اللہ کریم کا احسان وکرم ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں امت احمد ﷺ کو 89 مرتبہ محبوبانہ خطاب فرمایا۔ جو ایک طرف تو قابلِ ناز ہے اور دوسری طرف اس محبت کا حق ادا کرنے کے بارے میں فکر مندی بھی بہت ضروری ہے۔ اور فکر مندی کے لیے ان محبوبانہ خطابات کے حوالے سے علم وآگہی بھی ضروری ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں اسی آگہی کو عام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔